اصلاحی بیانات

۲

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

خطاب ☜ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب ☜ محمد عبداللہ میمن صاحب

تاریخ ☜ اگست ۱۹۹۹ء

مقام ☜ جامع مسجد بیت المکرم، گلشن اقبال، کراچی

باہتمام ☜ ولی اللہ میمن

ناشر ☜ میمن اسلامک پبلشرز

کمپوزنگ ☜ عبدالماجد پراچہ (فون 0333-2110941)

قیمت ☜ /- روپے

ملنے کے پتے

❁ میمن اسلامک پبلشرز، ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

❁ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی

❁ مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

❁ ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی ۱۴

❁ کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی

❁ اقبال بک سینٹر صدر کراچی

❁ مکتبۃ الاسلام، البی فلورمل، کورنگی، کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

پیش لفظ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم

جمعہ کے روز عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی میں سیدی واستاذی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی کا بہت نافع اور مفید وعظ ہوتا ہے، احقر بھی اس میں اکثر حاضر ہوتا ہے، اور مستفید ہوتا ہے، کبھی حضرت سفر پر جاتے ہیں تو احقر کے بیان کا اعلان فرما دیتے ہیں، یہ ناکارہ اس لائق تو نہیں کہ وعظ و نصیحت کر سکے تاہم تعمیل حکم کے پیش نظر دین کی کچھ ضروری باتیں عرض کر دیا کرتا ہے، جن سے خود کو بھی نفع ہوتا ہے، اور بعض احباب سے بھی ان کا مفید ہونا معلوم ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے قبول فرمائیں۔ آمین۔

مولانا عبداللہ میمن صاحب مدظلہم نے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ ان بیانات کو محفوظ کیا، پھر ان میں سے بعض بیانات کیسٹ کی مدد سے لکھ کر کتابچہ

کی شکل میں شائع کیے، اور احقر کے چند رسائل بھی شائع کیے ہیں، اب وہ ان تقاریر کا دوسرا مجموعہ "اصلاحی بیانات" کے نام سے شائع کر رہے ہیں، ان میں سے اکثر بیانات احقر کے نظر ثانی کیے ہوئے ہیں، بعض جگہ احقر نے کچھ ترمیم بھی کی ہے، اور احادیث کی تخریج کر کے ان کا حوالہ بھی درج کیا ہے، بہر حال یہ کتاب کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ تقاریر اور رسائل کا مجموعہ ہے۔

اس سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور اگر اس میں کوئی بات غیر مفید یا غیر محتاط ہو تو یقیناً وہ احقر کی کوتاہی ہے، متوجہ فرما کر ممنون فرمائیں!

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بیانات کو احقر کی اور تمام پڑھنے اور سننے والوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں، ذخیرہ آخرت بنائیں اور مرتب و ناشر کو اس خدمت کا بہتر سے بہتر بدلہ دونوں جہانوں میں عطا فرمائیں۔ آمین۔

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۱۵/۱۰/۱۴۱۷ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جامعہ دارالعلوم کراچی کے نائب مفتی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات کی دوسری جلد شائع کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم جمعہ کے روز عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی میں اصلاحی وعظ فرماتے ہیں۔ جس وقت حضرت مولانا مدظلہم سفر پر ہوتے ہیں تو آپ کی غیر موجودگی میں حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب بیات فرماتے ہیں۔ الحمدللہ آپ کے بیانات ریکارڈ کرنے کا بھی پورا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور اس وقت تک آپ کے بیانات کے کیسٹوں کی تعداد تقریباً ساٹھ ہوچکی ہے۔ انہی بیانات میں سے بعض کو میرے برادر مکرم جناب مولانا عبداللہ میمن صاحب نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلم بند فرمایا ہے، جو علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اور ان کے ذریعہ بہت سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے، اور صدق و اخلاص کے ساتھ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ولی اللہ میمن
میمن اسلامک پبلشرز
۶/ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

اجمالی فہرست اصلاحی بیانات

جلد۲

فہرست مضامین

عنوان | صفحہ نمبر

بیٹی اللہ کی رحمت

مسلمانوں کے چار دشمن

نماز میں دل کی حفاظت

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

حرام کھانے کی نحوست

حلال روزی کی برکات

عنوان	صفحہ نمبر

آنکھ اور زبان کی حفاظت

عنوان	صفحہ نمبر

اپنی موت کو یاد رکھیں

اللہ کو یاد رکھیں

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

گانا سُننا اور سُنانا

نمازِ فجر کی اہمیت

عنوان	صفحہ نمبر

ہمارے تین گناہ

عنوان	صفحہ نمبر

شبِ عید کی فضیلت

رمضان المبارک کا آخری دن

عنوان	صفحہ نمبر

بیٹی اللہ کی رحمت

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیٹی اللہ کی رحمت

اور زندگی میں تقسیم جائیداد کا طریقہ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن به ونتوکل علیه، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات أعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ له ومن یضلله فلا ھادی له، ونشھد أن لا الٰه إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لهٗ ونشھد أن سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولهٗ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی اٰله وأصحابه وبارک وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیراً۔

اما بعد!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَإِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَإِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَإِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝﴾ (سورۃ التکویر)

تمہید

میرے قابل احترام بزرگو اور محترم خواتین! ہم لوگ یہاں پر صرف اپنی اصلاح کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں تاکہ یہاں پر ہم جو بات سنیں اور کہیں اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں، جب ہم ان باتوں پر عمل کرتے چلے جائیں گے تو ہماری اصلاح ہوتی جائے گی، اور اصلاح کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق قوی ہوتا چلا جائے گا، اور یہی تعلق ہمارے دین و دنیا کی کامیابی کی بنیاد ہے۔

اس وقت جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں، ان میں سے صرف ایک آیت کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں، اور اسی طرح اس موضوع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ نحل کے اندر جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کی روشنی میں ایک بہت اہم کوتاہی عرض کرنا چاہتا ہوں، تاکہ اگر واقعۃً یہ کوتاہی ہمارے اندر پائی جاتی ہے تو ہم اس کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

بیٹا اور بیٹی دونوں اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو صنفوں میں پیدا فرمایا ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت، اور اس طرح پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، پھر کسی کو اللہ تعالیٰ نے صرف بیٹیاں عطا فرمائی ہیں، اور کسی کو صرف بیٹے عطا فرمائے ہیں، اور کسی کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرمائے ہیں، اور کسی کو نہ بیٹے عطا فرمائے اور نہ بیٹیاں عطا فرمائی ہیں۔ یہ تقسیم بھی خالصۃً اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ اسی تقسیم کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا:

﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا﴾

(الشوریٰ: ۴۹، ۵۰)

یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں لڑکیاں عطا فرماتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے عطا فرماتے ہیں اور کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا فرمادیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بانجھ کردیتے ہیں، اس کے ہاں نہ لڑکا پیدا ہوتا ہے اور نہ لڑکی پیدا ہوتی ہے، لاکھ کوشش کرلے مگر اس کی اولاد ہی نہیں ہوتی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، جس کے لئے جو مناسب سمجھتے ہیں وہ اس کو عطا فرما دیتے ہیں۔ لڑکیاں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور لڑکے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ لڑکوں کی بھی ضرورت ہے اور لڑکیوں کی بھی ضرورت ہے۔ مرد عورتوں کے محتاج ہیں اور عورتیں مردوں کی محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں ایک ایسا نظام قائم فرمایا ہے جس میں دونوں کی ضرورت ہے، اور دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں، اور دونوں کی تخلیق اور پیدائش اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، اس میں کسی کو ذرہ برابر بھی اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں اور اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو وہ غلط کرتا ہے۔

بیٹے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار

اللہ تعالیٰ کی اس حکمت اور مصلحت کی روشنی میں جب ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو مسلمانوں میں بعض مسلمان آپ کو ایسے نظر آئیں گے کہ ان کے یہاں لڑکے کی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں کی جاتی ہیں، اور جب لڑکا پیدا ہوجاتا ہے تو اس وقت بہت خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، اور بڑے زور و شور سے عزیزوں اور دوست و احباب کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے، اور خوشی میں مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے اور پھر بڑے اہتمام کے ساتھ شاندار طریقے سے اس کا عقیقہ کیا جاتا ہے اور ہر جگہ پر اس کی پیدائش کا تذکرہ ہوتا ہے، اور پھر اس کی پرورش کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، اگر وہ ذرا بھی بیمار ہوجائے تو فوراً ڈاکٹر صاحب کے پاس دوڑے جاتے ہیں، کبھی ہسپتال

جارہے ہیں، کبھی کسی حکیم کے پاس جارہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ زیادہ بیمار ہوجائے، اور کہیں مر نہ جائے۔

بیٹی کی پیدائش پر خوش نہ ہونا

اور اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوجائے تو وہاں کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا جاتا، اور نہ کسی سے تذکرہ کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے، اور اگر کوئی پوچھ بھی لے تو جلدی سے نہیں بتاتے، اگر بتاتے ہیں تو بہت آہستہ آواز میں بڑے دبے انداز میں بتاتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ لڑکی کی پیدائش پر کوئی خوشی نہیں، کوئی اظہارِ مسرت نہیں، نہ مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے، نہ لڈو بانٹے جاتے ہیں، نہ عقیقہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ اگر عقیقہ کرتے بھی ہیں تو بس جانور خرید کر اور اس کے گلے پر چھری پھیر کر کسی مدرسے میں پہنچا دیتے ہیں۔

بیٹی کی پیدائش پر بیوی سے ناراضگی

بلکہ بعض اوقات بچی کی پیدائش پر شوہر اپنی بیوی سے ناراض ہوجاتا ہے، اور بیوی سے بولنا چھوڑ دیتا ہے، حالانکہ آدمی کو اتنی سمجھ تو ہونی چاہئے کہ اس عورت کے اختیار میں کیا ہے؟ اس کے اختیار میں نہ لڑکا جننا ہے اور نہ لڑکی جننا ہے۔ اس کے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں، اور نہ تمہارے اختیار میں ہے، تم دونوں اس معاملے میں برابر ہو، بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مصلحت سے ہے اور وہی پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے لڑکا پیدا کرنا چاہا تو لڑکا پیدا ہوگیا، اس نے لڑکی پیدا کرنا چاہی تو لڑکی پیدا ہوگئی، لہٰذا بیوی پر ناراض ہونا اور اس سے بول چال بند کردینا کتنی زیادتی کی بات ہے، لیکن بعض مسلمان ایسے ہیں کہ اگر ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوجائے تو وہ بیوی سے ناراض ہوجاتے ہیں، دوست واحباب سے چھپے پھرتے ہیں کہ

کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ہم سے یہ نہ پوچھ لے کہ تمہارے گھر کس کی ولادت ہوئی ہے؟ تاکہ یہ بتانا نہ پڑے کہ ہمارے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

بیٹی کی پیدائش پر طلاق کی دھمکی

ایسے واقعات بھی سننے میں آئے ہیں کہ جب کسی کے گھر ایک دو لڑکیاں پیدا ہوگئیں تو شوہر نے بیوی سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آئندہ تیرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو تجھے طلاق دیدونگا۔ (العیاذ باللہ) یہ کس قدر زیادتی کی بات ہے۔ بہرحال، مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو لڑکی کی پیدائش پر ناراض ہوتے ہیں، اس کو اپنے لئے معیوب سمجھتے ہیں اور ذلّت کا باعث سمجھتے ہیں اور لڑکے کی پیدائش کو باعثِ عزّت اور باعثِ فخر سمجھتے ہیں اور اس کی پیدائش پر بڑی خوشیاں مناتے ہیں، لڑکی کی پیدائش پر کوئی خوشی نہیں مناتے۔ کسی بھی مسلمان کا ایسا طرز عمل ناجائز ہے اور گناہ ہے اور درپردہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر ایک طرح سے اعتراض ہے۔

زمانہ جاہلیت میں کفّار کا طرز عمل

قرآن کریم نے یہ عمل کافروں کا بتایا ہے۔ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کفّارِ عرب کے اندر یہ دستور تھا کہ جب ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو لڑکی کا باپ اس کی پیدائش کو اپنے لئے معیوب اور باعثِ ذلّت سمجھتا تھا اور بچے کی ولادت سے چند روز پہلے ہی منظر سے غائب ہوجاتا تھا اور لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا تھا کہ معلوم نہیں کہ میرے گھر میں کیا پیدا ہو، پھر اگر لڑکا پیدا ہوجاتا تو وہ اس کو اپنے لئے باعثِ عزّت سمجھتا تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوجاتی تو اس کو اپنے لئے ذلّت اور رسوائی کا باعث سمجھتا تھا، وہ یہ سوچتا کہ اگر لڑکی پیدا ہوئی اور میں لوگوں کے سامنے ہوں گا تو کہیں میری ذلّت اور رسوائی نہ ہوجائے، اس لئے وہ پہلے ہی چھپ جاتا تھا، اور لوگوں سے

ملنا جلنا چھوڑ دیتا تھا۔ اگر اس کو لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری ملتی تو پھر وہ سب کے سامنے آجاتا اور سب سے کہتا کہ میرے یہاں لڑکا ہوا ہے اور میں نے یہ نام رکھ دیا ہے۔

بیٹی کو زندہ دفن کرنا

پھر وہ لوگ اپنی جہالت میں اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ وہ لڑکی کی پیدائش کے بعد یہ سوچتے تھے کہ یا تو میں اس لڑکی کو زندہ رکھوں، اور جب تک یہ زندہ رہے اس وقت تک میں ذلیل و خوار رہوں، یا پھر میں اس کو قتل کردوں، یا اس کو ویسے ہی زندہ دفن کردوں (العیاذ باللہ) اور اس مصیبت سے اپنی جان چھڑاؤں، چنانچہ بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے، اور بعض لوگ پہلے اس کو جان سے ماردیتے، اور پھر اس کو مٹی میں دبادیتے تھے۔ لڑکیوں پر وہ اس قدر ظلم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم نے سورۃ نحل میں ان کے اس مذموم عمل کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَابُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَايَحْكُمُوْنَ ۝﴾

(النحل: ۵۸، ۵۹)

"اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے، اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے، اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے، یا تو ذلّت کو قبول کر کے اس کو رہنے دے یا اس کو مٹی میں دبادے، خوب سن لو کہ وہ بہت

برا فیصلہ کرتے ہیں۔“

بیٹی کو باعثِ ذلّت سمجھنا

مفسّرین نے ان کے اس عمل کی کئی وجوہات لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ لڑکی کو اپنے لئے ذلّت کا باعث سمجھتے تھے جبکہ بیٹا پیدا ہونے کو اپنے لئے عزّت کا باعث سمجھتے تھے۔ اس لئے بیٹی کو زندہ ہی دفن کردیا کرتے تھے۔ بعض مفسّرین نے یہ وجہ لکھی ہے کہ یہ لوگ درحقیقت لڑکی کو فقر و فاقہ کا سبب سمجھتے تھے کہ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو زندگی بھر اس کو دینا ہی پڑے گا، ساری عمر کما کر کھلانا پڑے گا۔ العیاذ باللہ۔ اس لئے اس کو اپنے لئے ایک بوجھ سمجھتے تھے اور اس کو کھلانے پلانے کو اپنے لئے آفت ناگہانی سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے اس کو زندہ ہی دفن کردیا کرتے تھے، یا جان سے مار کر اس کو زمین میں دبادیا کرتے تھے۔

بیٹی اللہ کی اور بیٹا ہمارا

بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اور جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ اپنے اس عقیدے کی بنیاد پر یہ سوچتا کہ بیٹیاں تو اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہیں اور بیٹے ہمارے ہوتے ہیں، لہٰذا اس لڑکی کو اللہ تعالیٰ تک پہنچادو، اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے لئے لڑکی کو زندہ ہی دفن کردیتے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنی چاہئے۔ بہرحال، یہ عمل چاہے وہ ذلّت کی وجہ سے کرتے تھے، یا فقر و فاقہ کے ڈر سے کرتے تھے، یا اس باطل اور غلط عقیدے کی بنیاد پر کرتے تھے کہ بیٹیاں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور بیٹے ہمارے ہیں۔ تینوں صورتوں میں ان کا یہ فعل حرام اور ظلم اور ناجائز تھا۔

ایک عبرت آموز واقعہ

زمانہ جاہلیت میں بعض لوگوں نے اپنی دس دس بیٹیاں، بارہ بارہ بیٹیاں زندہ دفن کردی تھیں۔ چنانچہ حدیث میں ایک صاحب کا عجیب واقعہ آیا ہے کہ ایک صاحب مسلمان ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ حالت کفر میں انسان نے جتنے بھی گناہ کئے ہوں، اسلام لانے سے وہ سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ بہرحال، مسلمان ہونے کے بعد ان صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانہ جاہلیت کا واقعہ سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک بیٹی تھی، آہستہ آہستہ وہ بڑی ہوگئی، مگر مجھے اس کا زندہ رہنا گوارہ نہ ہوا، میں ایک دن اس کو اس کی ماں سے بہانہ کر کے لے گیا، میں نے اس سے کہا کہ چلو ذرا گھومنے چلتے ہیں، پھر میں اس کو جنگل لے گیا، وہاں پر میں نے پہلے سے ایک کنواں کھودا ہوا تھا، وہاں جاکر میں نے اس سے کہا کہ میں یہ کنواں کھودنا چاہتا ہوں تاکہ پانی حاصل ہوجائے۔ میں تمہیں نیچے اتارتا ہوں، تم ڈول میں مٹی بھرنا، میں اس کو اوپر کھینچ لیا کروں گا۔ چنانچہ اس بیٹی نے میرا کہنا مانا، اور وہ نیچے اتر گئی، لیکن جیسے ہی وہ نیچے اتری، میں نے اوپر سے مٹی ڈالنی شروع کردی۔ بیٹی نے کہا ابا! آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ مجھ پر مٹی گر رہی ہے، لیکن میں ایسا سنگدل تھا کہ مجھ پر اس کی کسی بات کا اثر نہ ہوا، اور میں برابر مٹی ڈالتا رہا، وہ مٹی پہلے اس کے گھٹنوں تک آئی، پھر پیٹ تک پھر گردن تک پھر بالآخر سر کے اوپر تک آگئی، یہاں تک کہ وہ زمین کے برابر ہوگئی، اور وہ بیٹی چیخ و پکار کرتی رہی، آخر اس کی چیخ و پکار بھی ختم ہوگئی اور میں اس طرح اس کو زندہ دفنا کر واپس آگیا۔

وہ صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ واقعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے، اور فرمایا کہ ہائے تم نے یہ کیا کیا؟ اس طرح بھی وہ لوگ کیا کرتے تھے۔

مسلمانوں کا یہ طرزِ عمل درست نہیں

اسی طرح آج جو مسلمان بیٹی کی پیدائش پر نفرت کا اظہار کرتے ہیں، یا غصہ کا اظہار کرتے ہیں، یا اس کی پیدائش کو اپنے لئے باعثِ ذلّت اور باعثِ عار سمجھتے ہیں، اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں، وہ غور کرلیں کہ ان کا یہ عمل کن لوگوں کے مشابہ ہے؟ یاد رکھئے! جس طرح بیٹا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اسی طرح بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دونوں کی پیدائش عین اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے، اسلام نے آکر اس ظالمانہ رسم کا خاتمہ کیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کا اس رسم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہونا چاہئے اور بیٹی کی پیدائش پر ہرگز نفرت یا غصہ کا اظہار نہ کرنا چاہئے، اور مسلمانوں کو اس سے باز رہنا چاہئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح بچی کی پیدائش اللہ کی رحمت بتایا ہے اور اس کے ساتھ آپ نے جس مروّت، محبت اور شفقت کا اظہار فرمایا ہے، اس میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت ہی شفقت اور محبت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی چار بیٹیاں تھیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ ان میں سے تین بیٹیاں جنّت البقیع میں ایک ہی جگہ پر آرام فرمارہی ہیں۔ اگر آپ جنّت البقیع میں بڑے دروازے سے داخل ہوں گے تو سامنے بائیں ہاتھ کی طرف ایک کونے میں تینوں بیٹیاں آرام فرما ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک قول کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں آرام فرما ہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ حجرہ شریف جس میں جالیاں لگی ہوئی ہیں،

اس میں ایک مزار نظر آتا ہے، وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے بالکل برابر میں تھا، اور اب بھی وہ جگہ حجرہ شریف کے اندر ہی ہے، اس لئے بعض علماء نے اس دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ پہلی تینوں بیٹیوں کا انتقال جلدی ہوگیا تھا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال آپ کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ملتے، اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے۔ اس قدر آپ شفقت اور محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے، آپ نے اپنے طرز عمل سے بیٹی کی عزت، اس کے ساتھ شفقت، اس کا احترام اور اس کے ساتھ محبت کا بیمثال نمونہ قائم فرمایا، تاکہ ہم بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جیسا سلوک آپ نے کر کے دکھایا۔

بیٹی کی پرورش، جنّت میں جانے کا ذریعہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش کرنے پر جتنے فضائل بیان فرمائے ہیں، بیٹے کی پرورش پر اس قدر بیان نہیں فرمائے:

> "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، یا تین بہنیں ہوں، اور وہ ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھا معاملہ کرے، (ان کے وجود کو اپنے لئے ذلت اور خواری کا باعث نہ سمجھے) تو اس کی بدولت وہ جنت میں داخل ہوگا۔" (ترمذی)

ایک دوسری حدیث جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے زندگی گزارے (یعنی ان کے جو حقوق شریعت نے مقرر فرمائے ہیں وہ ادا کرے، ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ان کے وجود کو اپنے لئے مصیبت اور باعثِ ذلّت نہ سمجھے) اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کو جنّت میں داخل فرمائیں گے۔" (ترمذی، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، اور اس کو ان بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کا سابقہ پیش آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کو پالے اور ان کو تہذیب اور ادب سکھائے اور ان کے کھلانے پلانے اور دیگر ضروریات کے انتظام کی تکلیف پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کو جنّت میں داخل کردیں گے۔ کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی دو بیٹیاں ہوں تو؟ آپ نے فرمایا دو بیٹیوں کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی ایک بیٹی ہو (تو کیا وہ اس ثواب عظیم سے محروم رہے گا؟) آپ نے فرمایا کہ جو

شخص ایک بیٹی کی اس طرح پرورش کرے گا، اس کے لئے بھی جنّت ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین)

دیکھئے، یہ فضیلت اور ثواب بیٹوں کی پرورش پر بیان نہیں فرمایا، بلکہ بیٹیوں کی پرورش پر بیان فرمایا ہے۔ اس لئے ہمیں بیٹیوں کی پرورش خوشدلی سے کرنی چاہئے۔

بیٹی جہنّم سے بچنے کا ذریعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص پر لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہو اور وہ اس کو صبر و تحمل سے انجام دے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنّم سے آڑ بن جائیں گی۔ (ترمذی)

ماں کی شفقت کا عجیب واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصہ منقول ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک خاتون میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں، اس خاتون نے مجھ سے سوال کیا، اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہیں تھا، وہ کھجور میں نے اس کو دیدی، اس اللہ کی بندی نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچیوں کے ہاتھ پر رکھ دیا، خود کچھ نہیں کھایا، حالانکہ خود اسے بھی ضرورت تھی، اس کے بعد وہ خاتون بچیوں کو لے کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اس خاتون کے آنے اور ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو دینے کا پورا واقعہ سنایا۔

آپ نے فرمایا کہ جس کو دو بچیوں کی پرورش کرنے کی نوبت آئے اور وہ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے تو وہ بچیاں اس کو جہنّم سے بچانے کے لئے پردہ بن جائیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت

دیکھئے، جنّت میں داخل ہونے کا ذریعہ بھی بچیوں کی پرورش ہے، اور جہنّم سے بچنے کا ذریعہ بھی بچیوں کی صحیح پرورش ہے۔ بلکہ ایک اور عظیم الشّان فضیلت ایک حدیث میں آئی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی دو یا تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھے انداز سے پرورش کرے (اور جب شادی کے قابل ہوجائیں تو ان کی شادی کردے) تو میں اور وہ شخص جنّت میں اس طرح داخل ہونگے جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ (ترمذی)

بیٹی کی پرورش پر تین فضیلتیں

تمام فضائل کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں دوزخ سے پناہ دیں گے، اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں جنّت عطا فرمائیں گے جو ان کا مقامِ رضا اور نعمتوں اور راحتوں کا مقام ہے، تیسری یہ کہ جنّت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمراہی نصیب ہوگی جو ساری کامیابیوں کا منتہا ہے۔ یہ تینوں فضیلتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش کرنے والوں کے لئے بیان فرمائی ہیں، تاکہ جن کے یہاں بچی پیدا ہو، وہ ہرگز اس کی پیدائش پر اظہارِ نفرت نہ کریں، اور اپنا دل ہرگز چھوٹا نہ کریں، اس کو اپنے لئے مصیبت نہ جانیں، اپنے لئے عار نہ سمجھیں، بلکہ صرف اللہ کی رضامندی کے لئے اس کی پرورش کریں، اور اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اس کی

پرورش کریں۔ اس طرح انشاء اللہ بچی اس کے لئے جنّت میں جانے کا ذریعہ ہوگی، جہنّم سے بچنے کے لئے آڑ ہوگی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنّت میں معیّت کا ذریعہ بنے گی۔

لڑکی کی پیدائش پر زیادہ خوشی کا اظہار

ہمارے دین اسلام نے تو ہمیں یہ تعلیم دی ہے۔ لہٰذا اگر ہم بچی پر غصّہ کریں یا ناراض ہوں، اور اپنے لئے اس کو ذلّت کا باعث سمجھیں تو یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، یہ کافرانہ طریقہ ہے، اور مسلمانوں کے لئے کافرانہ طریقہ اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس لئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ چونکہ لڑکیوں کی پیدائش پر دل تنگ کرنا اور اس کو رُسوائی اور ذلّت کا باعث سمجھنا کافرانہ طریقہ ہے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ لڑکی کی پیدائش پر لڑکے کی پیدائش کے مقابلے میں زیادہ خوشی کا اظہار کریں، تاکہ کافروں کی اس بدترین رسم کی تردید ہو، اور اس رسم کا خاتمہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں لڑکی کی پیدائش باعثِ اجر ہے اور دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے اور جنّت میں جانے کا ذریعہ ہے اور جنّت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اللہ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہر مسلمان کو اپنی بیٹیوں کی پرورش خوش دلی سے کرنی چاہئے۔

بیٹیوں کے حقوق

بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت کے ساتھ ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں۔ یہ وہ حقوق ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں سے چھین لئے گئے تھے، آج بھی ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی جاتی ہیں۔ اس لئے ان حقوق کو سمجھ لینا ضروری ہے، تاکہ ان میں کوتاہی نہ ہو۔

اولاد کے درمیان اظہارِ محبت میں برابری

زندگی میں کسی کو بیٹے سے زیادہ محبت ہوتی ہے، اور کسی کو بیٹی سے زیادہ محبت ہوتی ہیں، زیادہ تر لوگوں کو بیٹے سے زیادہ اور بیٹی سے کم محبت ہوتی ہے۔ جہاں تک محبت کا معاملہ ہے، اس کا تعلق دل سے ہے، اس میں انسان کو اختیار نہیں، اس لئے اس میں انسان برابری کرنے کا بھی مکلف نہیں۔ البتہ محبت کا اظہار اختیار میں ہے، اس کے اندر برابری کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ اظہارِ محبت میں بھی زیادتی کرتے ہیں، وہ بیٹے کو زیادہ پیار کرتے ہیں، بیٹے کو زیادہ چیز کھلاتے ہیں، اس کو زیادہ گھماتے پھراتے ہیں، اور بیٹی کو پوچھتے بھی نہیں ہے۔ اس طرح وہ اظہارِ محبت میں بیٹی کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، اور چونکہ یہ اظہارِ محبت اختیاری چیز ہے، اس لئے اس میں کمی بیشی کرنا غلط ہے۔ لہٰذا کبھی بھی کوئی باپ اپنی زبان سے یا کوئی ماں اپنے اختیار اور طرزِ عمل سے ایسا رویہ اختیار نہ کرے جس سے بچوں کو اندازہ ہو کہ ماں باپ کو فلاں سے زیادہ محبت ہے اور فلاں سے کم محبت ہے، ایسا نہ کریں۔ اگر ماں باپ ایسا کریں گے تو یہ ناانصافی ہوگی اور قیامت کے دن اس پر پکڑ ہوگی۔ لہٰذا اظہارِ محبت میں سب کے ساتھ یکساں معاملہ رکھنا ضروری ہے۔

اولاد کو دینے میں برابری

اور جس طرح اظہارِ محبت میں برابری کرنا ضروری ہے، اسی طرح ہدیہ اور تحفہ دینے میں بھی برابری کرنے کا حکم ہے۔ لہٰذا ماں باپ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان اگر پیسے تقسیم کریں، یا کپڑا تقسیم کریں، یا کھانے پینے کی کوئی چیز تقسیم کریں تو اس میں برابری کرنا ضروری ہے، اور لڑکی کو بھی اتنا ہی دیں جتنا لڑکے کو دیں، یہ نہ کریں کہ لڑکے کو زیادہ دے دیں اور لڑکی کو کم دیں، یا لڑکی کو زیادہ دیدیں اور لڑکے کو کم دیں، بلکہ برابری کریں۔

یہ برابری کرنا اس صورت میں ضروری ہے جب ماں باپ ضرورت سے زائد اور خوشی کے مواقع پر اولاد کے درمیان کچھ تقسیم کریں، جیسے عید کے موقع پر عیدی برابر تقسیم کریں، یا سفر سے واپسی پر تحفہ دیں تو اس میں برابری کریں۔

ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں

لیکن اگر ماں باپ ضرورت کے مواقع پر اولاد میں سے کسی پر کچھ خرچ کر رہے ہیں، مثلاً بیماری کے موقع پر خرچہ کر رہے ہیں، یا کسی کی تعلیم پر خرچہ کر رہے ہیں، یا مثلاً بیٹا یا بیٹی سفر پر جا رہے ہیں، اور کسی کا سفر چھوٹا ہے اور کسی کا سفر لمبا ہے، ایک کو سفر میں زیادہ پیسوں کی ضرورت ہوگی، اور دوسرے کو کم پیسوں کی ضرورت ہوگی۔ اس طرح کے ضرورت کے مواقع پر اولاد پر خرچ کرنے میں کمی بیشی کرنے میں کوئی گناہ اور پکڑ نہیں، بلکہ جس اولاد کو جتنی ضرورت ہے، باپ اس کو اتنا دے سکتا ہے۔ لہٰذا حسب ضرورت دینے میں کمی بیشی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

زندگی میں تقسیم جائیداد ضروری نہیں

اسی طرح بیٹی کا ایک بہت بڑا حق اور ہے، وہ یہ کہ جب کوئی باپ اپنی زندگی میں اپنا مال و جائیداد اولاد میں تقسیم کرنا چاہے تو اس سلسلے میں پہلی بات یہ سمجھ لینی چاہئے کہ زندگی میں اپنا مال و جائیداد اولاد میں تقسیم کرنا ضروری نہیں۔

زندگی میں جائیداد پر اولاد کا حق نہیں

اسی طرح یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ماں باپ کی صحت والی زندگی میں ان کے مال و جائیداد میں اولاد کا کوئی حق نہیں ہے، بلکہ ماں باپ اپنی جائیداد کے مالک ہیں، ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی جائیداد اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان تقسیم کریں اور

چاہیں تو تقسیم نہ کریں، اولاد ان سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ جو کچھ آپ نے کمایا ہے، ہمارے درمیان تقسیم کردیجئے اور ہمارا حق ہمیں دیدیجئے۔ یہ مطالبہ اولاد کو نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ جب زندگی میں اولاد کا حق ہی نہیں ہے تو پھر مطالبہ کیسا؟ کیونکہ ماں باپ کی صحت والی زندگی میں جائیداد پر اولاد کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہ اس لئے عرض کردیا کہ بعض اولاد ماں باپ پر اس طرح زیادتی کرتی ہے کہ وہ ماں باپ کو مجبور کرتی ہے کہ آپ کو تو اب اس جائیداد کی ضرورت نہیں آپ کو اس کا کیا کرنا ہے؟ یہ سب ہمارا حق ہے، آپ اپنی زندگی میں اس کو تقسیم کر کے فارغ کردیجئے۔ آپ کے مرنے کے بعد معلوم نہیں کوئی ہمیں دے یا نہ دے، یا آپ کے بعد ہمارے درمیان جھگڑا ہوجائے، اس لئے آپ ہمیں ابھی دے کر فارغ ہوجائیں۔ یاد رکھئے! جب اولاد کو ان کی زندگی میں ان کی جائیداد پر کوئی حق نہیں ہے تو زبردستی تقسیم کرانا اور تقسیم کرنے پر زور دینا کیسے درست ہوگا؟ ماں باپ اس جائیداد کے مالک ہیں، اور تقسیم کرنا یا نہ کرنا ان کی مرضی پر موقوف ہے، ان کے ذمہ تقسیم کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر وہ اس میں اپنی مصلحت سمجھتے ہیں تو زندگی میں تقسیم کردیں، اگر تقسیم نہ کریں تو بھی ان کو اختیار ہے۔

زندگی میں سب اولاد کو برابر دے

لیکن اگر ماں باپ اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہیں تو اس میں افضل یہ ہے کہ مال و جائیداد میں سے جتنا حصہ ایک بیٹے کو دیں، بیٹی کو بھی اس کے برابر دیں۔ شریعت کا یہ حکم کہ لڑکی کا لڑکے کے مقابلے میں آدھا حصہ ہے، یہ حکم باپ کے انتقال کے بعد اس کی میراث میں ہے، اور یہ قاعدہ دراصل اصول میراث کا ہے، جس میں لڑکی کو لڑکے کے مقابلے میں آدھا حصہ ملتا ہے اور میراث کا یہ قاعدہ ماں باپ کے مرنے کے بعد جاری ہوتا ہے۔ زندگی کا قاعدہ یہ ہے

کہ لڑکی کو لڑکے کے برابر دیا جائے، اس لئے کہ دونوں اس کی اولاد ہیں، دونوں ہی اس کا خون ہیں، دونوں ہی اس کی نظروں میں برابر ہیں۔ اس لئے باپ کو چاہئے کہ اپنا مال و جائیداد سب میں برابر تقسیم کرے۔ البتہ بعض علماء نے اس کی گنجائش دی ہے کہ اگر کوئی شخص برابر نہ دینا چاہے تو یہ بھی کر سکتا ہے کہ بیٹی کو اتنا دے جتنا میراث میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے، یعنی جتنا لڑکے کو دے رہا ہے اس کا آدھا لڑکی کو دے۔ مثلاً اگر دس لاکھ روپے لڑکے کو دے رہا ہے تو لڑکی کو پانچ لاکھ روپے دے، اس سے کم کرنا باپ کے لئے جائز نہیں۔

نکاح سے بیٹی کا حق ساقط نہیں ہوتا

ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ اول تو بیٹیوں کو زندگی میں مال و جائیداد دیا ہی نہیں جاتا، اگر ان سے کہا جائے کہ تم نے سب کچھ بیٹوں کو دیدیا، بیٹیوں کو کچھ نہ دیا تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے ان کی شادی تو کردی، جو کچھ بیٹی کی شادی کے موقع پر جہیز کی شکل میں دیا ہے اس سے اس کا حق ادا ہوگیا۔ یاد رکھئے! یہ بالکل غلط ہے، جس طرح بیٹی کو جہیز دینے سے بیٹی کا حق میراث ختم نہیں ہوتا، اسی طرح بیٹی کو جہیز دینے سے اس کو اپنے مال و جائیداد سے محروم کرنا بھی درست نہیں۔ جس طرح باپ نے بیٹے کی شادی میں خرچ کیا ہے، اسی طرح بیٹی کی شادی میں بھی خرچ کیا، بلکہ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بیٹے کی شادی میں بیٹی کی شادی کے مقابلے میں زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ شادی بیاہ کے خرچ میں بھی برابری کا خیال کرنا چاہئے، جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رقم کی ایک خاص مقدار اپنی مالی حیثیت کے مطابق مقرر کرلیں کہ مجھے ہر بیٹے اور بیٹی کی شادی کے موقع پر اتنی رقم خرچ کرنی ہے۔ پھر اسی مقررہ رقم میں سے بیٹے اور بیٹی کے لئے سامانِ ضرورت خریدے، اور اگر پیسے بچ جائیں تو وہ نقد کی شکل میں ان کو دیدے۔ ایسا نہ کرے کہ ایک بچے کی

شادی پر زیادہ خرچ کردے اور دوسرے کی شادی پر کم خرچ کرے۔ یہ بھی ایک طرح کی ناانصافی ہے، جو شرعاً ناپسندیدہ ہے، اس سے بھی بچنا چاہئے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ہم نے بیٹی کی شادی پر سب کچھ اس کو دیدیا، اب اس کا کوئی حق نہیں، زندگی میں بھی اس کا کوئی حق نہیں، اور مرنے کے بعد بھی میراث میں اس کا کوئی حق نہیں، یہ سراسر اس کی حق تلفی ہے، جو جائز نہیں۔ ہمارے دین میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

عملی قبضہ ضروری ہے

زندگی میں مال و جائیداد کی تقسیم کے سلسلہ میں ایک بات اور یاد رکھنی چاہئے کہ بعض والدین اپنی زندگی میں اپنی جائیدادیں اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ وہ انہیں اپنے مختلف بیٹوں اور بیٹیوں کے نام کردیتے ہیں۔ مثلاً فلاں مکان اس بیٹے کا، فلاں دکان اس لڑکے کی، فلاں فلیٹ اس بیٹی کا، اور فلاں پلاٹ فلاں لڑکی کا۔ لیکن یہ سب محض زبانی یا تحریری ہوتا ہے، باقاعدہ ہر ایک کا حصّہ جدا کر کے عملاً اس کے قبضہ میں نہیں دیا جاتا، بلکہ عام طور پر قبضہ والدین ہی کا رہتا ہے، یا ایک قابل تقسیم جائیداد ایک سے زیادہ اولاد کے نام کردی مثلاً ایک بڑی دوکان یا مکان یا بنگلہ یا پلاٹ دو تین لڑکوں کے نام کردیا، لیکن باقاعدہ تقسیم کر کے ہر ایک کے حصّہ پر اس کا عملی قبضہ نہیں کروایا۔ یاد رکھئے! شرعاً اس طرح محض زبانی یا تحریری طور پر دینے اور نام کرنے کا کوئی اعتبار نہیں، اگر اس طرح جائیداد دی گئی تو کوئی اولاد اس کی مالک نہیں بنے گی، بلکہ وہ جائیداد بدستور باپ کی ملکیت میں رہے گی، اور باپ کے مرنے کے بعد شرعی اصول کے مطابق وارثوں کے درمیان تقسیم کرنا ضروری ہوگا۔

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ تقسیم کرے، پہلے اس کے الگ الگ حصّے کرے، اور پھر اولاد کا عملی قبضہ کرائے، اور اگر جائیدادیں مختلف ہیں تو کم از کم ان کے کاغذات اور ان کی چابیاں ان کے قبضے میں دیدے، اور باپ

اپنا قبضہ ان پر سے ختم کردے۔ عام طور پر دارالافتاء میں یہ سوال آتے رہتے ہیں کہ باپ نے زندگی میں جائیداد تقسیم کردی، اور ان کے نام بھی کردی، لیکن عملی قبضہ بالکل نہیں کروایا۔ ظاہر ہے کہ یہ ساری تقسیم بیکار ہے، اس لئے کہ شرعاً کوئی جائیداد محض کسی کے نام کرنے سے وہ اس کا مالک نہیں بن جاتا اور جب مالک نہیں بنا تو باپ کے مرنے کے بعد شریعت کے مطابق دوبارہ اس کی تقسیم ضروری ہوگی۔
لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہو تو پہلے کسی مفتی سے اس کا مفصّل طریقۂ کار معلوم کرے اور پھر اس کے مطابق تقسیم کرے، تاکہ اس کی یہ تقسیم شرعاً معتبر ہوجائے۔

یہ بیٹی پر ظلم ہے

بہرحال، بیٹی کو کم دینا یا بالکل نہ دینا شرعاً ظلم ہے اور ناجائز ہے۔
حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ﴾

یعنی جس شخص نے اپنے وارث کی میراث کو ختم کیا تو اللہ تعالیٰ جنت میں سے اس کا حصّہ ختم کردیں گے۔ بہرحال، یہ ساری ناانصافی دراصل اس جاہلانہ تصوّر کی بنیاد پر ہے جو زمانہ جاہلیت سے چلی آرہی ہے، جیسے کفّار عرب لڑکی کو کسی قابل نہیں سمجھتے تھے، بلکہ وہ تو اس کو زندگی کا حق بھی نہیں دیتے تھے، اسی کا تھوڑا سا اثر مسلمانوں کے اندر باقی ہے کہ وہ بیٹی کو میراث سے محروم کردیتے ہیں، اور زندگی میں بھی مال و جائیداد کی تقسیم کرتے وقت اس کو محروم کردیتے ہیں، اور رسمی طور پر شادی بیاہ میں برائے نام اس کو کچھ دیکر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کا حق ادا کردیا، اب باقی مال و جائیداد سے ان کا کوئی تعلق نہیں، وہ صرف لڑکوں کے لئے ہے۔ مسلمانوں کا یہ طرز عمل درست نہیں۔ بلکہ زندگی میں بیٹی اور بیٹے کا حق برابر ہے،

لہٰذا ان کے ساتھ انصاف کرنا چاہئے، ناانصافی کر کے گناہگار نہ ہونا چاہئے۔

البتہ جیسے اوپر عرض کیا کہ ضرورت کے مواقع پر کمی بیشی کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسے کوئی بیٹی بہت محتاج اور فقیر ہے، اس کو مکان کی زیادہ ضرورت ہے، جبکہ بیٹا مالدار ہے، اس کے پاس ہر چیز موجود ہے۔ اس لئے اگر وہ بیٹی کو بیٹے سے کچھ زیادہ دے دے تو چونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے دینا ہے، اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر سب ضرورت مند ہیں، اور مالی اعتبار سے سب برابر ہیں تو پھر برابر ہی دینا چاہئے، کمی بیشی نہیں کرنی چاہئے۔

خلاصہ: دو باتیں

پورے بیان کا خلاصہ دو باتیں ہوئیں: پہلی بات یہ ہے کہ بچی کی پیدائش پر غم و غصہ اور نفرت کا اظہار ناجائز ہے، یہ ہرگز اسلامی طریقہ نہیں ہے، اسلام نے اس کی مذمت کی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے اس کو باطل قرار دیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے، اور جب کسی کے گھر بچی پیدا ہو تو وہ اس کی پیدائش پر ایسی ہی مسرّت کا اظہار کرے، جس طرح وہ بیٹے کی پیدائش پر اظہارِ مسرّت کرتا ہے، البتہ دل دل میں بیٹے کی پیدائش کی زیادہ خوشی محسوس ہونا مذموم نہیں، یہ فطری بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کی پرورش پر جو فضائل اور اجر و ثواب کا ذکر فرمایا ہے، اس پر یقین رکھے، اور اس پر مطمئن رہے، اور یہ سوچے کہ یہ ایک بچی بھی میرے لئے جنّت میں جانے کا ذریعہ بن سکتی ہے، اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ لہٰذا نہایت خوش دلی کے ساتھ جس طرح بیٹوں کی پرورش کرتا ہے، اسی طرح بیٹیوں کی بھی پرورش کرے۔

بیٹا ہونے کا تعویذ

آخر میں بطور تتمہ ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ بعض لوگوں کے یہاں صرف بیٹیاں ہی بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں، اور ان کو بیٹے کی خواہش ہوتی ہے، اور جن کے یہاں بیٹیاں ہوتی ہیں، ان کو ان کے رشتوں کی فکر بھی ہوتی ہے، جو ایک فطری بات ہے۔ شریعت اس سے انکار نہیں کرتی۔ اس لئے تدبیر کے درجے میں ایک عرض ہے کہ اگر کسی کے یہاں بیٹیاں ہی بیٹیاں ہوں، اور اس کے یہاں بیٹا نہ ہوتا ہو تو اس کے لئے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیاض میں ایک عمل لکھا ہے، وہ یہ کہ سورۂ یوسف کو کسی کاغذ پر باریک باریک اس طرح لکھے کہ اس کے حروف نہ مٹیں اور پھر اس کو موم جامہ کر کے کوئی خاتون اپنے پیٹ پر باندھ لے، جب تک وہ تعویذ اس کے پیٹ پر بندھا رہے گا، انشاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا۔ بعض دوستوں نے اس کا تجربہ کر کے بتایا کہ ہم نے اس کو درست پایا۔

دوسرا عمل

ایک اور عمل مجھے اپنے بزرگوں سے حاصل ہوا ہے۔ وہ یہ کہ جب کسی کی بیوی امید سے ہو، اور اس کی یہ خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بیٹا عطا فرمادے تو وہ عورت اپنی شہادت کی انگلی کو اپنی ناف کے اردگرد گھمائے اور اکتالیس مرتبہ "یَامَتِیْنُ" پڑھے، اور پڑھنے کے بعد یہ کہے کہ یا اللہ! میرے پیٹ میں جو بچہ ہے، میں نے اس کا نام آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر "محمد" رکھ دیا۔ اس عمل کی یہ برکت ہے کہ اس سے لڑکا پیدا ہوتا ہے کیونکہ "محمد" نام کا لڑکا ہی ہوسکتا ہے، لڑکی نہیں ہوسکتی۔ لیکن یہ سب تدبیریں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو کسی کو ان تدابیر کے اختیار کرنے کے باوجود لڑکی عطا فرمادیں، اور کتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان کو ان تدبیروں کے بغیر لڑکا عطا فرمادیتے ہیں۔ یہ تدابیر ایسی ہیں جیسے دوا، کہ ایک ہی دوا

ایک وقت میں کام کرتی ہے اور دوسرے وقت میں کام نہیں کرتی۔ دو مریض ہیں اور ان دونوں کو ایک ہی بیماری ہے، ایک دوا سے اس کو صحت حاصل ہو رہی ہے، اور دوسرے کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ لہٰذا جس طرح دواؤں کے اثرت ہیں، ان تدابیر کے اندر بھی اثرات ہیں، وہ اثرات دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کے محتاج ہیں۔ اب آدمی کا کام ہے کہ دوا بھی کرے، تدابیر بھی اختیار کرے، اور اس کے ساتھ دعا بھی کرے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اس پر راضی رہے۔ اسی کا نام عبدیت اور بندگی ہے۔

رشتے کے لئے مجرّب عمل

اسی طرح آج کل ہمارے معاشرے میں بہت سے ماں باپ بچوں کے رشتوں کے سلسلے میں پریشانی کا شکار ہیں۔ اس کے بارے میں بھی بزرگوں سے ایک مجرّب عمل منقول ہے، وہ یہ کہ جس لڑکے یا لڑکی کا رشتہ نہ ہوتا ہو، وہ روزانہ ایک مرتبہ سورۂ مریم پڑھ لیا کرے، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرلیا کرے کہ یا اللہ! اپنے فضل سے مجھے نیک رشتہ عطا فرما۔ چالیس دن تک یہ عمل کرلے تو انشاء اللہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے رشتہ عطا فرما دیتے ہیں، اور اگر چالیس دن تک یہ عمل کرنے کے بعد بھی رشتہ نہ ہو تو پھر دوسرا چلّہ شروع کردے۔ اگر اس میں بھی کام نہ ہو تو تیسرا چلّہ شروع کردے۔ تین چار چلّوں کے بعد انشاء اللہ ضرور رشتہ طے ہوجائے گا۔ تاہم جب تک مقصد پورا نہ ہو یہ عمل جاری رکھے۔ بہت سے حضرات نے اس کا بھی تجربہ کر کے بتایا کہ انہوں نے اس عمل کو مجرّب پایا ہے۔

سب سے بڑا اور اصل وظیفہ تو دعا ہے، بس جس کی نرینہ اولاد نہ ہوتی ہو، وہ گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ اگر بچوں کے رشتے نہ آتے ہوں تو وہ تنہائی میں دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر گڑگڑا کر دعا کرے، اور اس اہم کام کے لئے اس کا

معمول بنالے، انشاء اللہ ضرور رشتے ہوجائیں گے۔ تاہم یہ سب کام تقدیر کے مطابق ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو کام جس وقت کے لئے اور جہاں مقرر کردیا ہے، اس کے مطابق وہ کام ہوتا ہے۔ لہٰذا دعا کرتا رہے، اور تقدیر پر ایمان کو تازہ کرتا رہے، اس سے آدمی کی پریشانی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جائز تدبیر اختیار کرے، دعا کرے اور تقدیر کو یاد کرے، اور اس پر راضی رہے، اور تاخیر میں یا رشتہ وغیرہ نہ ہونے میں یہ سمجھے کہ میرے لئے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو سُنّت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

مسلمانوں کے چار دشمن

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات: جلد نمبر: ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مسلمانوں کے چار دشمن

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات أعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد أن لا الہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہٗ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وأصحابہ وبارک وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیراً۔

اما بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا، اِنَّمَا یَدْعُوْ حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۝﴾ صدق اللّٰہ العظیم (سورۃ فاطر: ٦)

مسلمانوں کے چار دشمن

میرے قابل احترام بزرگو! گزشتہ جمعہ کو ناچیز نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ ہر مسلمان کے اس دنیا میں چار دشمن ہیں، جن میں سے دو دشمن نظر نہیں آتے:

- ایک دشمن نفس ہے۔
- دوسرا دشمن شیطان ہے۔

دو دشمن وہ ہیں جو نظر بھی آتے ہیں:

○ ایک کفار، مشرکین، یہودی اور عیسائی۔

○ دوسرے منافقین۔

یہ چاروں مسلمانوں کے دشمن ہیں اور یہ ایسے دشمن ہیں کہ ان سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی دشمن نہیں ہے۔ یہ چاروں مسلمانوں کی عزت کے بھی دشمن ہیں، مال کے بھی دشمن ہیں، اور اس سے بڑھ کر دین و ایمان کے دشمن ہیں۔ دین و ایمان جو مسلمان کی سب سے بڑی دولت ہے، اصلاً یہ اسی کے دشمن ہیں۔ آج یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ نفس اور شیطان کس طرح مسلمان کو بہکاتے ہیں اور ان چاروں دشمنوں سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ تاکہ ہم ان کے شر سے محفوظ ہوسکیں اور اپنے دین و ایمان کو بچا کر سلامتی کے ساتھ آخرت میں لے جاسکیں۔ اس لئے کہ آخرت کا اصل سرمایہ یہی ایمان ہے اور ان دشمنوں کی خواہش یہ ہے کہ آخرت میں یہ مسلمان نہ تو ایمان سلامتی کے ساتھ لے جاسکیں اور نہ اعمال لے جاسکیں۔ اور جس طرح یہ خود جہنمی اور دوزخی ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو بھی جہنمی اور دوزخی بنالیں۔ اور جس شخص کے جتنے زیادہ دشمن ہوتے ہیں اور جتنے بڑے دشمن ہوتے ہیں، وہ اتنا ہی ہوشیار اور محتاط زندگی گزارتا ہے اور اپنی حفاظت کا اہتمام کرتا ہے۔ اب ہمارے دشمن تو بڑے بڑے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم ہوشیاری کے ساتھ محتاط نہیں رہتے، بلکہ لاپرواہی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور ان دشمنوں سے اپنے دین و ایمان کو بچانے کا خاص اہتمام نہیں کرتے۔

نفس امّارہ کے بہکانے کا انداز

علماء کرامؒ نے فرمایا کہ انسان کا جو نفس ہے، یہ تربیتی مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد تو قابو میں آجاتا ہے اور پھر لوّامہ اور پھر مطمئنہ بن جاتا ہے، لیکن تربیت سے پہلے یہ امّارہ ہوتا ہے۔ اپنی اصل فطرت کے لحاظ سے یہ بھی انسان کو بہکاتا ہے۔ اس کے بہکانے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ انسان کے دل میں طرح طرح کی خواہشات پیدا

کرتا ہے۔ ہمارے دلوں میں خواہشات کا جو سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور روزانہ نئی نئی خواہشات ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہیں، جن میں کچھ اچھی خواہشات ہوتی ہیں اور کچھ بُری خواہشات ہوتی ہیں، کچھ جائز خواہشات ہوتی ہیں اور کچھ ناجائز خواہشات ہوتی ہیں، یہ دراصل ہمارے نفس کی کارستانی ہوتی ہے۔ "نفس لوّامہ" ہمارے دل میں اچھی اچھی باتوں کے خیالات ڈالتا ہے اور ناجائز اور گناہوں کی خواہشات، گناہوں کے تقاضے اور جذبات "نفس امّارہ" کی جانب سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ نفس امّارہ ہمارا دشمن ہے جو ہر وقت ہمارے ساتھ ساتھ ہے، اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ہمارے دل میں بُرے کاموں کی خواہشات پیدا کرتا رہتا ہے۔

نفس گناہ پر مجبور نہیں کرتا

لیکن ان خواہشات کو عملی جامہ پہنانا انسان کا کام ہوتا ہے، کسی کا نفس بھی کسی کو زبردستی کسی کام پر مجبور نہیں کرتا، بس ایک خواہش پیدا کرتا ہے، اب آگے سنبھلنا ہمارا کام ہے۔ اگر اچھی خواہش پیدا ہوئی ہے تو اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس خواہش کو عملی جامہ پہنائیں اور اس نیک کام کو انجام دیں۔ اور اگر کسی گناہ کی خواہش اور جذبہ ہمارے دل میں پیدا ہوگیا ہے تو صرف خواہش اور خیال کی حد تک تو ہمارے اوپر کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر ہم نے اس کو عملی جامہ پہنادیا تو بس اب گناہ وجود میں آگیا اور ہمارے عمل سے وہ گناہ پایا گیا۔

مثلاً کسی مرد کے دل میں اس کے نفس نے یہ خواہش پیدا کی کہ فلاں نامحرم عورت کو بُری نیت سے دیکھے یا کسی عورت کے دل میں یہ خیال ڈالے کہ وہ کسی نامحرم مرد کو بُرے ارادے سے دیکھے۔ اب اگر اس خیال پر عمل نہیں کیا اور نامحرم کو نہیں دیکھا تو کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر اس خواہش پر عمل کرلیا اور اپنے اختیار سے دیکھ لیا تو بس گناہ وجود میں آگیا۔ اس طرح یہ نفس ہمارے اندر نئی نئی خواہشات پیدا کرتا رہتا ہے اور ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے، چاہے وہ بچہ ہو، یا

بوڑھا ہو، یا جوان ہو، مرد ہو یا عورت ہو، امیر ہو یا فقیر ہو، ہر شخص کے دل میں خواہشات کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ لہٰذا یہ نفس انسان کے اندر خواہشات پیدا کرتا ہے اور خواہشات کے ذریعہ انسان کو گناہوں کی دعوت دیتا ہے، نفس کا انسان کو گناہ میں مبتلا کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

شیطان کے بہکانے کا طریقہ

شیطان کا انسان کو بہکانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ گناہوں کو اور گناہوں کی باتوں کو خوشنما اور خوبصورت بنا کر انسان کے ذہن میں ڈالتا ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس میں مزہ اور لذّت نہ ہو، اگر گناہ کے اندر لذّت نہ ہوتی تو کون گناہ کرتا، گناہ میں لذّت کی وجہ سے انسان گناہ کی طرف لپکتا ہے۔ لہٰذا یہ شیطان گناہ کی لذّت اور اس کے فوائد اس کے ذہن میں لاکر اس کو گناہ کی طرف آمادہ کرتا ہے۔ اور انسان کے دل میں وسوسے اور خیالات ڈالتا ہے، مثلاً ٹی وی دیکھنا ہے، اس میں کچھ فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی ہیں، اب شیطان نے انسان کے دل میں اس کے فوائد کو ایسا مزیّن اور آراستہ کر کے پیش کیا کہ اچھے اچھے سمجھدار اور دین دار بھی اس ٹی وی دیکھنے کے گناہ کے اندر مبتلا ہو گئے۔ لہٰذا انسان کا نفس تو انسان کے دل میں خواہشات پیدا کر کے اس کو گناہ کی دعوت دیتا ہے اور شیطان وساوس اور خیالات انسان کے دل میں ڈال کر اس کے ذریعہ گناہ میں مبتلا کرتا ہے۔

حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے نفس اور شیطان کے بارے میں یہ اشعار ارشاد فرمائے ہیں ؎

نفس اور شیطان ہیں خنجر دربغل
وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل

یعنی نفس و شیطان بغل میں خنجر لئے کھڑے ہیں تاکہ تمہیں گناہ کے اندر مبتلا کردیں۔ اور ہر وقت وار کرنے کو تیار کھڑے ہیں، ایک گناہ سے بچ جائے تو دوسرے گناہ میں مبتلا کردیں اور اس سے بچ جائے تو تیسرے گناہ میں مبتلا کردیں۔ بس اسی

کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی طرح یہ انسان گناہ کر بیٹھے، نافرمانی کر بیٹھے، نماز چھوڑ دے، جماعت چھوڑ دے، جھوٹ بول دے، غیبت کر لے وغیرہ۔

پھر آگے فرماتے ہیں ۔

آ نہ جائے دین و ایمان میں خلل
باز آ ہاں باز آ، اے بدعمل
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یعنی جہاں کسی شخص نے اپنے نفس کی ناجائز خواہش پر عمل کیا اور شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے پر عمل کیا، تو بس نفس و شیطان کا وار چل گیا اور وہ شخص گناہ کے اندر مبتلا ہو گیا، اور اس کے ایمان اور عمل میں خلل آگیا۔ اور جس شخص نے اپنے نفس کی ناجائز خواہش کو دبالیا اور شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو دل سے نکال باہر کیا، تو بس ان کا وار خالی چلا گیا اور وہ شخص بچ گیا۔

نفس و شیطان کے حملوں سے بچنے کا بہترین طریقہ

ہمارے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفس و شیطان کے حملوں سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ ارشاد فرمایا ہے: وہ یہ کہ جب انسان کے دل میں کسی گناہ کا خیال اور کسی بُرائی کا وسوسہ پیدا ہو تو فوراً اس خیال اور وسوسے کو دل سے باہر کر دے اور نفس اور شیطان سے کہہ دے کہ مجھے یہ کام نہیں کرنا ہے۔ اور وسوسہ جب تک وسوسہ ہے وہ غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے نہ تو گناہ ہے اور نہ مضر ہے۔

بعض لوگوں کو اس بات سے بڑی پریشانی ہوتی ہے کہ ان کے دل میں گندے خیالات اور وسوسے آتے ہیں، کبھی وہ وسوسے اللہ تعالیٰ کی شان میں ہوتے ہیں اور کبھی اللہ کے رسول کی شان میں ہوتے ہیں، کبھی آخرت کے معاملے میں، کبھی قرآن کریم کے بارے میں بُرے بُرے خیالات آتے ہیں جس کی وجہ سے وہ پریشان

رہتے ہیں۔ تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ وسوسوں کا اور خیالات کا آنا غیر اختیاری چیز ہے اور انسان غیر اختیاری چیزوں کا مکلف نہیں، اور جب مکلف نہیں تو وہ گناہ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا کتنے ہی بُرے سے بُرے خیالات آجائیں، ان کی وجہ سے آدمی گناہ گار نہیں ہوتا، جب گناہ گار نہیں تو پھر ان خیالات کے آنے پر نہ تو غم کرنا چاہئے اور نہ ہی پریشان ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ جتنا ان کی فکر کرے گا تو شیطان اور زیادہ پریشان کرے گا اور پھر اور زیادہ بُرے وسوسے اور بُرے خیالات ذہن میں ڈالے گا۔ لہٰذا اس کا فوری علاج یہ ہے کہ آدمی یہ بات ذہن میں لائے کہ یہ آنیوالے خیالات غیر اختیاری ہیں اور غیر مضر ہیں۔

گناہ کا خیال دل سے فوراً نکال دو

لیکن گناہ کا خیال دل میں آنے کے بعد اگر کسی شخص نے اس خیال کو ذہن میں باقی رکھ لیا اور اس خیال کو اپنے ذہن میں گھمانا شروع کردیا تو یہ اب اس شخص کا اپنا عمل ہے، اب وہ خیال غیر اختیاری نہ رہا بلکہ اختیاری بن گیا اور اس گناہ کی بنیاد پڑ گئی۔ پھر اگر وہ اس گناہ کے خیال پر عمل کرلے گا تو اس عمل کی جڑ اور بنیاد اسی اختیاری خیال پر ہوگی۔ اگر وہ شخص شروع ہی میں اس خیال کو نکال دیتا تو گناہ کی بنیاد قائم نہ ہوتی، لیکن اس نے اس خیال کو باقی رکھا تو گناہ کی بنیاد پڑ گئی اور اس پر گناہ کی عمارت کھڑی ہوگئی۔

لہٰذا جب بھی کسی گناہ کا خیال اور وسوسہ آئے تو اس کو فوراً نکال دو، جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنی توجہ کو اس گناہ کی طرف سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف کرلو، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگ جاؤ، اللہ تعالیٰ کے کمالات اور خوبیاں سوچنا شروع کردو۔ مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کیسے مہربان ہیں، کیسے رحمٰن و رحیم ہیں، کس قدر قادرِ مطلق ہیں، کیسی طاقت اور قوت والے ہیں، کیسی ان کی بڑی شان ہے، کیسے بڑے بڑے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا۔ یہ چیزیں سوچنا شروع کردیں۔

انسانی ذہن کی خاصیت

انسان کے ذہن کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ اس کو سوچنے کے لئے کچھ نہ کچھ چاہئے۔ جب آدمی ایک چیز کو سوچنا شروع کرتا ہے تو دوسری چیزوں کے خیالات آنا بند ہوجاتے ہیں، لہٰذا جب گناہ کے خیال کو دل سے ہٹایا اور ذہن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ کردیا یا اللہ تعالیٰ کے کمالات اور خوبیوں کو سوچنے میں مشغول ہوگئے یا کسی اور جائز اور مباح کام کی طرف اپنے ذہن کو متوجہ کرلیا، تو بس وہ وسوسہ اور خیال بھی جاتا رہا اور ہمارا ذہن کام میں لگ گیا۔ اس لئے کہ اس ذہن کی خاصیت یہ ہے کہ یہ جتنا خالی رہے گا اس کے اندر وسوسے اور خواہشات جوش ماریں گی، اور جتنا ہمارا ذہن کسی کام میں مشغول رہے گا، اتنا ہی اس کے اندر وسوسے اور خیال نہیں آئیں گے اور گناہ کی خواہشات پیدا نہیں ہونگی، اور اس طرح نفس و شیطان کو حملہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ یاد رکھئے، آدمی اچانک اور ایک دم سے کسی گناہ کے اندر مبتلا نہیں ہوتا بلکہ گناہ کے اندر مبتلا ہونے کے بعد اگر آدمی غور کرے تو اس کو نظر آئے گا کہ گناہ کرنے سے پہلے اس کے دل میں گناہ کا وسوسہ آیا تھا، اور پھر اس وسوسے کو دور نہ کیا بلکہ اس کے اندر غور کرتا رہا اور اس کو پالتا رہا، حتیٰ کہ وہی وسوسہ بڑھتے بڑھتے گناہ کے اندر مبتلا ہونے کا ذریعہ بن گیا۔ کیونکہ اچانک کسی گناہ کے اندر ابتلاء تو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

ایک عابد کا عبرتناک واقعہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجلس میں ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے ایک عابد کا عبرتناک واقعہ بیان فرمایا تھا کہ شیطان کس طرح انسان کے دل میں گناہ کا وسوسہ ڈالتا ہے اور آہستہ آہستہ کس طرح انسان کو اصل گناہ میں مبتلا کرتا ہے اور کیسے کیسے گناہ کروا دیتا ہے۔ یہ بڑا عبرتناک واقعہ ہے، ہم سب کو اس سے سبق لینا چاہئے، تاکہ ہم بھی نفس و شیطان کے مخفی ہتھیاروں سے ہوشیار

رہیں، اور اپنے آپ کو ان سے بچانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عابد وزاہد آدمی تھا جو دن رات عبادت میں لگا رہتا تھا، بنی اسرائیل میں اس کی عبادت مشہور و معروف تھی، لوگ دور دور سے اس کے پاس آتے اور اس سے پانی پر دم کراتے اور دعا کراتے۔ اس طرح اس کو عوام کے اندر بڑی مقبولیت حاصل تھی۔

اس بزرگ کے پاس دو بھائی بھی آیا کرتے تھے، ان کی ایک کنواری بہن تھی، ان کے والد اور والدہ وغیرہ اور دوسرے رشتہ دار نہیں تھے، بس یہ تین ہی افراد تھے، ایک مرتبہ ان دونوں بھائیوں کو کسی دور دراز کے سفر پر جانا ضروری ہوگیا، اب اِن دونوں کو یہ فکر ہوئی کہ ہم اپنی بہن کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں، کوئی رشتہ دار یا معتبر آدمی نہیں ہے جس کے پاس بہن کو چھوڑ کر جائیں۔ اسی فکر اور پریشانی میں تھے کہ ان کو خیال آیا کہ یہ عابد اور بزرگ شخص جو ہیں، ان سے زیادہ قابل اعتماد کون ہوگا، بس ان کے پاس چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ دونوں بھائی ان بزرگ کے پاس گئے اور جاکر درخواست کی کہ ہم دونوں ایک سفر پر جارہے ہیں اور جانا بھی ضروری ہے اور اس بہن کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتے اور سفر میں بھی ساتھ نہیں لے جاسکتے، اس لئے ہم اس کو آپ کے پاس چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ پہلے تو ان بزرگ نے صاف انکار کردیا، لیکن جب ان دونوں بھائیوں نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے کہا کہ اچھا اس کو خانقاہ کے فلاں کمرے میں چھوڑ دو، میں اس کے کھانے پینے کا انتظام کردوں گا۔ چنانچہ وہ دونوں بھائی اپنی بہن کو اس کے پاس چھوڑ کر سفر پر روانہ ہوگئے۔

اب وہ بہن خانقاہ کے ایک کمرے میں رہنے لگی، یہ عابد اس کو کھانا بھجوا دیتا تھا، پھر خالی برتن واپس منگوالیا کرتا تھا۔ اب شیطان نے اس عابد کے دل میں خیال ڈالا کہ یہ دونوں بھائی تو مخلص مریدوں میں سے ہیں اور یہ ان کی بہن ہے، اب میں اس کو اس طرح کھانا بھجوا دیتا ہوں، یہ تو مناسب بات نہیں ہے، کبھی خود جاکر بھی

کھانا دے دینا چاہئے۔ چنانچہ اب کبھی کبھی وہ عابد صاحب خود جاکر کھانا پہنچا دیتے، لیکن کھانا دینے کا وہی طریقہ رکھا کہ کھانا باہر دروازے کے پاس رکھ دیا اور اس بہن نے اندر سے ہاتھ بڑھا کر کھانا اٹھالیا، اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد برتن اس نے باہر رکھ دیئے اور یہ اٹھا کر لے آئے۔

دیکھئے! شیطان نے گناہ کرانے کے لئے پہلا خیال دل میں ڈال دیا۔ اگر وہ عابد اسی موقع پر اپنے آپ کو بچالیتا تو آئندہ کے مراحل پر بھی اس کے لئے بچنا آسان ہوجاتا، لیکن وہ عابد اس پہلے مرحلے پر اپنے آپ کو نہ بچاسکا۔ اب شیطان نے اس کے دل میں دوسرا وسوسہ ڈالا کہ یہ کیا تم نے اس کو اچھوت بنا کر رکھا ہوا ہے کہ بس کھانا رکھا اور آگئے اور پھر برتن لے کر واپس آگئے۔ یہ بھی کوئی طریقہ ہے، آخر وہ بھی تو انسان ہے، اس کا تو یہاں پر کوئی بھائی نہیں، کوئی بہن نہیں، کوئی ماں نہیں، کوئی باپ نہیں، کبھی کھانا پہنچانے کے ساتھ اس کو سلام کرنا چاہئے اور خیریت بھی پوچھ لینی چاہئے۔ اب یہ دوسرا مرحلہ آگیا۔ چنانچہ ان عابد صاحب نے اس کو سلام کرنا اور خیریت پوچھنی شروع کردی۔

کچھ دن کے بعد شیطان نے تیسرا وسوسہ ڈالا کہ باہر سے خیریت پوچھنے سے کیا فائدہ، کبھی اندر کمرے میں جاکر بھی خیریت پوچھنی چاہئے تاکہ اس کو کچھ انس ہوجائے، کیونکہ وہ تو بیچاری اکیلی کمرے میں بند ہے، نہ تو اس کا کوئی ہمدرد ہے، نہ کوئی خیرخواہ ہے۔ چنانچہ اس عابد نے اس خیال پر بھی عمل کرلیا اور اب کمرے کے اندر جانے لگا اور دو چار خیریت کے جملے کہہ کر کھانا دے کر اور برتن لے کر واپس آجاتا۔

پھر شیطان نے چوتھا وسوسہ ڈالا کہ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا بھی چاہئے، کم از کم دس منٹ اس کے پاس بیٹھنا بھی چاہئے۔ چنانچہ وہ عابد اس کے پاس دس پندرہ منٹ بیٹھنے لگا۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی کمرے میں مرد اور عورت اکیلے ہوں تو لازماً تیسرا وہاں شیطان ہوتا ہے۔ چنانچہ دونوں کے درمیان رابطہ بڑھتا رہا حتیٰ کہ

آہستہ آہستہ شیطان نے دونوں کو گناہ کے اندر مبتلا کردیا۔ دیکھئے، پہلے وسوسے نے اس کو کہاں سے کہاں تک پہنچادیا۔

ظاہر ہے کہ گناہ میں مبتلا ہونے کے بعد آدمی کو بڑی شرمندگی ہوتی ہے اور آدمی اپنے عیب کو چھپانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ یا تو وہ ایسا بے غیرت ہوجاتا ہے کہ اس کو اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی اور اگر تھوڑی بہت غیرت ہوتی ہے تو وہ اس عیب کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ اس عابد نے اس عورت سے کہا کہ تم کسی کو مت بتانا، اور جب تمہارے بھائی آجائیں تو ان کو بھی مت بتانا۔ اس کے بعد اس عورت کے بچہ پیدا ہوگیا، اب اس عابد کو اپنی عزت کی فکر ہوگئی، سب لوگ یہ کہیں گے کہ اس کے بچہ کیسے پیدا ہوگیا؟ اس کا تو کسی سے نکاح ہی نہیں ہوا تھا۔ اس بدنامی سے بچنے کے لئے اس عابد نے اس بچے کو قتل کردیا۔ اب بچے کو قتل کرنے کے بعد اس عابد کو یہ فکر ہوئی کہ یہ عورت تو اپنے بھائی کو ہر حال میں بتادے گی، یہ کیسے مجھے معاف کردے گی، میں نے تو اس کے بچے کو قتل کردیا۔ اب شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ اس عورت کو بھی قتل کردو، نہ بچہ رہے گا اور نہ بچے کی ماں رہے گی۔ اور جب اس کے بھائی واپس آئیں گے تو بتادوں گا کہ تمہاری بہن کا تو انتقال ہوگیا۔ چنانچہ اس نے اس عورت کو بھی قتل کردیا اور دونوں کو ایک قبر میں دفن کردیا۔

لیکن شیطان نے اس پر اکتفا نہیں کیا، شیطان نے سوچا کہ اس نے سب کچھ کرلیا لیکن ابھی تو اس کی دنیاوی عزت باقی ہے۔ لہٰذا جب اس عورت کے دونوں بھائی سفر سے واپس آئے تو وہ دونوں اس عابد سے اور اپنی بہن سے ملنے گئے، جب عابد سے ملاقات ہوئی اور اپنی بہن کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا۔ اس عابد نے جھوٹ بھی بول دیا۔ اس طرح شیطان نے ایک اور گناہ کرادیا۔ چونکہ وہ دونوں بھائی اس پر اعتماد کرکے اپنی بہن اس کے پاس چھوڑ گئے تھے، اس لئے دونوں نے اس کی بات پر یقین کرلیا کہ ہاں اس کا انتقال ہوگیا ہوگا،

زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔

لیکن شیطان کہاں پیچھا چھوڑنے والا تھا، اس نے سوچا کہ میں نے اس عابد سے یہ سب کام کرا کے اس کی آخرت تو برباد کرادی مگر ابھی دنیاوی عزت و احترام اس کا باقی ہے۔ لہٰذا اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ وہ شیطان ان دونوں بھائیوں کے پاس خواب میں آگیا اور کہا کہ تمہاری بہن کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا۔ شیطان نے کہا کہ کیسے انتقال ہوگیا؟ اس کا انتقال نہیں ہوا بلکہ اس عابد نے اس کو قتل کیا ہے۔ یاد رکھئے! شیطانی خواب بھی ہوتے ہیں اور رحمانی خواب بھی ہوتے ہیں اور نفسانی خواب بھی ہوتے ہیں۔ یہ خواب شیطانی خواب تھا، خواب میں شیطان نے دونوں بھائیوں سے کہا کہ تم دونوں جاکر تحقیق کرو، عابد نے تمہاری بہن کو قتل کیا ہے، اس کا انتقال نہیں ہوا، اس عابد نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ اس خواب کے نتیجے میں ان کو بھی شبہ ہوگیا۔ چنانچہ ان دونوں نے تحقیق کے لئے مشورہ کیا کہ قبر کھود کر ہم تحقیق کرلیتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے، اس سے ہمارا شبہ دور ہوجائے گا۔ اب جب قبر کھود کر دیکھی تو پتہ چلا کہ بہن کو بھی قتل کیا گیا ہے اور اس کے بچے کو بھی قتل کیا گیا ہے اور یہ بچہ اس سے بدکاری کے نتیجے میں پیدا ہوا ہوگا۔ اب دونوں نے جاکر عابد کو پکڑلیا، حقیقت میں وہ قاتل تھا ہی، اس نے جرم کا اقرار کرلیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ بس ان دونوں بھائیوں کو غصہ آگیا، انہوں نے عابد کو پکڑ کر اس کے پیروں میں رسّی باندھی اور اس کا منہ کالا کیا، اور پورے شہر میں سڑکوں پر اس کو گھسیٹا، تاکہ لوگ اس کا منظر دیکھیں اور اس طرح اس کو ذلیل کردیا۔ آج تک پورے شہر میں جس کی عبادت کی شہرت تھی، آج پورے شہر میں اس کی ذلت اور رُسوائی عام ہورہی ہے، اس کی عبادت بھی برباد ہوئی، عزت بھی برباد ہوئی، ذلت اور رُسوائی پوری دنیا کے سامنے آگئی۔

یہ ہے شیطان کی کارستانی۔ دیکھئے! شیطان نے سب سے پہلے اس عابد کے پاس آکر یہ نہیں کہا کہ تو یہ گناہ کرلے، اور نہ ہی شیطان کسی سے یہ کہتا ہے کہ تم نماز

مت پڑھو یا رشوت لے لو یا سود کھالو، بلکہ وہ شیطان پہلے مختلف گناہوں کے وسوسے اور خیالات دل میں ڈالتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ انسان ان خیالات کو قبول کرتا رہتا ہے اور ان پر عمل کرتا رہتا ہے، آخر کار انسان اس بدترین گناہ کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے۔

شیطان کے بارے میں ایک لطیفہ

ایک لطیفہ یاد آیا جو شیطان سے متعلق ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو شیطان نظر آگیا اور شیطان سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ وہ شخص پہچانتا تو تھا نہیں، پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں شیطان ہوں، اس نے فوراً کہا ارے کم بخت تو ہے شیطان، پھر اس کا گریبان پکڑ کر اس کو خوب بُرا بھلا کہا کہ تو بڑا بدبخت ہے اور تو ایسا ویسا ہے، مخلوق کو تو نے برباد کیا ہوا ہے، اور لوگوں کو بہکا بہکا کر نہ جانے کیسے کیسے گناہوں کے اندر مبتلا کیا ہوا ہے۔ شیطان نے کہا بھائی! تو مجھ پر اتنا غصہ کیوں کر رہا ہے، میں تو کسی کو بہکاتا نہیں ہوں، نہ کسی سے زبردستی گناہ کراتا ہوں، میں تو خالی اشارہ کرتا ہوں مگر لوگ میرے ایسے عاشق ہیں اور میرے ایسے فرمانبردار ہیں کہ میرے اشارے پر ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ وہ کیسے؟ شیطان نے جواب دیا کہ میں ابھی دکھا دیتا ہوں، میں تو کچھ بھی نہیں کرتا، لوگ خواہ مخواہ مجھے بدنام کرتے ہیں، کرتے خود ہیں اور نام میرا لگاتے ہیں۔ تم میرے ساتھ چلو میں تمہیں دکھاتا ہوں۔

چنانچہ شیطان اس کو ایک مٹھائی کی دکان پر لے گیا، وہاں پر گرم گرم جلیبیاں تلی جا رہی تھیں۔ شیطان نے اس کی چاشنی کی کڑھائی میں انگلی ڈبوئی اور دیوار پر لگا دی، اور اس شخص سے کہا کہ تم یہاں کھڑے رہنا اور تماشہ دیکھتے رہنا، کل کو مت کہنا کہ میں نے کیا ہے، بس میں نے اتنا ہی کیا ہے کہ دیوار پر ذرا سی چاشنی لگائی ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں چار پانچ مکھیاں آکر اس چاشنی پر بیٹھ گئیں۔ پھر مکھیوں کو

کھانے کے لئے چھپکلی ان پر دوڑ پڑی۔ قریب میں حلوائی کی بلی کھڑی تھی، اس نے جب چھپکلی کو دیکھا تو وہ اس پر جھپٹ پڑی۔ اور ایک شخص جلیبی خریدنے کے لئے آیا تھا، اس کے ساتھ اس کا شکاری کتا بھی تھا، اس نے جب بلی کو دیکھا تو وہ بلی پر جھپٹ پڑا۔ جب وہ کتا جھپٹ پڑا تو حلوائی کی جلیبی کا تھال نیچے گر پڑا۔ جب حلوائی نے یہ صورت دیکھی تو اس نے فوراً اپنا جھرنا نکال کر کتے کے سر پر مارا جس سے کتا مرگیا۔ اب کتے والے نے حلوائی کی پٹائی کردی۔ اب دس آدمی حلوائی کی طرف سے آگئے اور دس آدمی کتے والے کی طرف سے آگئے اور اب دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ آدمی اس طرف کے مرگئے اور پانچ آدمی دوسری طرف کے مرگئے۔ شیطان نے کہا دیکھو! انہیں میں نے مارا ہے یا یہ خود مرے ہیں، میں نے تو خالی چاشنی لگائی تھی، میں نے اور تو کچھ نہیں کیا، آگے جو کچھ کیا وہ انہی لوگوں کی کارستانی ہے، لیکن اس کو یہ لوگ میرے کھاتے میں لکھ دیتے ہیں کہ شیطان نے سب کچھ کروایا ہے۔ اب بتاؤ کہ کیا چاشنی پر مکھی میں نے بٹھائی تھی؟ کیا چھپکلی کو میں نے بھگایا تھا؟ کیا بلی میں نے اچھالی تھی؟ کیا کتے کو میں نے کہا تھا کہ تو بلی پر جھپٹ پڑ؟ کیا یہ سب کام میں نے کئے تھے؟

شیطان کی کمزور تدبیر

بہرحال، حاصل یہ ہے کہ جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا﴾ (سورہ نساء: ٧٦)

یعنی شیطان کا مکر بالکل کمزور ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ دل کے اندر صرف غفلت اور وسوسہ اور خیال ڈالتا ہے، کبھی شیطان یہ نہیں کرتا کہ کوئی شخص نماز پڑھنے جارہا ہو اور شیطان اس کو ہتھکڑیاں پہنا کر باندھ دے کہ خبردار! میں تمہیں نماز کے لئے نہیں جانے دوں گا۔ کبھی آپ نے شیطان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا؟ کبھی ایسا نہیں کرتا، بلکہ وہ تو ہمیشہ دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ لہٰذا جو شخص وسوسوں سے بچ گیا وہ

شیطان کے کید سے بچ گیا، اور جس شخص نے وسوسے کو دل میں بٹھالیا اور اس پر عمل کرلیا تو بس وہ گناہ کے اندر مبتلا ہوگیا۔ اور شیطان کے وسوسے ڈالنے کے بہت سے طریقے ہیں اور ان سے بچنے کے بھی بہت سے طریقے ہیں۔ اب ہمیں شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے طریقے جان لینے چاہئیں تاکہ ہم گناہوں سے محفوظ رہ سکیں۔

اللہ کی طرف رجوع کریں

نفس و شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کی ضرورت ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوجائے، بس وہی شخص نفس و شیطان کی مکاریوں اور عیاریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے، لہٰذا سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرنا چاہئے۔ اور نفس کے حملوں سے بچنے کے لئے حدیث شریف میں عجیب و غریب دعا منقول ہے۔ وہ یہ ہے:

﴿يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ، اَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ وَلَاتَكِلْنِي اِلٰى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ﴾

(ترمذی شریف بحوالہ مناجات مقبول)

اے حی و قیوم! میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں، میری ہر حالت کی اصلاح فرما دیجئے اور پلک جھپکنے کے برابر بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ فرما۔ یہ دعا ہم یاد کرلیں، عربی میں نہ کرسکیں تو اردو ہی میں یہ دعا مانگ لیا کریں کہ یا اللہ! ہمیں ایک لمحے کے لئے بھی نفس و شیطان کے حوالے نہ فرما، اور ان کے شر سے اپنی پناہ کامل عطا فرما، آمین۔ ہم میں سے کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ان کے شر سے بچ نہیں سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا تو ہم ان کے شر سے بچ سکیں گے ورنہ نہیں بچ سکتے۔

شیطان کے حملوں سے بچنے کا دوسرا طریقہ

شیطان کے حملوں سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شیطان کے مردود ہونے کا جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے، اور ہر جگہ پر شیطان نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اب میں انسانوں کو تیرے سیدھے راستے سے گمراہ کروں گا اور ان کو بہکاؤں گا، تاکہ یہ بھی میرے ساتھ جہنم میں جائیں۔ لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ:

﴿إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ (سورۃ الحجر: ۴۰)

یعنی ان انسانوں میں جو آپ کے منتخب اور برگزیدہ بندے ہونگے جو آپ کے مخلص اور فرمانبردار بندے ہونگے، ان کو میں نہیں بہکا سکوں گا، ایسے لوگ میرے داؤ سے بالکل محفوظ رہیں گے۔ یہ خود اس نے کہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کریم میں نقل فرمایا ہے۔ منتخب اور برگزیدہ بندے وہ ہیں جو اعمالِ صالحہ کرنے میں اور گناہوں سے بچنے میں لگے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسے نیک اور صالح بندے شیطان کے مکائد سے اور اس کی عیاریوں اور مکاریوں سے محفوظ رہیں گے۔

لہٰذا ہمارے لئے شیطان کے حملے سے بچنے کے لئے یہ ضروری ٹھہرا کہ ہم نیک اور صالح بندوں کی صحبت کو لازم کرلیں، اس لئے کہ منجانب اللہ وہ شیطان سے محفوظ ہیں اور جو ان کے پاس بیٹھے گا وہ بھی محفوظ ہوجائے گا۔ انشاء اللہ۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل میں مسلمانوں کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے کو فرض عین کہتا ہوں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایمان کی حفاظت فرض عین ہے اور جس ذریعہ سے ایمان کی حفاظت ہوگی وہ ذریعہ بھی فرض عین ہوگا، اور آج اس زمانے میں ایمان کی حفاظت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی خدمت اور ان کی صحبت

ہے، ان سے آدمی اخلاص اور سچی طلب کے ساتھ رابطہ قائم رکھے اور ان سے مشورہ لے کر چلے اور ان سے پوچھ پوچھ کر زندگی گزارے۔ بس یہ ہے اللہ والوں کی صحبت اور خدمت میں رہنا، اب چاہے فون کے ذریعہ رابطہ رکھے، چاہے خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ رکھے یا زبانی رابطہ رکھے، لیکن ان کی رہنمائی میں چلے اور ان سے پوچھ پوچھ کر اپنی زندگی کے مسائل حل کرے، وہ مسائل جن کا تعلق دین اور شریعت سے ہے اور جن کا تعلق آخرت سے ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ

آخر میں حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ عرض کردیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے نیک اور بزرگ شخصیت کے تعلق کی وجہ سے کس طرح ان کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر، محدث، محقق اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر تھے۔ جب یہ ظاہری علوم حاصل کر کے فارغ ہوگئے تو اپنے نفس کی اصلاح اور تربیت کے لئے کسی اللہ والے کی تلاش میں نکلے۔ دور دراز کا سفر کیا، لیکن ان کو کسی بزرگ سے مناسبت معلوم نہیں ہوئی۔ آخر کار تلاش کرتے کرتے ایک بزرگ کے پاس پہنچے تو ان سے کچھ مناسبت محسوس ہوئی، ان سے جاکر انہوں نے درخواست کی کہ آپ مجھے بیعت فرمالیجئے، میں آپ کی خدمت میں رہ کر اپنے باطن کی تربیت کرانا چاہتا ہوں۔ پہلے تو ان بزرگ نے انکار کیا لیکن جب ان کا اصرار بڑھا تو ان بزرگ نے ان کو ایک وقت بتادیا کہ فلاں وقت خانقاہ میں آجانا، میں تمہیں بیعت کرلوں گا۔

جب وہ مقررہ وقت آیا تو حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں بیعت ہونے کے لئے پہنچے تو ان بزرگ نے خانقاہ کا دروازہ اندر سے بند کرلیا اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے بٹھایا، اور ان کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے علم کے پندار اور اس کے گھمنڈ کو دور کرنے کے لئے ان کے دل پر توجہ دی۔ توجہ کیا ہے؟

توجہ قوت خیالیہ سے کام لینے کا نام ہے۔ بعض بزرگوں نے خاص خاص حالات میں اپنے پاس اصلاح کے لئے آنے والے لوگوں کی تربیت کے لئے یہ انداز بھی اختیار کیاہے۔ یہ طریقہ کار اگرچہ جائز ہے لیکن اصلاح کرنے کا لازمی حصّہ نہیں ہے، نہ اس کا اثر دائمی ہوتا ہے اور نہ ہر بزرگ اس کو اختیار کرتا ہے، بلکہ بعض محقق حضرات کے ارشاد کے مطابق یہ طریقہ ہر شخص کے لئے مفید بھی نہیں ہوتا، حتیٰ کہ بعض کو اس سے نقصان بھی ہوتا ہے۔ اور بعض لوگ خود کچھ کرنے کے بجائے اسی قسم کے توجہ و تصرف کے منتظر رہنے لگتے ہیں، اسی لئے ہمارے بزرگوں کے ہاں اس کا رواج نہیں۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ مجھے تو اپنی توجہ کو سب طرف سے ہٹا کر ایک خاص شخص کی جانب جو مخلوق ہے ہمہ تن متوجہ ہوجانے میں غیرت آتی ہے، یہ تو حق خاص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے کہ سب طرف سے توجہ ہٹا کر بس اسی ایک ذات کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جائے۔ البتہ دل سوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تعلیم کرنا اور دل سے یہ چاہنا کہ طالبین کو نفع پہنچے اور ان کی دینی حالت درست ہوجائے، یہ توجہ کا ماثور طریق ہے اور یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سُنّت ہے، اور یہ نفع اور برکت میں توجہ متعارف سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کے اثر کو بقا ہے، برخلاف توجہ متعارف کے کہ اس کا اثر بس اسی وقت ہوتا ہے پھر کچھ نہیں۔ اور فرمایا کہ مجھے تو باوجود جائز ہونے کے توجہ متعارف سے طبعی توحش ہے جیسے اوجھڑی سے کہ اگرچہ حلال ہے لیکن بعض طبیعتیں اس کو قبول نہیں کرتیں۔ (انفاس عیسیٰ صفحہ ۴۴۸)

ہاں خاص خاص حالات میں کسی فوری ضرورت کے تحت اس کے آداب وشرائط کا خیال رکھتے ہوئے بعض بزرگوں نے اس سے کام بھی لیا ہے، جیسے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصّہ میں یہ بات پیش آئی ــــ واللہ اعلم

اس توجہ سے ان کو یہ محسوس ہونے لگا کہ جیسے کوئی چیز ان کے دل سے نکل رہی ہے۔ جس طرح تیز ہوا سے کتاب کے ورقے خود بخود پلٹتے ہیں، اس طرح ان کو اپنے دل میں ورقوں کے پلٹنے کی آواز محسوس ہوئی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بزرگ سے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کس چیز کی آواز ہے؟ ان بزرگ نے جواب دیا کہ تم جو کچھ پڑھ کر آئے ہو وہ نکل رہا ہے، اور جب یہ ظاہری علم نکل جائے گا تب باطنی علم آئے گا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً کہا کہ حضرت! ذرا ٹھہر جائیے، یہ ظاہری علوم میں نے بڑی مشکلات کے بعد اور بڑی محنت سے حاصل کئے ہیں، راتوں کو جاگ کر، لمبے لمبے سفر کر کے بڑی مشقتیں جھیل کر ان کو حاصل کیا ہے اور آپ ذرا سی دیر میں ان کو نکال رہے ہیں۔ یہ میرے بس کی بات نہیں، میں آپ سے بیعت نہیں ہوتا، آپ مجھے بیعت مت فرمائیے، مجھے اسی حالت میں رہنے دیں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، ظاہری طور پر تو یہ علوم نکل جائیں گے، پھر باطنی طور پر جو علوم آئیں گے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہوں گے، اس لئے تم بیعت ہو جاؤ۔ لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بیعت نہ ہوئے اور بیعت ہونے سے انکار کر دیا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اچھا اب تمہاری مرضی، جب بیعت نہیں ہونا چاہتے تو اب میں زبردستی تمہیں کیا بیعت کروں۔ پھر فرمایا کہ اچھا تم ہم سے بیعت تو نہیں ہوئے، لیکن ہم سے تمہارا تعلق ہے، اب تم اس تعلق کو باقی رکھنا، کبھی کبھار ملتے رہنا، یہ تعلق تمہیں کام آئے گا۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے رخصت ہونے کے بعد بھی اس تعلق کو قائم رکھا۔ پھر علوم شرعیہ و عقلیہ کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دہریوں کا بڑا زور تھا۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والے کو "دہریہ" کہا جاتا ہے۔ اور یہ منکرین خدا یہ چاہتے تھے کہ عقل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کیا جائے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اللہ تعالیٰ کے وجود کو عقل سے ثابت کرنے کے سو دلائل موجود تھے۔

جب کسی دھریے سے مناظرہ فرماتے تو بس دس پندرہ دلائل کے ذریعہ ہی اس کو شکست دیدیا کرتے تھے۔

اتفاق سے ان بزرگ کی زندگی ہی میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آگیا۔ انتقال کے وقت شیطان آپ کے سرہانے آکر بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، آمین۔ شیطان نے آکر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ بتاؤ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے یا نہیں؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ شیطان نے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عقلی دلیل پیش کی۔ شیطان نے اس دلیل کو توڑ دیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری دلیل دی۔ شیطان نے اس کو بھی توڑ دیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری دلیل دی۔ شیطان نے اس کو بھی توڑ دیا۔ اس طرح دس دلیلیں دیں، شیطان نے ان سب کو توڑ دیا، اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دلائل پر دلائل دیتے چلے جارہے ہیں اور شیطان ان کو توڑتا جارہا ہے۔ جب ساٹھ ستر دلیلیں پیش کردیں اور شیطان نے ان سب کو توڑ دیا تو اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی فکر اور تشویش ہوئی کہ یہ کون شخص ہے جو میری ہر دلیل کو توڑ رہا ہے اور میری ہر دلیل کا ایسا جواب دے رہا ہے کہ مجھے لاجواب کرتا جارہا ہے۔ اگر خدانخواستہ اسی رفتار سے یہ جواب دیتا رہا تو ذرا سی دیر میں میرے دلائل کا ذخیرہ ختم ہوجائے گا، اور جب میرے پاس دلائل کا ذخیرہ ختم ہوجائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود میں عقلاً مجھے بھی شبہ ہوگیا، اور یہ میرا آخری وقت ہے، اگر اس آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کے وجود میں شبہ ہوگیا تو میرا خاتمہ ہی خراب ہوجائے گا۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ سوچ کر اور پریشان ہوگئے۔

یہاں تک کہ آپ نے ننانوے دلیلیں دیدیں اور شیطان نے وہ ننانوے دلیلیں توڑ ڈالیں۔ اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پسینہ پسینہ ہوگئے اور گھبرا گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اب دیکھئے کہ چونکہ کچھ عرصہ تک ایک بزرگ سے تعلق رہا تھا، اس لئے

وہ تعلّق کام آیا، اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس گھبراہٹ اور پریشانی کی کیفیت کو منکشف فرمایا۔ اس وقت وہ بزرگ اور شیخ وضو فرمارہے تھے، ان کے ہاتھ میں ایک لوٹا تھا، اسی حالت میں وہ لوٹا انہوں نے زمین پر مارا اور کہا: اے رازی! یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ کے وہ الفاظ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں پہنچا دیئے۔ جب ان بزرگ کی آواز امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں آئی کہ اے رازی! یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں، امام رازی نے فوراً یہ الفاظ اپنی زبان سے کہہ دیئے۔ بس یہ کہنا تھا کہ شیطان فوراً وہاں سے اٹھ کر بھاگ گیا، اس لئے کہ اس دلیل کا کوئی جواب نہیں، اس دلیل کو کوئی توڑ ہی نہیں سکتا کہ میں بلادلیل اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں، آخرت کو مانتا ہوں اور جنّت و دوزخ کو مانتا ہوں۔ بس یہ الفاظ کہے اور اس کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا، اور نیک تعلّق کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور آپ کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا۔

خلاصہ

اس لئے بھائی! اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور کسی نہ کسی اللہ والے کا دامن تھامنا چاہئے تاکہ اس کی خدمت اور صحبت میں رہ کر انسان اپنے اعمال کی بھی اصلاح کرسکے، اپنے اخلاق کی بھی اصلاح کرسکے، اور اپنے ایمان کی بھی حفاظت کرسکے۔ اللہ کے نیک بندوں کی خدمت میں اللہ کے واسطے آنے والوں کا خاتمہ اللہ تعالیٰ ضرور ایمان پر فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

نماز میں دل کی حفاظت

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات: جلد نمبر: ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نماز میں دل کی حفاظت کیجئے

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیٔات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، ونشھد ان سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرا۔

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم
﴿ولقد آتینا لقمٰن الحکمۃ ان اشکر للہ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید۝﴾ (سورۃ لقمان: ۱۲)

تمہید

میرے قابل احترام بزرگو! جو آیت میں نے تلاوت کی ہے، یہ سورۂ لقمان کی آیت ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لقمان علیہ السلام کا ایک عجیب و غریب قول نقل فرمایا ہے، اس وقت اسی قول کی تشریح اور وضاحت کرنا مقصود ہے۔

اس قول میں حضرت لقمان علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے چار ہزار پیغمبروں کی خدمت کی ہے، اور ان کی صحبت میں رہا ہوں، اور ان کی تعلیمات سے فیض یاب ہوا ہوں، اور ان کے ارشادات سنے ہیں، ان تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور

ارشادات میں سے آٹھ باتیں میں نے خلاصے کے طور پر حاصل کی ہیں، گویا یہ آٹھ باتیں ان کی تمام تعلیمات اور ارشادات کا خلاصہ ہیں:

آٹھ باتیں

① پہلی بات یہ ہے کہ جب تم نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

② دوسری بات یہ ہے کہ جب تم دستر خوان پر ہو تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

③ تیسری بات یہ ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان بیٹھو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

④ چوتھی بات یہ ہے کہ جب کسی کے گھر میں جاؤ تو اپنی نظر کی حفاظت کرو۔

⑤ پانچویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھو۔

⑥ چھٹی بات یہ ہے کہ موت کو ہمیشہ یاد رکھو۔

⑦ ساتویں بات یہ ہے کہ جب تم کسی کے ساتھ اچھا سلوک اور احسان کرو تو احسان کرنے کے بعد اس کو ہمیشہ کے لئے بھول جاؤ۔

⑧ آٹھویں بات یہ ہے کہ جو شخص تمہارے ساتھ کوئی بد سلوکی کرے، تمہیں تکلیف اور ایذاء دے تو اس کو بھی ہمیشہ کے لئے بھول جاؤ۔

یہ آٹھ باتیں ہیں جن کو حضرت لقمان علیہ السلام نے چار ہزار انبیاء علیہم السلام کی صحبت میں رہ کر حاصل کی ہیں اور جو ان کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں اور یہ باتیں اسلامی تعلیمات کا بھی نچوڑ اور لب لباب ہیں اور ان باتوں کی ہمارے دین میں بھی بڑی تاکید اور ترغیب دی گئی ہے۔ یہ باتیں اگر ہمارے ذہن میں بیٹھ جائیں اور ہمارے عمل میں آجائیں تو اس کے نتیجے میں ہماری زندگیوں میں انقلاب آجائے۔ ہم سدھر جائیں اور قرآن و سُنت کے مطابق زندگی گزارنے والے بن جائیں۔ اسی لئے اب ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

❶ پہلی بات نماز میں دل کی حفاظت

پہلی بات یہ ہے کہ جب تم نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔ نماز ہمارے دین کی اہم ترین عبادت ہے، اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے، دونوں کو درست کرنا ضروری ہے، اور دونوں کو سُنّت کے مطابق سنوارنا اور بنانا ہماری ذمّہ داری ہے، جب تک ہماری نماز کا ظاہر و باطن درست نہیں ہوگا اس وقت تک ہماری نماز مکمل نہیں ہوگی۔ نماز کے اندر کمال آنے کے لئے اور اس کی خوبصورتی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ظاہر بھی صحیح ہو اور اس کا باطن بھی صحیح ہو۔

نماز میں روزے اور زکوٰۃ کی شان

نماز ایک ایسی بنیادی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمام عبادتوں کی شانیں جمع فرمادی ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نماز میں روزے کی شان بھی موجود ہے، روزے کی شان یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے بعد کھانا حرام، پینا حرام، جنسی تقاضے پورے کرنا حرام، بالکل اسی طرح نماز کی نیت باندھتے ہی کھانا پینا اور جنسی تقاضے پورے کرنا حرام ہوجاتا ہے۔ اسی طرح نماز میں زکوٰۃ کی شان بھی موجود ہے۔ زکوٰۃ کی شان یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا پایا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص مقدار زکوٰۃ کے طور پر غریبوں پر خرچ کرنا فرض قرار دیا ہے، اسی طرح نماز کے اندر بھی پیسے خرچ کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ نماز کے اندر ستر پوشی فرض ہے، مرد کے لئے ناف سے گھٹنے تک بدن کا حصہ چھپانا نماز میں شرط ہے، اور عورت کے لئے چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر کے علاوہ باقی پورا جسم چھپانا نماز میں شرط ہے اور ستر پوشی کے لئے پیسے خرچ کرنا ضروری ہے، پیسے خرچ کئے بغیر کپڑا نہیں ملے گا، لہٰذا نماز کے اندر زکوٰۃ کی شان بھی موجود ہے۔

نماز میں حج کی شان

اسی طرح نماز کے اندر حج کی شان بھی موجود ہے، حج کی شان یہ ہے کہ اس میں بیت اللہ کی تعظیم و تکریم اور اس کا احترام ہے اور اس میں بیت اللہ کی زیارت اور طواف ہے، اسی طرح نماز کے اندر ہر نمازی کو بیت اللہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے، چاہے وہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھ رہا ہو یا پانی کے جہاز میں، چاہے وہ گاڑی میں نماز پڑھ رہا ہو یا کشتی میں، جب تک وہ قبلہ کی طرف منہ نہیں کرے گا، نماز نہیں ہوگی۔ لہٰذا نماز کے اندر حج کی شان بھی موجود ہے۔

نماز میں اعتکاف کی شان

اسی طرح نماز کے اندر اعتکاف کی شان بھی موجود ہے، اعتکاف کی شان یہ ہے کہ جب معتکف مسجد میں اعتکاف کرلیتا ہے تو پھر مسجد ہی میں رہتا ہے، مسجد سے باہر نہیں جاتا، صرف شرعی ضرورت اور طبعی ضرورت کے لئے باہر جاتا ہے، ورنہ مسجد ہی میں رہتا ہے۔ اسی طرح نمازی نماز کی نیت باندھنے کے بعد نہ وہ عادت کے مطابق چل سکتا ہے، نہ بول سکتا ہے، نہ آنا جانا کرسکتا ہے۔ جس طرح معتکف مسجد میں محبوس ہوجاتا ہے، اسی طرح نمازی جس جگہ پر نماز کی نیت باندھ لیتا ہے اسی جگہ محبوس ہوجاتا ہے، معتکف کو اعتکاف کے دوران پھر بھی مسجد میں چلنے کی اجازت ہوتی ہے، باتیں کرنے کی اجازت ہوتی ہے، لیکن نمازی تو نیت باندھنے کے بعد نہ چل سکتا ہے، نہ باتیں کرسکتا ہے۔ لہٰذا اعتکاف کی شان بھی نماز کے اندر موجود ہے

نماز میں قربانی کی شان

اسی طرح نماز کے اندر قربانی کی شان بھی موجود ہے۔ قربانی کی شان یہ ہے کہ بندہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی کا اظہار کرتا ہے۔ اسی

طرح نماز کے اندر بھی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور اپنی عزت کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے قربان کردیتا ہے۔ چنانچہ وہ قیام کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسی ہیئت کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ عاجزی کی ہیئت اور کوئی نہیں ہوسکتی، پھر رکوع میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جاتا ہے، پھر سجدہ میں اپنی باعزت پیشانی کو بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رکھ دیتا ہے، اور اپنی ناک زمین پر رکھ کر اپنی ذلت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے اندر سے تکبر اور بڑائی کو نکال دیتا ہے۔ لہٰذا نماز کے اندر قربانی کی روح اور اس کی شان بھی موجود ہے۔ اس لئے یہ نماز اہم ترین عبادت ہے۔ اگر ہماری نماز صحیح ہوجائے اور حضرت لقمان علیہ السلام کی ہدایت پر عمل ہوجائے تو ہماری نماز کے اندر روح پیدا ہوجائے گی اور اس کے نتیجے میں باقی عبادات بھی زندہ ہوجائیں گی۔

عبادات کی تمام اقسام نماز کے اندر ہیں

پھر عبادات کی کئی شکلیں ہیں۔ جیسے فرائض، واجبات، سُنّت مؤکدہ، سُنّت غیر مؤکدہ، مستحب و مندوب۔ یہ عبادات وہ ہیں جو درجہ بدرجہ ہیں اور ان کے کرنے کا حکم ہے۔ عبادات کی یہ تمام شکلیں نماز کے اندر موجود ہیں۔ چنانچہ نماز میں چھ فرض ہیں، چودہ واجبات ہیں، باون سنتیں ہیں، جن میں سے اکثر سُنّت مؤکدہ ہیں اور کچھ سنتیں غیر مؤکدہ ہیں، چھ یا سات مستحبات ہیں۔ پھر ایک عبادت ہے ذکر۔ اس کی بہت سی شکلیں ہیں۔ جیسے "سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، درود شریف، استغفار، تلاوت قرآن شریف، دعا، یہ سب ذکر کے اندر داخل ہیں"۔ ذکر اللہ کی یہ آٹھوں شکلیں اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر جمع فرمادی ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ نماز کتنی اہم عبادت ہے۔

نماز میں دوسری مخلوقات کی عبادت

انسان کے علاوہ جو دوسری مخلوقات ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف عبادتوں

میں لگایا ہوا ہے، ان کی عبادتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر جمع فرمادیا ہے۔ مثلاً فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف عبادتوں میں لگایا ہوا ہے۔ بعض قیام کی حالت میں عبادت کررہے ہیں، بعض فرشتے رکوع کی حالت میں عبادت کررہے ہیں، بعض فرشتے سجدے کی حالت میں عبادت کررہے ہیں۔ فرشتوں کی ان مختلف عبادتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری نماز میں جمع فرمادیا ہے۔ چنانچہ ہماری نماز میں قیام بھی موجود ہے، رکوع بھی موجود ہے اور سجدہ بھی موجود ہے۔ نیز فرشتوں کے علاوہ جو دوسری مخلوقات ہیں وہ بھی عبادت میں مشغول ہیں۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ پہاڑ قعدے کی حالت میں اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں، بس یہی ان کی عبادت ہے۔ درخت قیام کی حالت میں اللہ کی عبادت کررہے ہیں، چوپائے رکوع کی حالت میں اللہ کی عبادت کررہے ہیں، اسی طرح رینگنے والے جانور کیڑے مکوڑے سانپ وغیرہ یہ سب سجدہ کی حالت میں اللہ کی عبادت کررہے ہیں۔ انسان کی نماز میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ عبادات جمع فرمادی ہیں۔ اس طرح انسان کی نماز ایک جامع ترین نماز ہے۔

نماز قائم کرنے کا مطلب

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً تیس مقامات پر نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ نماز قائم کرنے کا مطلب اور ہے، اور نماز پڑھنے کا مطلب اور ہے۔ ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں لیکن نماز قائم نہیں کرتے۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات اور جملہ آداب کے ساتھ اور مرد کو باجماعت نماز ادا کرنا، اور خواتین کا گھر میں ان تمام امور کی رعایت کے ساتھ نماز پڑھنا نماز کو قائم کرنا ہے۔ لیکن اگر نماز کے اندر ہم صرف فرائض و واجبات کو ادا کرلیں، سنتوں اور مستحبات کا کوئی اہتمام نہ ہو، جماعت سے پڑھنے کا اہتمام نہ ہو، اور صرف اٹھک بیٹھک کرلیں اور جلدی جلدی نماز پڑھ لیں تو یہ نماز قائم کرنا نہیں ہے۔ آج سے ہم اس بات کا اہتمام کرلیں کہ ہماری نمازیں سُنّت کے مطابق ہوں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گورنروں کے نام فرمان

فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کے نام ایک فرمان جاری کیا تھا، وہ مشکوٰۃ شریف کے اندر موجود ہے، وہ فرمان یہ تھا کہ:

> ”تمہارے تمام کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم چیز نماز کی حفاظت ہے، جس شخص نے نماز کی حفاظت کی تو اس کے بارے میں مجھے اطمینان ہے کہ باقی امور بھی وہ ٹھیک انجام دے گا۔ اور اگر اس نے نماز کو ضائع کردیا اور اس کی حفاظت نہ کی تو نماز کے علاوہ دوسرے کاموں کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا“۔

اس کی تشریح میں حضرات محدثینؒ نے فرمایا ہے کہ نماز کی حفاظت یہ ہے کہ آدمی نماز کو اس کے سنن اور مستحبات کے ساتھ ادا کرے۔ نماز کے فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کے بیان پر کتابیں موجود ہیں، مثلاً حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی کتاب ہے ”نمازیں سُنّت کے مطابق پڑھئے“ یہ بڑی جامع کتاب ہے، اس میں حضرت مولانا مدظلہم نے تکبیر اولیٰ سے لے کر سلام پھیرنے تک نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمادیا ہے، اگر ہم اپنی نمازوں کو اس کے مطابق کرلیں تو اس کے اندر فرائض و واجبات، سنن اور مستحبات سب آجائیں گے۔ دوسری کتاب کا نام ”کامل طریقہ نماز“ ہے، اس میں نماز کے فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کو علیحدہ علیحدہ بیان کردیا گیا ہے اور پھر پورا طریقہ نماز مردوں اور عورتوں کے لئے جدا جدا لکھا گیا ہے۔ تیسری کتاب ہے ”نماز کی چند اہم کوتاہیاں“ اس کے اندر وہ اہم اہم کوتاہیاں بیان کردی گئی ہیں جن کی طرف توجہ نہ دینے سے ہم نماز قائم کرنے سے محروم ہیں، اس کتاب کو پڑھ کر اس پر عمل کرلیں تو انشاء اللہ ہماری نمازوں میں ٹھہراؤ آجائے گا۔ اس کے علاوہ ”خواتین کا طریقۂ نماز“ نام کا کتابچہ علیحدہ

چھپا ہوا ہے جس میں صرف خواتین کی نماز کے طریقے کو بیان کیا گیا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان کا مطالعہ کریں اور اپنی اپنی نمازیں درست کریں۔

نماز کے چار اہم ارکان کی درستی

نماز میں چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان کے اندر اطمینان کی کیفیت حاصل ہوجائے تو پھر ہماری نماز بہت حد تک درست ہوجائے گی، اس لئے کہ زیادہ تر کوتاہی انہی چار چیزوں میں ہوتی ہے، وہ چار چیزیں یہ ہیں: رکوع، سجدہ، قومہ، اور جلسہ، ان چاروں کی طرف خصوصی توجہ دینا ہمارے لئے لازم اور ضروری ہے۔ ہم خود بھی ان کتابوں کو پڑھ کر اپنی نمازیں درست کریں اور اپنے گھر والوں کی نمازیں بھی درست کرنے کی کوشش کریں، اور جب نماز درست ہوجائیگی تو ہمارے دوسرے اعمال بھی درست ہوجائیں گے، ان کے اندر جان پڑجائے گی، اور خدانخواستہ اگر ہماری نماز بے جان ہوگی تو دوسرے اعمال بھی بے جان ہوجائیں گے

ہماری نماز کی کیفیت

لہٰذا حضرت لقمان علیہ السلام نے یہ جو نصیحت فرمائی کہ نماز کے اندر اپنے دل کی حفاظت کرو، اس سے نماز کے باطن کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ہماری نمازوں کی ظاہری حالت خراب ہے، اسی طرح ہماری نمازوں کی اندرونی اور باطنی حالت بھی خراب ہے، چنانچہ نیت باندھتے ہی ہمارا ذہن اور دل غائب ہوجاتا ہے، پوری نماز میں شاید ہی کسی وقت یہ خیال آتا ہو کہ ہم نماز پڑھ رہے ہیں، ورنہ سلام پھیرتے وقت ہوش آتا ہے کہ اچھا نماز ختم ہوگئی ہے۔ اسی وجہ سے ہمیں نماز میں بار بار شبہ بھی رہتا ہے کہ معلوم نہیں کتنی رکعتیں پڑھ لیں اور کتنی رکعتیں باقی ہیں۔ یہ نماز سے غائب ہونے کی نشانی ہے، یہ نماز کی باطنی خرابی ہے۔

نماز میں آنے والے وساوس کا علاج

اس خرابی کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے اندر دو باتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ غیر اختیاری طور پر نماز میں جو خیالات آتے ہیں، ان کے بارے میں یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ یہ خیالات آنا کبھی بند نہیں ہوں گے، اور نہ ہی ان کے بند کرنے کا کوئی راستہ ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز کی نیت باندھ کر سلام تک ہم اپنا ذہن اور اپنا دل نماز کی طرف متوجہ کرتے رہیں، یہ کام اختیاری ہے۔ ہمارا یہ حال ہے کہ جن غیر اختیاری خیالات کو روکنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے، ان کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کا رونا روتے ہیں، اور جو کام ہمارے اختیار میں ہے، اس کو کرنے کی کوشش نہیں کرتے، لہٰذا دھیان لگنا غیر اختیاری ہے ہم اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور دھیان لگانا اختیاری ہے اس کو ہم نہیں کرتے، جب کہ حکم بھی دھیان لگانے کا ہے۔ جب ہم اس کی مشق اور کوشش کریں گے تو انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ ہم اپنا ذہن نماز میں لگانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

کس کی نماز کا ثواب زیادہ ہے

چنانچہ بعض بزرگوں نے یہاں تک فرمایا ہے کہ ایک آدمی وہ ہے جو نماز کی نیت باندھتے ہی اس کا ذہن نماز میں ایسا مشغول ہوجاتا ہے کہ سلام پھیرنے سے اس کا ذہن نماز سے باہر آتا ہے۔ اور دوسرا آدمی وہ ہے کہ نماز کی نیت باندھتے ہی اس کا ذہن اِدھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے لیکن وہ برابر یہ کوشش کرتا رہتا ہے کہ میرا دل نماز میں لگے، یہاں تک کہ پوری نماز اسی کوشش میں ختم ہوجاتی ہے۔ تو ثواب کے اندر یہ دونوں برابر ہیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے شخص کا ثواب بڑھ جائے، کیونکہ یہ ایک مجاہدے سے گزر رہا ہے اور بڑی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ جو اختیار میں نہیں اس کی فکر میں پڑے رہتے ہیں اور جو اختیار میں ہے اس کو کرتے نہیں ہیں، یہ بڑی ناسمجھی کی بات ہے۔ سمجھ داری کی بات یہ ہے کہ جو چیز

ہمارے اختیار میں ہے اور جس چیز کا ہمیں حکم ہے اس کی فکر کریں اور کوشش کریں۔ اور جس کا حکم نہ ہو یا وہ غیر اختیاری امر ہو اس کی طرف توجہ ہی نہ دیں۔

نماز میں آنے والے خیالات کا پہلا علاج

اب نماز میں خیالات کو روکنے کی جو صورتیں ہیں وہ عرض کردیتا ہوں، جس شخص کے لئے جو صورت آسان ہو وہ اس کو اختیار کرلے۔ ایک صورت یہ ہے کہ نماز کی نیت باندھنے کے بعد ہم یہ تصور باندھتے رہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، ذہن اگر دوسری طرف چلا جائے تو فوراً یہ تصور دل میں لائیں کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں اور اس کے سامنے نماز پڑھ رہا ہوں۔

دوسرا علاج

دوسری صورت یہ ہے کہ نماز کی نیت باندھنے کے بعد یہ تصور کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں کہ میں کس طرح نماز پڑھ رہا ہوں، کس طرح تلاوت کررہا ہوں، کس طرح قیام کررہا ہوں، کس طرح رکوع کررہا ہوں، کس طرح سجدہ کررہا ہوں۔ اس طرح ہر رکن میں یہ خیال دل میں جماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

تیسرا علاج

تیسری صورت یہ ہے کہ نماز میں جو تلاوت اور اذکار اور تسبیحات ہیں وہ سب عربی میں ہیں۔ ان کے اردو ترجمہ اور مطلب کی طرف توجہ کریں، جب قرآن کریم کی تلاوت کریں تو اس کے معنی کی طرف توجہ کریں۔ جب رکوع و سجدہ کریں تو ان کی تسبیحات کے معنی کی طرف توجہ کریں۔

چوتھا علاج

چوتھی صورت یہ ہے کہ تلاوت اور اذکار اور تسبیحات کے الفاظ کی طرف توجہ

اور دھیان رکھیں۔ عام لوگوں کے لئے یہ چوتھی صورت بہت آسان ہے، اور انفرادی نماز میں تلاوت اور اذکار ہلکی ہلکی آواز سے اس طرح پڑھیں کہ اپنے کان میں تو آواز پہنچ جائے لیکن برابر والے کی نماز میں خلل نہ آئے۔ پھر اپنے ذہن کو اپنی آواز اور الفاظ کی طرف لگائے، مثلاً اس طرح ذہن لگائے کہ اب سبحان اللہ پڑھ رہا ہوں، اب الحمد للہ پڑھ رہا ہوں، اب سورت پڑھ رہا ہوں۔ اس طرح ذہن الفاظ اور آواز کی طرف لگائے۔

پانچواں علاج

پانچویں صورت یہ ہے کہ ذہن میں یہ تصور باندھے کہ میں بیت اللہ کو دیکھ رہا ہوں، بیت اللہ میرے سامنے ہے، اور میں بیت اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہا ہوں۔ اور پوری نماز میں خانہ کعبہ کی طرف تصور جمائے رکھے، اگر تصور بھٹک جائے پھر جمالے۔

چھٹا علاج

چھٹی صورت یہ ہے کہ نماز کے جتنے ارکان ہیں، ان کو سوچ سوچ کر ادا کرے، مثلاً جب نیت باندھ لے تو یہ سوچے کہ اب میں قیام کر رہا ہوں، جب رکوع میں جائے تو یہ سوچتا رہے کہ اب میں رکوع ادا کر رہا ہوں، جب سجدہ میں جائے تو یہ سوچے کہ اب میں سجدہ کر رہا ہوں، جب تشہد میں بیٹھے تو یہ سوچے کہ اب میں تشہد ادا کر رہا ہوں۔ اس طرح پوری نماز کے ہر رکن میں سوچتا رہے تو پھر ذہن میں دوسرے خیالات اور وساوس نہیں آئیں گے۔

ان کی مشق کریں

یہ چھ صورتیں ہو گئیں، اب جس شخص کو ان میں سے جس صورت پر عمل کرنا آسان معلوم ہو، وہ نماز کی نیت باندھتے ہی اس صورت کو اختیار کر کے اس پر عمل

کرنا شروع کردے، اور اس پر عمل کرنے کی کوشش اور مشق کرے، کیونکہ یہ چیزیں مشق سے تعلق رکھتی ہیں۔ جب آدمی اس کی مشق کرے گا تو چند روز کے بعد انشاء اللہ اسے کامیابی محسوس ہوگی، اور پھر اس کو نماز کی طرف ذہن لگانا آسان ہوجائے گا، اور اس کے نتیجے میں اس کی نماز میں خشوع و خضوع حاصل ہوجائے گا، اور اس کی ظاہری نماز یعنی اس کے رکوع سجدے اور قومہ اور جلسہ میں بھی ٹھہراؤ آجائے گا اور وہ جلدی جلدی نماز نہیں پڑھے گا۔ اور نماز میں دل کی حفاظت کا یہی مطلب ہے کہ نماز کے ظاہر اور باطن میں سکون اور ٹھہراؤ آجائے، اور اپنا ذہن نماز کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف نہ لے جائے۔

نماز پر پانچ انعامات کا وعدہ

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو نماز سکون و اطمینان اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا ہوتی ہے، اس نماز پر اللہ تعالیٰ نمازی کو پانچ انعامات سے نوازتے ہیں۔

پہلا انعام

پہلا انعام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کی روزی کی تنگی دور فرمادیں گے۔ یہ روزی دنیا و آخرت کا بہت بڑا مسئلہ ہے، لیکن ایسی نماز کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کی دنیاوی تمام ضرورتیں بھی غیب سے مہیا فرمائیں گے، اور قبر اور حشر اور آخرت میں بھی اس کی ضروریات پوری فرمائیں گے، اور اس کو اپنے فضل سے نہایت فراخی اور فراوانی سے مالا مال فرمائیں گے۔ دنیا کا سب سے بڑا وبال وہ فقر و فاقہ اور تنگدستی ہے جو غیر اختیاری طور پر کسی پر آجائے، اس لئے کہ یہ فقر و فاقہ بعض اوقات کفر کا باعث بن جاتا ہے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ سے پناہ مانگی اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں آپ کی فقر و فاقہ سے اور کفر سے اور دنیا و آخرت کی ذلت اور رسوائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ فقر و فاقہ کے نتیجے میں نہ عزت باقی رہتی ہے اور نہ ایمان باقی رہتا ہے۔ اگر ہم اپنی نماز صحیح کرلیں اور نماز میں کمال پیدا کرلیں تو اللہ

تعالیٰ کی طرف سے پہلا انعام یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی رزق کی تنگی دور فرمادیں گے

دوسرا انعام

نمازی پر دوسرا انعام یہ ہوگا کہ جب وہ دنیا سے اچھی نماز پڑھ کر جائے گا تو قبر میں جاتے ہی اس کا عذاب قبر معاف کردیا جائے گا۔

تیسرا انعام

تیسرا انعام یہ ملے گا کہ قیامت کے دن جب آدمی اپنی قبر سے اٹھے گا تو ہر شخص اس وقت بدحواس اور خوف زدہ ہوگا اور بہت ہی پریشان ہوگا، اور سب سے زیادہ اس بات کا غم ہوگا کہ کہیں میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دے دیا جائے۔ لیکن نمازی کو یہ انعام ملے گا کہ اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس وقت اس کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی اور وہ اپنا نامۂ اعمال لے کر اِدھر اُدھر پھرے گا اور لوگوں سے کہے گا کہ اس کو پڑھ کر دیکھو اس میں کیا لکھا ہے۔ مجھ کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ سب کچھ پیش آنے والا ہے۔ اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دے دیا۔ اور جس شخص کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو یہ اس کی ذلت اور رسوائی اور جہنم میں جانے کی علامت ہوگی، العیاذ باللہ!

چوتھا انعام

چوتھا انعام یہ ملے گا کہ نامۂ اعمال کے ملنے کے بعد ہر شخص کو پل صراط سے گزرنا ہوگا، چاہے وہ نیک ہو یا بد ہو، اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہر شخص اس پل صراط کو عبور کرے گا، پل صراط کے نیچے دوزخ ہوگی اور پل صراط کے اس پار جنت ہوگی، اور جنت میں داخل ہونے کے لئے پل صراط پر سے گزرنا پڑے گا، جو لوگ دوزخ میں جانے والے ہوں گے وہ اسی پل صراط کے اوپر سے دوزخ کے اندر

گر جائیں گے، اور جو لوگ کامیاب ہوں گے اور جنتی ہوں گے وہ آسانی کے ساتھ اس کو عبور کر جائیں گے۔ اور نمازی پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہو گا کہ وہ پلک جھپکنے میں اس پل صراط کو عبور کر جائے گا اور جنت میں پہنچ جائے گا۔

پانچواں انعام

پانچواں انعام یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ بلا حساب و کتاب اس کی بخشش فرمادیں گے۔ یہ تو ہر مؤمن کی آرزو ہے، ورنہ کس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب و کتاب دے سکے اور جواب دہی کر سکے۔

خلاصہ

بہرحال، یہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں ساری عبادات جمع ہیں، اگر یہ درست ہو جائے تو ساری عبادتیں ہماری درست ہو جائیں، اگر ہم نماز کے اندر اپنے دل کی حفاظت کرنے میں لگ جائیں تو اس کی بدولت انشاء اللہ دوسری عبادتوں میں بھی دل کی حفاظت کی توفیق ہو جائے گی۔ اور دوسری عبادتوں میں بھی خشوع و خضوع کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے ہم اپنی نماز کے ظاہر کو بھی درست کر لیں اور باطن کو بھی درست کر لیں۔ تو حضرت لقمان علیہ السلام کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ جب تم نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نصیحت پر عمل کرنے اور نماز میں اپنے دل کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ باقی نصیحتوں کے بارے میں تفصیل انشاء اللہ آئندہ عرض کروں گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حرام کھانے کی نحوست

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرام کھانے کی نحوست

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیٰات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، ونشھدان سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرا۔

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿ولقد آتینا لقمٰن الحکمۃ ان اشکر للّٰہ، ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ، ومن کفرفان اللّٰہ غنی حمید --- صدق اللّٰہ العظیم﴾

(سورۃ لقمان: ۱۲)

تمہید

یہ سورۃ لقمان کی آیت ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور مقبول بندے حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں بیان فرمائی ہیں۔ اور اس آیت کی تفسیر میں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لقمان علیہ السلام کا ایک قول نقل فرمایا ہے، جس میں حضرت لقمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے چار ہزار پیغمبروں کی خدمت اور صحبت میں رہ کر جو کچھ ان سے سنا اور جو ان سے تعلیمات حاصل کیں، اس کا خلاصہ آٹھ باتیں ہیں:

① پہلی بات یہ ہے کہ جب تم نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔ اس کے بارے میں پچھلے جمعہ کو تفصیل سے عرض کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نصیحت پر عمل

کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

دوسری نصیحت "حلق کی حفاظت"

حضرت لقمان علیہ السلام نے دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ جب تم دسترخوان پر ہو تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔ اس نصیحت کے دو مطلب ہیں۔ ایک مطلب تو یہ ہے کہ حد سے زیادہ کھانے سے بچو، اس لئے کہ زیادہ کھانے سے معدہ خراب ہوتا ہے، اور سارے جسم کی صحت معدہ کے صحیح ہونے پر موقوف ہے، اگر معدہ خراب ہے تو سارا جسم خراب ہے، اور اگر معدہ صحیح ہے تو سارا جسم صحیح ہے۔ لہٰذا زیادہ کھانے سے بچو تاکہ معدہ صحیح رہے۔ چنانچہ ہمارے دین میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ جب کھانا کھاؤ تو اپنے پیٹ کے تین حصے کر لو، ایک حصہ کھانے کے لئے، ایک پینے کے لئے اور ایک حصہ سانس لینے کے لئے۔ اگر اس اصول پر عمل ہو جائے تو انسان بیمار نہ ہو اور کبھی اس کو پیٹ کی خرابی نہ ہو۔ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ جب تھوڑی سی بھوک رہ جائے اس وقت کھانا چھوڑ دو ـــــ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ جب کھانا کھاتے کھاتے ایسا مقام آجائے کہ دل کے اندر کشمکش ہونے لگے کہ مزید کھاؤں یا نہ کھاؤں، بس اس وقت کھانا چھوڑ دے تو پھر انشاء اللہ زیادہ کھانے کے مرض میں مبتلا نہیں ہوگا اور معدہ بھی خراب نہ ہوگا ـــــ بہرحال کم خوری اچھی بات ہے اور زیادہ خوری عام طور پر انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔

اپنے حلق کو لقمہ حرام سے بچاؤ

اس نصیحت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنے حلق کو لقمہ حرام سے بچاؤ۔ اور کھانا کھانے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ تمہارے حلق میں حرام یا مشتبہ کھانا تو نہیں جا رہا ہے۔ اگر وہ کھانا حلال و طیب ہے تو بسم اللہ کر کے اس کو کھالو اور اگر خدا نخواستہ وہ کھانا

حرام یا مشتبہ ہے تو پھر اپنے حلق کی اس سے حفاظت کرو کہ حرام کا لقمہ تمہارے حلق سے اترنے نہ پائے، اس لئے کہ یہ ایسا زہر ہے جو دین و ایمان کو ملیا میٹ کرنے والا ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں حرام کھانے پر بہت سی وعیدیں آئی ہیں

حرام کھانے سے دعا قبول نہیں ہوتی

مسلم شریف کی ایک حدیث ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس کا سفر بڑا طویل تھا، اس کے بال بکھرے ہوئے، کپڑے غبار آلود، اور وہ اسی حالت میں آسمان کی طرف منہ کر کے یارب یارب کہہ کر دعا مانگ رہا تھا، لیکن اس کی حالت یہ تھی کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اور حرام غذا سے اس کی پرورش ہوئی، ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ (مسلم شریف)

معلوم ہوا کہ حرام کھانے کی ایک نحوست یہ ہے کہ اس کے کھانے کے بعد آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ یہ خطرناک معاملہ ہے۔

تین آدمیوں کی دعا کا قبول ہونا

حدیث شریف میں آتا ہے، تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، ان کی دعا کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ ایک مسافر کی دعا، دوسرے باپ کی دعا اولاد کے حق میں، تیسرے مظلوم کی بددعا ظالم کے حق میں۔ لیکن اگر ایک شخص طویل سفر پر ہے مگر اس کا کھانا پینا حرام کا ہے تو پھر حالت سفر میں بھی اگر وہ اللہ تعالیٰ کو پکارے گا تب بھی اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

حرام کھانے والے کی عبادت قبول نہیں

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے، اور یہ فرشتہ ہر دن اور ہر رات یہ آواز لگاتا ہے کہ جو شخص حرام کھائے گا، اللہ

تعالیٰ اس کے نہ فرض قبول فرمائیں گے اور نہ نفل۔ (کتاب الکبائر)

ان دونوں احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ حرام کھانے والے کی نہ دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہی عبادت قبول ہوتی ہے۔

"مستجاب الدعوات" بننے کا طریقہ

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنادیں — "مستجاب الدعوات" اس کو کہتے ہیں جس کی دعا قبول ہو جایا کرے — تاکہ جب بھی میں دعا کروں تو اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمالیا کریں۔ جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! تم حلال کمانے اور حلال کھانے کا اہتمام کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں "مستجاب الدعوات" بنادیں گے، پھر تم جو بھی دعا کرو گے، اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمالیا کریں گے، اور حرام سے بچو، اس لئے کہ اگر حرام کھانے کا ایک لقمہ بھی انسان کے منہ میں چلا جائے تو چالیس دن تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ (الترغیب) حرام کھانے کا یہ نقصان بہت بڑا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نقصانات ہیں۔

حرام کھانے کے نقصانات

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حرام کھانے کے مندرجہ ذیل نقصانات شمار کرائے ہیں۔

① پہلا نقصان یہ ہے کہ حرام کھانے سے انسان کے دل سے نور نکل جاتا ہے۔

② دوسرا نقصان یہ ہے کہ حرام کھانے سے طبیعت کے اندر سستی اور کاہلی پیدا ہو جاتی ہے۔

③ تیسرا نقصان یہ ہے کہ انسان کے دل میں بُرے بُرے جذبات اور خیالات کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر وقت انسان کے دل میں بُرے کام کرنے کا جذبہ ابھرتا رہتا ہے۔

④ چوتھا نقصان یہ ہے کہ نیک کام کی طرف سے انسان کی طبیعت ہٹ جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حرام کھانے سے انسان دین سے دور ہوجاتا ہے اور اس کی آخرت برباد ہونے لگتی ہے۔

حرام کھانے والے کی طرف سے شیطان کی بے فکری

ایک روایت میں ہے: حضرت یوسف بن ارطات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی نوجوان اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ یہ دیکھو اس کی غذا کیا ہے؟ اس کی خوراک کیسی ہے؟ اگر اس کا کھانا پینا مال حرام سے ہے، حرام کھاتا ہے، حرام پیتا ہے، حرام پہنتا ہے، تو شیطان اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ اب تم اس کی طرف سے بے فکر رہو، اب تمہیں اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ حرام کھانے سے اس کی عبادت اس کو بالکل فائدہ نہیں دے گی۔ (کتاب الکبائر)

بہر حال، شیطان بھی اس کی غذا دیکھ کر بے فکر ہو جاتا ہے، البتہ شیطان اس شخص کی عبادت خراب کرنے کی فکر کرتا ہے جس کی غذا حلال ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کی عبادت کھری ہے اور یہ عبادت اس کے لئے باعث نجات ہے، باعث قرب اور باعث رضامندی ہے، اور یہ اللہ کا مقرب بندہ بنے گا۔ اور اگر کوئی شخص حرام کھا رہا ہے، حرام پی رہا ہے، حرام پہن رہا ہے تو اس کی طرف سے بے فکر ہو جاتا ہے۔

حرام کھانے کی مختلف صورتیں

آج ہمارے معاشرے میں حرام کے بے شمار طریقے پھیلے ہوئے ہیں، اور لوگ ان میں مبتلا رہتے ہیں اور بالکل پرواہ نہیں کرتے، مثلاً آج کل بجلی کی چوری کتنی عام ہے، کتنی فیکٹریاں، کتنی ملیں، کتنے گھر اور کتنے ادارے ایسے ہیں جو بجلی چراتے ہیں، اور اس بجلی سے سب کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح گیس چوری کرتے ہیں، پانی چوری کرتے ہیں، ڈیوٹی کی چوری بھی بہت عام ہے، چاہے سرکاری ملازم ہوں یا غیر سرکاری ملازم ہوں، عام طور پر لوگ ڈیوٹی کم دیتے ہیں اور تنخواہ پوری لیتے ہیں الآ ماشاء اللہ، کچھ لوگ نیک ہوں گے جو اس سے بچے ہوئے ہوں گے۔ آج مالکان اپنے ملازمین سے پریشان ہیں کہ وقت پورا نہیں دیتے اور تنخواہ پوری لیتے ہیں۔ اسی طرح تجارت کے اندر سود لینا اور سود دینا، رشوت لینا، کم تولنا، کم ناپنا۔ یہ سب حرام خوری کی مختلف صورتیں ہیں۔ اگر ہم لوگ حرام کھانے سے نہیں بچیں گے تو پھر ہماری طبیعت کیسے عبادت کی طرف راغب ہو گی۔

علم کی کمی نہیں، عمل میں کمی ہے

یاد رکھیے! علم کی کمی نہیں ہے، عمل کی کمی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ اپنا لقمہ حلال کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ غالب کا شعر ہے۔

جانتا ہوں میں ثواب طاعت وزہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

یعنی میں جانتا ہوں کہ نماز پڑھنے کا یہ ثواب ہے، اور نماز نہ پڑھنے کا یہ عذاب ہے۔ جانتا ہوں کہ زکوٰۃ دینے کا یہ ثواب ہے اور نہ دینے کا یہ وبال ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے طبیعت راغب نہیں ہوتی، آذان ہو رہی ہے لیکن مسجد میں نہیں جا رہے بلکہ دکانداری ہو رہی ہے، ملاقاتیں ہو رہی ہیں، تقریبات ہو رہی

ہیں، لیکن نماز غائب ہے، حالانکہ نماز کی فرضیت کو سب جانتے ہیں۔ پہلے زمانے میں دین کا علم اتنا عام نہیں تھا جتنا اب عام ہے، بڑے بڑے مدارس ہیں، کتابیں ہیں، رسالے ہیں اور وعظ اور تقریریں ہیں، کیسٹیں بھی ہیں، جہاں چاہیں اور جس وقت چاہیں علم دین حاصل کرلیں، لیکن اس کے باوجود دین پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ عمل کی بڑی کمی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ہماری غذا کے اندر حرام اور مشتبہ غذا شامل ہے، جس کے نتیجے میں ہمارا باطن تباہ ہوگیا ہے، توفیق سلب ہوگئی ہے، اور دین کی طرف میلان اور جھکاؤ ختم ہوگیا ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو حرام غذا سے بچائیں۔

ایک ہلا دینے والی حدیث

ایک اور روایت انسان کو ہلا دینے والی ہے، خدا کرے کہ واقعۃً ہم ہل جائیں اور کوشش کریں کہ ہم خود بھی حلال کھائیں اور اپنے بچوں کو بھی حلال کھلائیں۔ وہ یہ کہ ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں لائے جائیں گے کہ ان کی نیکیاں تہامہ پہاڑ کے برابر ہوں گی۔ (تہامہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یعنی ان کے پاس اعمال صالحہ اور نیکیوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہوگا) جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونگے تو اللہ تعالیٰ ان کی تمام نیکیاں کالعدم کردیں گے اور ان کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ حضور! یہ کیونکر ہوگا؟ جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ دنیا میں نماز بھی پڑھا کرتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے، حج بھی کرتے تھے، زکوٰۃ بھی دیتے تھے، لیکن جونہی ان کے پاس حرام مال آتا تو یہ لوگ اس کو بے دھڑک لے کر استعمال کرلیتے تھے، اس حرام سے نہیں بچتے تھے، گویا حرام کے استعمال میں بالکل آزاد اور جری تھے۔ اس حرام کے استعمال اور اس کی نحوست کی وجہ سے ان کی یہ ساری عبادتیں کالعدم ہوجائیں گی۔ (کتاب الکبائر)

حرام سے بچنا فرض ہے

جیسے نماز پڑھنا فرض ہے، روزہ رکھنا فرض ہے، زکوٰۃ دینا فرض ہے، بالکل اسی طرح حرام سے بچنا بھی فرض ہے۔ آج ہمارے اندر یہ کوتاہی بہت زیادہ پائی جارہی ہے کہ ہم میں سے بعض لوگ سرکاری ملازم ہیں، لیکن طرح طرح کے بہانوں اور مختلف طریقوں سے رشوت لیتے ہیں، یا اپنی ڈیوٹی کے اندر کوتاہی کرتے ہیں، اسی طرح اور ٹائم نہیں کرتے لیکن اور ٹائم کا معاوضہ وصول کرتے رہتے ہیں۔ یہ خرابی بھی عام ہوتی چلی جا رہی ہے کہ کتنے مسلمان ایسے ہیں جو حاجی بھی ہیں، نمازی بھی ہیں، ڈاڑھی بھی رکھی ہوئی ہے، مگر بینکوں میں ملازم ہیں، اور انشورنس کمپنی میں ملازم ہیں، اس کے علاوہ بجلی کی چوری بھی کررہے ہیں، ریل گاڑی میں ٹکٹ کے بغیر سفر بھی کررہے ہیں۔ یہ سب کام بھی ہورہے ہیں اور ساتھ ساتھ نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور رمضان میں روزے بھی رکھتے ہیں۔

حلال کو اختیار کرنا فرض ہے

کتنے لوگ ایسے ہیں جو کاروبار میں اپنے آپ کو بالکل آزاد سمجھتے ہیں کہ ہم جس طرح چاہیں اپنا کاروبار کریں، حالانکہ جس طرح نماز کے اندر حلال وحرام ہے، روزے کے اندر حلال وحرام ہے، اس طرح کاروبار کے اندر بھی حلال و حرام ہے، حلال کو اختیار کرنا فرض ہے اور حرام سے بچنا فرض ہے۔

ایک عبرت ناک قصہ

ایک عبرت ناک قصہ سناتا ہوں، حضرت علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اور میں اللہ کے فضل سے حافظ قرآن تھا، میرا یہ معمول تھا کہ میں روزانہ والد صاحب کی قبر پر جاتا اور تلاوت قرآن کریم کر کے ایصال ثواب کرتا، ایک مرتبہ رمضان شریف کا زمانہ تھا، ستائیسویں شب تھی،

سحری کھا کر فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حسب معمول میں فجر کے بعد والد صاحب کی قبر پر جا کر تلاوت کرنے لگا، تو اچانک برابر والی قبر سے مجھے ہائے ہائے کرنے کی آواز آنے لگی، جب پہلی مرتبہ یہ آواز آئی تو میں خوف زدہ ہوگیا، میں ادھر ادھر دیکھنے لگا تو اندھیرے کی وجہ سے مجھے کوئی نظر نہیں آیا، جب میں نے آواز کی طرف کان لگائے اور غور کیا تو پتہ چلا کہ یہ آواز کسی قریب والی قبر سے آرہی ہے، اور ایسا لگا کہ میت کو قبر میں بہت خوفناک عذاب ہو رہا ہے اور اس عذاب کی تکلیف سے میت ہائے ہائے کر رہی ہے، بس پھر کیا تھا، میں پڑھنا پڑھانا تو بھول گیا اور خوف کی وجہ سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، اور میں اسی قبر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گیا، پھر جوں جوں دن کی روشنی پھیلنے لگی تو آواز بھی مدہم ہونے لگی، پھر اچھی طرح دن نکلنے کے بعد آواز بالکل بند ہوگئی، جب لوگوں نے آنا جانا شروع کیا تو ایک آدمی سے میں نے پوچھا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ اس نے ایک ایسے شخص کا نام لیا جس د میں بھی جانتا تھا کیونکہ وہ شخص ہمارے محلّے کا آدمی تھا اور بہت پکا نمازی تھا، پانچ وقت کی نماز باجماعت صف اول میں ادا کرتا تھا اور انتہائی کم گو آدمی اور نہایت شریف آدمی تھا، کسی کے معاملے میں دخل نہیں دیتا تھا، جب بھی کسی سے ملتا تو اچھے اخلاق سے ملتا ورنہ زیادہ تر وہ ذکر و تسبیح میں مشغول رہتا۔ جب میں اس کو پہچان گیا تو مجھ پر یہ بات بہت گراں گزری کہ اتنا نیک آدمی اور اس پر یہ عذاب!!

میں نے سوچا کہ اس کی تحقیق کرنی چاہئے کہ اس نے ایسا کونسا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے اس کو یہ عذاب ہو رہا ہے؟ چنانچہ میں محلّے میں گیا اور اس کے ہم عمر لوگوں سے پوچھا کہ فلاں شخص بڑا نیک اور عابد اور زاہد آدمی تھا لیکن میں نے اس کو عذاب کے اندر مبتلا دیکھا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ ویسے تو بڑا نیک اور بڑا عابد اور بڑا زاہد اور عبادت گزار تھا، مگر اس کی اولاد کوئی نہیں تھی اور اس کا کاروبار بہت وسیع تھا، جب وہ بوڑھا ہوگیا اور اس کے اندر کاروبار کرنے کی طاقت نہ رہی اور کوئی دوسرا اس کے کاروبار کو چلانے والا نہیں تھا، تو اس نے

اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور خود بھی سوچا کہ میں اب ذریعہ معاش کے لئے کیا طریقہ اختیار کروں؟ اس کے خبیث نفس نے اس کو یہ تدبیر سمجھائی کہ تو اپنا سارا کاروبار ختم کر اور جو کچھ پیسے آئیں اس کو سود پر دے دے۔ چنانچہ اس نے سارا حلال کاروبار ختم کیا اور جو رقم آئی اس کو سود پر لگا دیا۔ چونکہ کاروبار سے فارغ ہو گیا تھا اس لئے ہر وقت مسجد میں رہتا، اشراق، چاشت، تہجد، اوّابین وغیرہ تمام نوافل پڑھتا، اور پانچوں نمازیں امام کے پیچھے با جماعت صف اول میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھتا اور رات دن ذکر و تسبیح میں مشغول رہتا۔ اور ہر مہینے سود کی معقول رقم مل جاتی اس کے ذریعہ مہینے بھر گزارہ کرتا۔ بس یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ اس کو شدید عذاب ہو رہا تھا وہ اسی سود خوری کے گناہ کا وبال تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حرام کھانے اور حرام پہننے سے بچائے۔ آمین۔

عذاب قبر کی وجہ

باوجود نیک ہونے اور نمازی ہونے کے اس نے اپنے حلق کو حرام غذا سے نہیں بچایا، اس وجہ سے قبر میں اس کو عذاب ہوا، یہ عذاب اسی سود کھانے کی وجہ سے ہوا۔ آج بھی بعض مسلمان ایسے ہیں جو انعامی بانڈ خرید لیتے ہیں، اور اس پر جو انعام نکلتا ہے اس کو بے دھڑک استعمال کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس انعام سے حج و عمرہ بھی ادا کر لیتے ہیں، حالانکہ وہ انعام خالص حرام ہے۔ کتنے مسلمان ایسے ہیں کہ ریٹائرمنٹ کے وقت ان کو پنشن کے جو آٹھ دس لاکھ روپے ملتے ہیں، اس کو فوراً بینک کے فکس ڈپازٹ اکاؤنٹ وغیرہ میں رکھ دیتے ہیں اور ہر ماہ اس کا سود وصول کرتے ہیں اور اسی سے اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں حرام کھانے کی یہ مختلف صورتیں ہیں جن سے بچنے کی ضرورت ہے۔

بہر حال، حضرت لقمان علیہ السلام کا فرمانا یہ ہے کہ جب دستر خوان پر بیٹھو تو حرام لقمے سے اپنے حلق کی حفاظت کرو کہ تمہارے حلق میں حرام اور مشتبہ غذا نہ

جانے پائے، اگر حرام لقمہ چلا گیا تو پھر عبادت قبول نہیں ہوگی، دعا قبول نہیں ہوگی، فرض قبول نہیں ہوں گے، نفل قبول نہیں ہوں گے، بلکہ حرام کھانے کا جو ہولناک وبال اور عذاب قرآن وحدیث میں بتایا گیا ہے اس سے بچنا بھی مشکل ہوگا۔

کھانے پینے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ حلال ہو۔ حلال کھانے میں کیا برکات اور کیا فوائد ہیں، وہ انشاء اللہ آئندہ کسی مجلس میں عرض کرونگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حرام غذا سے محفوظ رکھے اور حلال کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حلال روزی کی برکات

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حلال روزی کے انوار وبرکات

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیٔات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، ونشھدان سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرا۔

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم
﴿ولقد آتینا لقمٰن الحکمۃ ان اشکر للّٰہ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ، ومن کفر فان اللّٰہ غنی حمید﴾ (سورۃ لقمان: ۱۲) صدق اللّٰہ العظیم۔

تمہید

یہ سورۃ لقمان کی آیت ہے، اس آیت کی تفسیر میں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لقمان علیہ السلام کا ایک قول نقل فرمایا ہے کہ ”میں نے چار ہزار پیغمبروں کی صحبت اور ان کی خدمت میں رہ کر جو کچھ ان سے سنا اور جو تعلیمات ان سے حاصل کیں، ان سب کا خلاصہ آٹھ باتیں ہیں:

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ جب تم نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔ اس کے بارے میں تفصیل گذشتہ سے پیوستہ جمعہ کو عرض کردی تھی۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جب تم دسترخوان پر بیٹھو تو اپنے حلق کی حفاظت

کرو۔ اس نصیحت کے دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ حرام غذا سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس کے بارے میں بھی تفصیل گذشتہ جمعہ کو عرض کردی تھی، جس میں یہ عرض کیا تھا کہ حرام کھانے کی کیا نحوست ہے اور اس میں کیا کیا نقصانات ہیں۔

حلال کھانے کے اثرات

اس نصیحت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ حلال کھانے میں کیا کیا فوائد اور اس میں کیا کیا برکات ہیں؟ اور حلال کھانے کے کیا اثرات ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان حلال کھانے کا اہتمام کرے، چاہے وہ حلال کھانا بہت معمولی کیوں نہ ہو، چٹنی روٹی اور دال روٹی ہی کیوں نہ ہو، تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ کھانے والے کے دل میں نور پیدا ہوگا، اور اس نور کے نتیجے میں اس کے دل میں نیکی کے جذبات پیدا ہوں گے، اچھے اچھے کام کرنے کو دل چاہے گا، نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے کو طبیعت چاہے گی، نیک بننے کو دل چاہے گا، گناہوں سے نفرت ہوگی، آخرت کی فکر پیدا ہوگی۔ یہ سب حلال کھانے کے اثرات ہیں۔

شاہ جی عبداللہ کا واقعہ

دیوبند میں ایک شاہ جی عبداللہ تھے، درویش اور اللہ والے اور صاحب نسبت بزرگ تھے، انہوں نے اپنے گزارے کے لئے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ روزانہ فجر کی نماز پڑھ کر سیدھے جنگل جاتے، اور وہاں سے قدرتی گھاس کاٹ کر اس کی ایک گٹھری بنا کر اور اپنے سر پر رکھ کر منڈی میں جاتے تاکہ اس کو بیچ کر حلال روزی حاصل کریں، چونکہ صاحب نسبت بزرگ اور اللہ والے تھے، اس لئے جو لوگ گھاس خریدنے والے ہوتے تھے وہ شاہ جی کے انتظار میں رہتے کہ کب شاہ جی گھاس لائیں اور ہم ان سے گھاس خریدلیں۔ شاہ جی ایک خاص مقدار کی گھاس لاتے اور اس کو چار آنے میں بیچتے، چونکہ خریدار زیادہ ہوتے تھے، اس لئے جیسے ہی

وہ شاہ جی کو آتا دیکھتے، فوراً ان سے خریدنے کے لئے دوڑ لگاتے، اور شاہ جی کا اصول یہ تھا کہ جو شخص سب سے پہلے اس گٹھری پر ہاتھ لگا دیتا وہ گٹھری اس کو دے دیتے اور اس سے چار آنے وصول کر لیتے، نہ چار آنے سے کم لیتے اور نہ زیادہ لیتے۔

چار آنے کا حسن انتظام

ان چار آنے کو خرچ کرنے میں ان کا حسن انتظام یہ تھا کہ ایک آنہ غرباء اور فقراء اور مساکین پر صدقہ کر دیتے، ایک آنہ اپنی ضرورت کے لئے رکھ لیتے، ایک آنہ اپنی بیٹی کو دیدیتے، اور ایک آنہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین اور بزرگوں کی دعوت کے لئے جمع کر لیتے۔ اس طرح اس چار آنے میں ان کے سارے کام ہوجاتے، دنیا کا گزر بسر بھی ہو رہا ہے، اللہ کے راستے میں صدقہ بھی ہو رہا ہے، صلہ رحمی بھی ہو رہی ہے کیونکہ بیٹی پر خرچ کرنے میں اس کے ساتھ ہمدردی اور صلہ رحمی ہے، اور علماء کرام اور بزرگان دین کی خدمت بھی ہو رہی ہے، ان کی دعوت کے لئے بھی پیسے جمع کر رہے ہیں۔ یہ ان کا روزانہ کا معمول تھا۔

ہم لوگوں کی بدانتظامی

میرے شیخ و مرشد سیدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہم میں جو لوگ ملازم پیشہ ہیں ان کی ۲۵ تاریخ اور کبھی ۲۰ تاریخ ہی کو تنخواہ ختم ہوجاتی ہے، اور وہ تنخواہ بھی گھر کے اخراجات میں ختم ہوجاتی ہے، یہ نہیں ہے کہ اس میں سے وہ صدقہ وخیرات کر رہے ہیں یا اس کو نیک کاموں میں خرچ کر رہے ہیں، نہ عزیزوں کی خدمت ہو رہی ہے، نہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی ہو رہی ہے، نہ فقیروں اور مسکینوں کی خدمت ہو رہی ہے۔ اگر ان سے کسی نیک کام میں خرچ کرنے کے لئے کہا جائے تو کہتے ہیں کہ ارے بھائی! ہماری تنخواہ تو کچھ ہے نہیں، ہمارا خود کا گزارہ نہیں ہوتا، ہم کسی دوسرے کی کیا خدمت کریں؟ آج تین ہزار والے کا بھی گزارہ نہیں ہو رہا ہے، دس

ہزار والے کا بھی گزارہ نہیں ہو رہا ہے، پچیس ہزار والے کا بھی گزارہ نہیں ہو رہا ہے، سب کا یہ حال ہے کہ مہینے کی آخری تاریخوں میں قرض لے رہے ہیں، اور جب پہلی تاریخ آتی ہے تو پھر خوب مرغ مسلم پک رہے ہیں۔

آمدنی کم اور خرچ زیادہ

یہ سب بد انتظامی کے نتائج ہیں کہ آمدنی کم ہے اور خرچ ہم نے بڑھا رکھے ہیں، اسلامی طریقہ یہ ہے کہ جتنی آمدنی ہو، اتنا ہی خرچ رکھو، بلکہ اس آمدنی میں سے تھوڑی سی بچت بھی کرتے رہو، مگر ہمارے یہاں معاملہ الٹا ہے کہ آمدنی کم ہے اور خرچ بڑھا رکھا ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں معاشرے کا سب سے معزز آدمی بن جاؤں، اور اپنا رہن سہن ایسا رکھنا چاہتا ہے کہ کوئی اس کو دیکھے تو یہ کہے کہ یہ کوئی لکھ پتی اور کروڑ پتی ہے، حالانکہ وہ ہزار پتی بھی نہیں۔ اس کی بیٹھک اور ڈرائنگ روم دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے مالدار اور سیٹھ آدمی کی بیٹھک ہے، ہر چیز اعلیٰ قسم کی اور باہر کی لگا رکھی ہے، اور اگر اس کے سونے کا کمرہ اور بیڈ روم دیکھو تو معلوم ہوگا کہ وہاں ٹاٹ کے ٹکڑے بچھے ہوئے ہیں۔ یہ سب مغربی تہذیب کی لعنت اور اس کا اثر ہے، جس کے نتیجے میں ہمارے اندر بد نظمی اور دکھاوا رچ بس گیا ہے، یہ نہیں سوچتے کہ ہماری آمدنی کتنی ہے اور اس کے مطابق ہمیں کیسی زندگی گزارنی چاہئے۔ اب آپ ایسا نظم بنالیں کہ جتنی آمدنی اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اسی کے اندر اپنا گزارہ کریں، اس مقصد کے لئے جس طرح کا لباس پہننا پڑے، پہنیں، جس طرح کا کھانا میسر آئے، اس طرح کا کھانا کھائیں، لیکن مہینے کی پہلی تاریخ اور آخری تاریخ یکساں ہونی چاہئے۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق زندگی گزارے گا، اور اس کی وجہ سے اس کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی، یہ پریشانی تو ہم نے خود پال رکھی ہے کہ آمدنی کم ہے اور خرچ زیادہ ہے، پھر پریشانی کے سوا کیا حاصل ہوگا؟

سکون قناعت میں ہے

سکون اور اطمینان تو قناعت میں ہے، اور قناعت یہی ہے کہ جتنی آمدنی ہے، اس کے مطابق خرچ رکھو، اس سے زیادہ مت بڑھاؤ، تو بس آرام سے مہینہ گزر جائے گا۔

بہر حال، حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ ان شاہ جی کا حسن انتظام دیکھئے کہ یومیہ ان کی آمدنی صرف چار آنے ہے، مگر وہ چار آنے کے اندر صدقہ بھی دے رہے ہیں، صلہ رحمی بھی کر رہے ہیں، علماء کرام کی خدمت بھی کر رہے ہیں، اور اپنا گزارہ بھی کر رہے ہیں، یہ ہے دین اسلام کا بتایا ہوا طریقہ۔ اگر ایک آدمی چار آنے کی آمدنی میں صدقہ دے رہا ہے اور دوسرا شخص چار ہزار کی آمدنی میں سے صدقہ نہیں دے رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آمد اور خرچ میں کوئی نظم نہیں ہے، بد نظمی کے اندر مبتلا ہے یا پھر مغربی تہذیب کا پیروکار ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ پریشان ہے۔

خرچ کم کرنے کی فکر کریں

ہمارے حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ لوگ آمدنی بڑھانے کی فکر تو کرتے ہیں جو غیر اختیاری ہے، اس لئے کہ ہر انسان کی روزی مقدر ہے اس سے زیادہ نہیں مل سکتی، لیکن خرچ کو صحیح کرنے کی فکر نہیں کرتے، حالانکہ خرچ کو صحیح کرنا اور خرچ گھٹانا اختیار میں ہے اور آمدنی بڑھانا اختیار میں نہیں، چونکہ غیر اختیاری کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اس لئے ہر آدمی پریشان ہے۔

اکابرین دیوبند کی دعوت

بہر حال، یہ حضرت شاہ جی عبداللہ اپنی آمدنی میں سے ایک آنہ جو علماء دیوبند کی دعوت کے لئے رکھتے، جب دو چار روپے جمع ہو جاتے تو اس وقت کے اکابرین دیوبند

میں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان سب کی دعوت کرتے، کبھی تو اپنے یہاں کھانا پکا کر ان سب کو بلا کر کھلاتے، اور کبھی ایسا کرتے کہ وہ دارالعلوم میں جاکر وہ رقم ان حضرات کو دیدیتے، اور ان سے عرض کرتے کہ مجھے کھانا بھی اچھا پکانا نہیں آتا، اور پکانے کی فرصت بھی نہیں ہے، آپ حضرات اس رقم سے اپنی پسند کا کھانا پکا کر کھالیں، بس یہ میری طرف سے دعوت ہے۔

دعوت کھانے کا اہتمام

ان اکابر میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہر فن مولیٰ تھے، کھانا پکانا بھی جانتے تھے، سینا پرونا بھی جانتے تھے، اور بہت سے کام کرلیتے تھے، چنانچہ دوسرے حضرات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے درخواست کرتے کہ آپ کھانا پکائیں، چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب پہلے غسل کر کے کپڑے پہنتے، پھر بازار جاکر ان پیسوں سے سامان لاکر کھانا پکاتے، جب کھانا پک کر تیار ہو جاتا تو باقی حضرات بھی غسل کرتے، پھر حضرت شاہ جی عبداللہ کی دعوت تناول فرماتے۔

اس دعوت کے اثرات

یہ حضرات اکابر فرماتے تھے کہ حضرت شاہ جی عبداللہ کی اس دعوت کا ہمارے اوپر یہ اثر ہوتا کہ ایک ایک مہینے تک ہمارا دل روشن ہوجاتا، اور ہمارے دل میں آخرت کی تیاری کے جذبات ابھر آتے، اور راتوں کو ہم مصلے پر کھڑے ہوکر اللہ کی یاد میں گزارتے، اور دل کی کیفیت بدل جاتی، قلب منور ہوجاتا اور اللہ اللہ کرنے کو جی چاہتا۔ کھانے سے پہلے یہ کیفیت نہ ہوتی، کھانے کے بعد یہ کیفیت نمایاں طور پر ہمیں محسوس ہوتی اور ایک دن کی دعوت کا ایک مہینے تک اثر رہتا۔

پاکیزہ غذا کے اثرات

بات دراصل یہ ہے کہ غذا کے جسم کے اندر جانے کے بعد پورے جسم کو اس کے ذریعہ توانائی پہنچتی ہے، اس غذا سے آنکھوں کو توانائی ملتی ہے، کانوں کو توانائی ملتی ہے، ہاتھ پاؤں کو توانائی ملتی ہے، دل گردوں کو توانائی حاصل ہوتی ہے، جب پورے جسم کو توانائی ملتی ہے تو پورا جسم کام کرتا ہے، آنکھیں دیکھتی ہیں، کان سنتے ہیں، زبان بولتی ہے — یہ جسمانی طاقت ہے، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم میں جو قوت ایمانی اور قوت روحانی رکھی ہے، حلال غذا سے اس کو بھی تقویت پہنچتی ہے، اس کے نتیجے میں گناہوں کے جذبات دب جاتے ہیں اور نیکی کے جذبات ابھر کر اپنا کام شروع کردیتے ہیں۔

حلال غذا سے شجاعت اور بہادری پیدا ہوتی ہے

حلال غذا کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں شجاعت اور بہادری پیدا ہوتی ہے اور انسان کے اندر ہمت اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ حرام غذا سے بزدلی پیدا ہوتی ہے۔

شجاعت اور بہادری کا ایک عجیب قصّہ

شجاعت اور بہادری کا ایک عجیب قصہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا، وہ یہ کہ افغانستان کے امیر عبدالرحمٰن خان جو والیٔ کابل تھے، ان کے دادا امیر دوست محمد خان گزرے ہیں، ان کے زمانے کا یہ قصہ ہے کہ جب وہ افغانستان کے حاکم اور والی تھے، انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو اپنا ولی عہد بنایا، اس کے کچھ عرصہ کے بعد افغانستان پر دشمن نے حملہ کردیا، امیر دوست محمد خان نے دشمن سے لڑنے کے لئے اور ان کو شکست دینے کے لئے ایک لشکر روانہ کیا، اور اس لشکر کا امیر اپنے اس بیٹے کو بنایا، اور اس سے کہا کہ تم جاکر دشمن کی سرکوبی کرو اور اس کو بھگا دو، اور

ہمارے ملک کے جتنے حصے پر اس نے قبضہ کرلیا ہے وہ اس سے آزاد کراؤ۔ چنانچہ وہ شہزادہ دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوگیا اور دشمن پر حملہ کر کے اس کو بھگادیا، لیکن امیر دوست محمد کو یہ اطلاع ملی کہ شہزادے کو شکست ہوگئی ہے اور وہ دشمن سے ڈر کر بھاگتا ہوا واپس آرہا ہے۔ اس اطلاع سے امیر دوست محمد کو بہت رنج ہوا اور غم ہوا اور افسوس ہوا، اور گھر کے اندر جاکر یہ خبر شہزادے کی والدہ کو سنائی کہ شہزادہ بہت بزدل اور کمزور نکلا، اس کو شکست ہوگئی ہے، اب میدان جنگ سے بھاگ کر واپس آرہا ہے حالانکہ یہ اس کی بہادری اور دلیری کی عمر ہے، شجاعت اور دلیری دکھانے کا وقت ہے مگر یہ بزدل نکلا، دوسری طرف میں نے ولی عہد بھی بنا دیا ہے، اب لوگ کہیں گے کہ تم نے کیسے نالائق اور بزدل کو ولی عہد بنایا جو دشمن کی سرکوبی نہیں کرسکتا، اس لئے مجھے شدید غم اور افسوس ہورہا ہے۔

میرا بیٹا شکست نہیں کھا سکتا

شہزادے کی والدہ نے جب یہ خبر سنی تو فوراً کہا کہ یہ خبر غلط ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ شہزادہ شکست کھا جائے۔ امیر نے کہا کہ میرے پاس سی آئی ڈی کی اطلاع ہے، میرے پاس باقاعدہ یقینی خبر آئی ہے کہ وہ شکست کھا چکا ہے، اور تم گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر یہ کہہ رہی ہو کہ یہ خبر غلط ہے۔ جب کچھ دیر گزری تو شہزادہ کے واپس پہنچنے سے پہلے دوسری خبر یہ آگئی کہ شہزادہ دشمن کو شکست دے کر اور فتح یاب ہوکر واپس آرہا ہے۔ وہ بادشاہ جلدی سے گھر گیا اور اس کی ماں سے جاکر کہا کہ ابھی دوسری خبر یہ آئی ہے کہ اس نے شلست نہیں کھائی اور پہلی خبر غلط تھی، بلکہ وہ دشمن کو شکست دے کر اور اس کو بھگا کر فتح یاب ہوکر واپس آرہا ہے، لیکن تم نے گھر کے اندر بیٹھ کر اتنے یقین کے ساتھ کیسے کہدیا تھا کہ اس کی شکست کی خبر غلط ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شکست کھا جائے، اس کی کیا وجہ تھی؟

طہارت اور حلال غذا کا اہتمام

شہزادے کی ماں نے کہا کہ وہ بات بتانے کی تو نہیں، لیکن آپ اصرار کر رہے ہیں تو بتا دیتی ہوں، کہ بات دراصل یہ ہے کہ جس وقت یہ شہزادہ میرے پیٹ میں تھا، اسی وقت میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ حرام تو حرام، میں کوئی مشتبہ لقمہ بھی اپنے حلق سے نیچے نہیں اتاروں گی، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس حرام اور مشتبہ لقمہ کے اثر سے یہ شہزادہ بزدل پیدا ہوجائے، اس لئے کہ مجھے معلوم تھا کہ حرام غذا سے انسان کا دل کمزور اور بزدل ہوجاتا ہے، اور حلال غذا سے دل دلیر اور طاقتور ہوجاتا ہے، اور میں آخر تک اسی پر کاربند رہی اور اس کا اہتمام کیا۔ جب یہ پیدا ہو گیا تو اس کے بعد بھی میں نے دو باتوں کا اہتمام کیا، ایک یہ کہ میں نے کبھی ناپاکی کی حالت میں اس کو دودھ نہیں پلایا، بلکہ جب بھی دودھ پلایا تو باوضو ہوکر پلایا، اور سورۃ یٰسین شریف پڑھتے ہوئے دودھ پلایا، اور اس کے دودھ پینے کے زمانے میں بھی میں نے اپنے حلق کو حرام اور مشتبہ غذا سے بچایا، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حرام غذا میرے پیٹ میں جائے اور اس غذا سے دودھ بنے، اور وہ دودھ اس بچے کے پیٹ میں جائے، اور جس سے اس کی اندرونی صلاحیتیں اور طاقتیں خراب ہوجائیں اور اس کا دل کمزور ہوجائے۔ چونکہ میں نے اس بات کا اہتمام کیا تھا، اس لئے مجھے اس کا پورا یقین تھا کہ یہ شہزادہ بزدل نہیں ہوسکتا، اور جب یہ دشمن سے لڑنے کے لئے گیا ہے تو یقیناً یہ فتح یاب ہوکر آئے گا، اس لئے میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ خبر یقیناً غلط ہے

تمام مائیں یہ طریقہ اپنائیں

یہ دراصل دین پر یقین تھا کہ دین میں جب بتایا گیا ہے کہ حلال غذا سے بہادری پیدا ہوتی ہے اور شجاعت پیدا ہوتی ہے تو یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ حلال غذا کے باوجود اگر کسی کے اندر شجاعت نہیں ہے تو پھر سمجھ لیجئے کہ اس کو حلال غذا کا دھوکہ ہوا ہے، کیونکہ حرام غذا کے اندر بزدلی پیدا ہونا یقینی ہے، اور حلال غذا کے

اندر بہادری پیدا ہونا یقینی ہے۔ اس خاتون نے بادشاہ کی بیوی ہونے کے باوجود ایسی پارسائی کا ثبوت دیا اور کیسی حلال اور طیّب غذا کا اہتمام کیا۔ تاریخ اسلام میں ایسی عورتوں کی بیشمار مثالیں ہیں جنہوں نے ایسے سپوت پیدا کئے، وجہ اس کی یہ تھی کہ خود انہوں نے حلال کا اہتمام کیا اور حلال پر کاربند رہیں، اس کے نتیجے میں ایسی اولاد پیدا ہوئی۔ آج بھی اگر ہم اور ہماری خواتین مل کر یہ اہتمام کرلیں کہ تھوڑا کھالیں گی مگر حلال کھائیں گی تو واقعی ہمارے دلوں کی حالت بدل جائے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا ایک واقعہ

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ سنایا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ بہت عرصہ ہوا آپ تشریف نہیں لائے، آپ سے ملاقات کو جی چاہتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ استاذ ہیں اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد ہیں، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام مصر میں تھا، اس لئے وہاں شوافع زیادہ ہیں۔ جواب میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اپنا پروگرام لکھ کر بھیج دیا کہ میں فلاں دن فلاں تاریخ کو آپ کی خدمت میں مصر حاضر ہورہا ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر والوں کو، اپنے ملنے جلنے والوں کو اور دوست احباب اور دوسرے علماء کو ان کے آنے کی اطلاع دی، پھر ان کی دعوت اور ان کے استقبال کا خصوصی اہتمام کیا، اور لوگوں سے بتایا کہ وہ اگرچہ میرے شاگرد ہیں مگر وہ بھی ایک بڑے امام ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جس دن ان کو پہنچنا تھا، اس دن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں اور دوسرے علماء کو لے کر ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر تشریف لے گئے، اس وقت مصر کے جو بادشاہ تھے وہ بھی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد تھے، وہ بھی امام صاحب کے ساتھ استقبال کے لئے چلے آئے، اور پھر بادشاہ کے ساتھ اس کے ارکان دولت بھی، وزراء اور امراء بھی آگئے، وقت مقررہ

پر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا بڑا شاندار استقبال کیا، اور پھر عزت واحترام کے ساتھ ان کو لے کر گھر پہنچ گئے، اور ان کے لئے بہترین کھانے کا انتظام کیا۔

خلاف معمول زیادہ کھانا کھانا

اس زمانے میں عام طور پر اولیاء اللہ اور بزرگوں کی شان یہ تھی کہ وہ کھانا بہت کم کھایا کرتے تھے اور رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کھانا کھانے بیٹھے تو دیر تک اس طرح کھانا کھاتے رہے جیسے کئی روز کے بھوکے ہیں، باقی لوگ کھانا کھا کر اٹھ گئے مگر وہ کھاتے رہے، لوگ بہت متعجب ہوئے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ان کی تعریف کی تھی کہ یہ بڑے اللہ والے اور بزرگ انسان ہیں، مگر یہ تو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا رہے ہیں۔ لوگوں میں اور گھر والوں میں ان کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں لیکن کوئی کچھ بولا نہیں۔

عام لوگ تہجد گزار ہوتے تھے

پھر جس کمرے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے لئے رات ۔ وقت آرام کرنے کا انتظام کیا گیا تھا، اس کمرے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بچیوں نے ایک مصلیٰ بچھا دیا، مسواک رکھ دی، استنجاء کے لئے ڈھیلے اور پانی رکھ دیا اور وضو کے لئے لوٹا بھر کر پانی رکھ دیا تاکہ جب وہ رات کو تہجد کے لئے اٹھیں و انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہو۔ اور اس زمانے میں رات کو تہجد کے لئے اٹھنا ایک عام معمول تھا۔

اللہ تعالیٰ بچائے کہ آج ہمارے زمانے میں یہ افسوسناک ماحول ہوگیا ہے کہ صبح آٹھ بجے اور نو بجے اٹھنا ہمارا معمول بن چکا ہے۔ اس زمانے میں تو عام لوگ بھی

تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے، اور قائم اللیل ہوا کرتے تھے، اور جو علماء اور صلحاء تھے وہ تو رات کے وقت عبادت کیا ہی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی تہجد پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

دلوں میں شبہ پیدا ہونا

بہرحال، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے رات کو اس کمرے میں آرام کیا اور صبح اٹھ کر فجر کی نماز پڑھنے چلے گئے، جیسے ہی وہ نماز کے لئے نکلے تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بچیاں اس کمرے میں گئیں تو وہاں دیکھا کہ پانی کا لوٹا ویسے کا ویسا پانی سے بھرا ہوا ہے، نہ مسواک استعمال ہوئی، نہ ڈھیلے استعمال ہوئے، اور نہ ہی وضو کے لئے پانی استعمال ہوا، سب کچھ جیسا تھا، ویسا ہی رکھا ہوا ہے۔ اب ان کے دل میں یہ شبہ ہوا کہ شاید رات کو چونکہ کھانا زیادہ کھالیا تھا، اس لئے تہجد کے لئے آنکھ ہی نہیں کھلی جب فجر کی نماز پڑھ کر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے تو گھر والوں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ وہ تو بہت بڑے اللہ والے اور بہت بڑے بزرگ ہیں، مگر رات کو انہوں نے کھانا بھی خوب کھایا، اور رات کو ہم نے ان کے وضوء اور استنجاء کے لئے پانی اور ڈھیلے رکھے تھے، وہ بھی استعمال نہیں ہوئے، معلوم ہوا کہ رات کو تہجد کی نماز بھی نہیں پڑھی۔

اب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تشویش ہوئی، لہٰذا انہوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور تنہائی میں لے جا کر ان سے پوچھا کہ اس طرح کی باتیں سننے میں آرہی ہیں کہ آپ نے کھانا بھی غیر معمولی طور پر کچھ زیادہ کھایا اور جس کمرے میں آپ کے لئے سونے کا انتظام کیا گیا تھا، اس کمرے میں آخری شب میں استعمال کے لئے جو چیزیں رکھی گئی تھیں، وہ بھی استعمال میں نہیں آئیں، کیا بات ہوئی؟ آپ پہلے تو ایسے نہیں تھے، کیا یہاں سے جانے کے بعد آپ کے مزاج میں کچھ تبدیلی آگئی ہے؟

حلال کھانے کے انوار و برکات

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت! میرے بارے میں جو باتیں ہورہی ہیں وہ درست نہیں ہیں بلکہ بات کچھ اور ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں جس وقت کھانا کھانے کے لئے آپ کے دسترخوان پر پہنچا اور جس وقت میں نے اس کمرے میں قدم رکھا تو میں نے یہ دیکھا کہ اس کھانے کے حلال اور طیب ہونے کی وجہ سے وہ کمرہ نور سے چکا چوند ہو رہا ہے، اور یہ دیکھا کہ آسمان سے لے کر اس دسترخوان تک انوار کی بارش ہورہی ہے، جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو میں نے سوچا کہ شاید اس سے زیادہ حلال اور طیب کھانا مجھے زندگی میں نہیں ملے گا، لہٰذا جتنا بھی زیادہ سے زیادہ اس کو کھایا جاسکے، کھالیا جائے، اس لئے کہ اس کھانے کا ذرہ ذرہ ایمان کو اور دل کو روشن کرنے والا ہے، اس لئے مجھ سے جتنا زیادہ سے زیادہ کھانا کھایا جاسکا کھالیا، اور میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کون کتنا کھارہا ہے، اور کون میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے، جہاں تک مجھ میں کھانے کی سکت تھی میں کھاتا گیا۔ اور پھر حلال کھانے سے بدہضمی بھی نہیں ہوتی، بلکہ وہ سریع الھضم ہوتا ہے اور اندر جاکر جزو بدن بن جاتا ہے اور روح کو منور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ الحمد للہ میں نے اس کا اثر محسوس کیا، کھانا کھانے کے بعد نہ تو مجھے بدہضمی ہوئی اور نہ مجھے کوئی تکلیف ہوئی۔

عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز

پھر کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر جب میں اس کمرے میں پہنچا جہاں آپ نے میرے لئے آرام کا انتظام کیا تھا، وہاں جاکر تو میری حالت ہی بدلی ہوئی تھی، اور سونے کو اور آرام کرنے کو طبیعت ہی نہیں چاہ رہی تھی، اگرچہ میں لمبا سفر کر کے آیا تھا، مگر اس کھانے میں اتنی غذائیت اور توانائی تھی کہ میری تکان بھی ختم ہوگئی اور سستی بھی جاتی رہی۔

اور جب میں سونے کے لئے لیٹا تو مجھے نیند نہ آئی، لہٰذا میں لیٹا رہا اور لیٹے لیٹے قرآن وحدیث میں غور کرتا رہا، حتی کہ پوری رات غور و فکر کرتے ہوئے گزاردی، اور اس رات میں میں نے قرآن وحدیث سے ایک سو مسائل مستنبط کرلئے، اور وہ مسائل ایسے تھے جو اس سے پہلے کبھی میرے ذہن میں آئے بھی نہیں تھے اور نہ ان کی طرف کبھی خیال گیا تھا، لیکن جب آج کی رات میں نے غور کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ قرآن وحدیث کے علوم اور اسرار میرے سامنے کھلے ہوئے ہیں، تمام مسائل کی تفصیل اور جوابات میرے ذہن میں آتے چلے گئے اور صبح تک میں مسائل کا استنباط کرتا رہا، اسی حالت میں صبح ہوگئی۔ یہ سب آپ کے کھانے کا اثر تھا جو رات بھر میں نے محسوس کیا، اس لئے تہجد کے وقت نہ تو لوٹا استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی اور نہ مسواک کی ضرورت پیش آئی، اور وہی عشاء کا وضو میرے لئے فجر میں کام آیا۔ یہ تفصیل سن کر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اپنے گھروالوں کو حقیقت حال بتائی، اور جو لوگ ان کے بارے میں غلط قسم کی باتیں کررہے تھے ان سے کہا کہ تم نے ان کی شان میں گستاخی کی ہے، لہٰذا ان سے معافی مانگو، ان کا تو حال یہ ہے۔

حرام اور مشتبہ غذا سے بچنے کی کوشش کریں

بہرحال، واقعی ہمارے اندر جو دین کا جذبہ نہیں ہے اور دین کی طرف میلان نہیں ہے، جبکہ ہم جانتے ہیں کہ دین برحق ہے اور آخرت برحق ہے اور ہمیں آخرت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، پھر بھی دل اس طرف نہیں آتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری غذا میں مشتبہ غذا کو بڑا دخل ہے۔ اس لئے ہم حرام اور مشتبہ غذا سے بچنے کی کوشش کریں، خود بھی بچیں اور اپنے گھروالوں کو اور اپنے بچوں کو بھی حرام اور مشتبہ غذا سے بچائیں کہ کسی کے پیٹ میں حرام اور مشتبہ غذا نہ جانے پائے، ورنہ اس کے وبال سے نہ بچ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حلال اور طیب روزی عطا فرمائے اور حرام غذا سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

آنکھ اور زبان کی حفاظت

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آنکھ اور زبان کی حفاظت

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره و نؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيٰات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له، ونشهد ان سيدنا وسندنا ومولانا محمداً عبده ورسوله، صلى الله تعالى عليه وعلى اٰله واصحابه وبارك وسلم تسليماً كثيرًا كثيرا۔

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم۔ بسم الله الرحمن الرحيم

﴿ولقد آتينا لقمٰن الحكمة ان اشكر لله ومن يشكر فانما يشكر لنفسه ومن كفر فان اللّٰه غني حميد، صدق الله العظيم﴾ (سورۃ لقمان: ۱۲)

تمہید

یہ سورۂ لقمان کی آیت ہے، اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور مقبول بندے حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں بیان فرمائی ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں سحبان الہند حضرت مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لقمان علیہ السلام کا ایک قول نقل کیا ہے، وہ قول یہ ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار پیغمبروں کی خدمت اور صحبت میں رہ کر جو کچھ ان سے سنا اور ان کی جو تعلیمات حاصل کیں، ان کا خلاصہ یہ آٹھ نصیحتیں ہیں:

پہلی نصیحت

پہلی نصیحت یہ ہے کہ جب تم نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

دوسری نصیحت

دوسری نصیحت یہ ہے کہ جب تم دستر خوان پر بیٹھو تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

ان دونوں نصیحتوں کے بارے میں پچھلے جمعوں میں کافی تفصیل سے عرض کیا جاچکا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

تیسری نصیحت ــــ آنکھ کی حفاظت

حضرت لقمان علیہ السلام نے تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ جب تم کسی کے گھر میں جاؤ تو اپنی نظر کی حفاظت کرو۔ پہلے زمانے میں شرعی پردے کا رواج تھا اور اس کا اہتمام ہوتا تھا، اس لئے باہر تو بے پردگی کا کوئی امکان نہیں تھا، البتہ کسی کے گھر میں جاکر ہی اس گھر کی خواتین اور وہاں کی نامحرم عورتوں پر نظر پڑ جانے کا امکان تھا۔ اس لئے اس پس منظر میں یہ نصیحت فرمائی کہ جب تم کسی کے گھر جاؤ تو اپنی نظر کی حفاظت کرو، مثلاً کہیں کواڑ میں کوئی سوراخ ہو، یا کہیں کوئی جنگلہ کھلا ہوا ہو، یا کہیں پردہ ہٹا ہوا ہو، اور وہاں سے تمہیں صاحب خانہ کے گھر والے نظر آسکتے ہوں تو تم اپنی نظر بچالو اور اپنے اختیار سے ان پر نظر مت ڈالو۔ اس لئے کہ ایک تو جس کے گھر میں ہم گئے ہیں، اس کا زیادہ حق ہے کہ ہم اس کے گھر والوں سے اپنی نظر کی حفاظت کریں، ورنہ صاحب خانہ کی یہ خیانت ہوگی۔ دوسری طرف ایک نامحرم عورت پر جان بوجھ کر نظر ڈالنا گناہ کی بات ہے۔ بہرحال، اصل نصیحت اپنی نظر کی حفاظت کرنے کی فرمائی ہے کہ جب کسی کے گھر جاؤ تو زیادہ اہتمام سے اپنی نظر کی حفاظت کرو کہ کسی نامحرم عورت پر نظر نہ پڑنے پائے، اور اگر کبھی ایسا موقع آجائے

تو اپنی نظر کو بچاؤ۔

نظریں نیچی رکھیں

لیکن یہ حکم صرف گھر کے اندر تک محدود نہیں ہے، بلکہ اصل حکم یہ ہے کہ اپنے قصد و اختیار سے نہ تو نامحرم عورتیں نامحرم مردوں کو دیکھیں، نہ ہی نامحرم مرد نامحرم عورتوں کو دیکھیں۔ جہاں اللہ پاک نے پردہ کا حکم دیا ہے، وہاں دوسری طرف نظریں نیچی رکھنے کا بھی حکم دیا ہے۔ یہ حکم مردوں کو بھی دیا ہے اور عورتوں کو بھی دیا ہے۔ چنانچہ مردوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم﴾ (سورۂ نور)

"یعنی آپ مؤمن مردوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔

مسلمان خواتین کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قل للمؤمنٰت يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن﴾ (سورۂ نور)

"یعنی آپ مؤمن خواتین سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ ہونے دیں"۔

یعنی باقاعدہ مکمل پردے کے ساتھ رہیں تاکہ ان کی آرائش اور زیبائش نامحرم مردوں پر ظاہر نہ ہونے پائے۔

نظریں نیچی رکھنے کا گھر کے اندر بھی حکم ہے اور گھر کے باہر بھی حکم ہے۔

شہوت کے گناہوں کا آغاز نظر سے ہوتا ہے

ہمارے موجودہ دور میں گھر کے اندر بھی بے پردگی ہے اور گھر کے باہر بھی بے

پردگی ہے، ہر جگہ گناہ ہی گناہ کے مناظر نظر آتے ہیں، اس لئے آج اور زیادہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بات یاد رکھئے کہ انسان جن وجوہات کی وجہ سے گناہوں کے اندر مبتلا ہوتا ہے، وہ بنیادی طور پر تین ہیں: ان میں سے ایک بڑی وجہ شہوت ہے، ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مصلحت سے شہوت رکھی ہے، اور وہ اپنی جگہ بہت بڑی نعمت ہے، لیکن اس کا بے جا استعمال گناہ اور ناجائز ہے اور بڑے بڑے گناہوں کا ذریعہ ہے۔ یہ شہوت مرد میں بھی ہے اور عورت میں بھی ہے، اس لئے خواتین کو پردے کا اور نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے، اور مردوں کو بھی اپنی نظریں بچانے کا حکم ہے۔ اس نظر کے بچانے میں بھی بڑی حکمت ہے، اس لئے کہ جتنے بھی شہوت کے گناہ ہیں، ان کا آغاز نظر سے ہوتا ہے۔ جب ایک نامحرم مرد اور نامحرم عورت ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں بس یہیں سے شیطان اپنا کام شروع کردیتا ہے اور دونوں کے دلوں میں گناہوں کے جذبات ابھار کر ایک ایک کرکے گناہ کراتا چلا جاتا ہے، اس طرح بعض اوقات ایک دوسرے کو آخری گناہ یعنی بدکاری تک پہنچا دیتا ہے۔

گناہوں سے بچنے کا ایک ذریعہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جایئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی قدم پر بند لگادیا اور جہاں سے گناہ کی ابتداء ہوتی ہے وہیں پر روک لگادی اور نظر بچانے کا حکم دے دیا۔ لہٰذا اگر تم نظر کو بچالو گے تو آگے کے تمام گناہوں سے بچتے چلے جاؤ گے، اور جس نے اپنی نظر کو نہیں بچایا تو وہ بعد کے گناہوں میں مبتلا ہوتا جائے گا۔ چنانچہ پہلے وہ نامحرم سے باتیں کرے گا پھر اس کے قریب جائے گا اور بے تکلفی ہوگی، بات چیت ہوگی، اور آخر کار بدکاری میں مبتلا ہوجائے گا، جس کا آغاز بدنگاہی سے ہوا تھا۔ لہٰذا جس نے اپنی نظر کو بچالیا، اس نے باقی گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچالیا، اور جو بدنگاہی سے نہ بچا وہ باقی گناہوں میں بھی مبتلا ہوتا چلا جائے گا۔

نظر کا اثر دل پر

اس لئے ہر عمر کے لوگوں کو اس گناہ سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو، چاہے وہ جوان ہو یا بوڑھا ہو، اور چاہے وہ بزرگ ہو یا ولی ہو، سب کو اس گناہ سے بچنا چاہئے۔ سکھر میں ہمارے ایک بزرگ حضرت حکیم محمد ابراہیم صاحب رزمی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں، انہوں نے بدنگاہی کے سلسلے میں ایک بہت پیارا رباعی کہا ہے، جس میں سبھی کچھ فرمادیا ہے ؎

نظر بر قدم ہو، قدم بر زمیں ہوں
یقیناً یہ صورت تو ہے اختیاری
نہ روکا نظر کو جو بے باکیوں سے
تو لٹ جائے گی دل کی پونجی ہی ساری

اس لئے کہ بدنگاہی کا سب سے پہلا اثر دل پر ہوتا ہے، اگر اس نے دل سے اس نقش کو نہ نکالا تو پھر وہ اندر ہی اندر اپنی جگہ بنالیتا ہے اور دل پر نقش ہوجاتا ہے، اور نقش ہوجانے کے بعد گناہوں کا اور ناجائز خواہش اور ناجائز شہوت کا بیج دل میں ڈل گیا، اب اگر اس نے توبہ کے ذریعہ اس بیج کو دل سے نہ نکالا تو پھر نہ جانے وہ کتنے بے شمار گناہوں میں مبتلا ہونے کا سبب بن جائے گا اور کتنے گناہ اس سے سرزد ہوجائیں گے۔

بدنگاہی سے بچنے کا علاج

بہرحال، بدنگاہی کا پہلا علاج جو ہر انسان کے اختیار میں ہے، یہ ہے کہ اپنی نگاہ کو نیچی رکھے، پھر آہستہ آہستہ جب وہ نظر نیچی رکھنے کا عادی بن جائے گا، تو پھر وہ جنسی تقاضوں اور شہوت کے نتیجے میں جتنے گناہ ہوتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ ان سے بھی محفوظ ہوجائے گا۔ اور اگر نگاہ کی حفاظت نہ کی تو اس بدنظری کا پہلا اثر دل پر ہوگا، جس کے نتیجے میں اس کے دل سے آخرت کی فکر ختم ہوجائے گی۔ جس طرح چراغ

گل کرنے سے اندھیرا ہوجاتا ہے، اسی طرح اس کے دل میں اس گناہ کی ظلمت پیدا ہوجائے گی یا جیسے گناہوں سے بچنے والے انسان کے دل میں آخرت کی تیاری اور اس کے فکر کی ایک شمع روشن ہوتی ہے، جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، قرآن کی تلاوت کرتا ہے، آخرت کی فکر کرتا ہے، گناہوں سے بچنے کی فکر کرتا ہے، اچھا بننے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے دل میں اچھے اچھے کاموں کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن جب انسان اپنے قصد اور اختیار سے بدنگاہی کے گناہ کو کرنا شروع کردیتا ہے اور توبہ بھی نہیں کرتا تو سب سے پہلے دل کا وہ منور چراغ گل ہوجاتا ہے، اور اس کے گل ہوتے ہی شہوت بھڑکنے لگتی ہے، چاہے اس کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو، اور اس کے دل کے سامنے اعمال بد کا اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے، اور اس کو تمام راستے بدکاری کی طرف لیجانے لگتے ہیں۔ اب بُرے بُرے جذبات اور بُری بُری خواہشات اور بُرے بُرے تقاضے انسان کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ بڑے بڑے گناہوں کے اندر مبتلا ہوجاتا ہے، حالانکہ بعض مرتبہ ظاہری اعتبار سے وہ بڑا نیک اور صالح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مخفی طور پر وہ ان گناہوں میں مبتلا رہتا ہے۔

ٹی وی دیکھنا بدنگاہی کا ذریعہ ہے

چنانچہ متعدد لوگ ہیں جو حج بھی کرتے ہیں، عمرے بھی کرتے ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، مگر ساتھ میں ٹی وی پر فلمیں وغیرہ بھی دیکھتے ہیں حالانکہ ٹی وی پر فلمیں وغیرہ دیکھنے میں بدنگاہی اور بدنظری کے سوا اور کیا ہے۔ اس ٹی وی میں جتنی فلمیں اور دیگر پروگرام وغیرہ آتے ہیں وہ اکثر نامحرم مردوں اور نامحرم عورتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان کو شہوت سے دیکھنا بلاشبہ گناہ ہے۔ آج اس ٹی وی کے ذریعہ بدنگاہی کا گناہ کتنے وسیع پیمانے پر ہورہا ہے۔ اور آج انسان ٹی وی دیکھ کر اپنی جنسی خواہش کو تسکین دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں پورے معاشرے

میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے، کس قدر بے راہ روی، بے حیائی اور بے غیرتی، عیاشی، بدمعاشی، فحاشی، تیز رفتاری سے ہمارے معاشرے میں پھیل رہی ہے، اور جن گھروں میں ٹی وی دیکھنے کا عام مشغلہ ہے، وہاں پر عموماً دین صرف نام کی حد تک رہ گیا ہے، نہ ان میں اخلاق ہیں نہ کوئی اچھا کردار ہے، نہ کوئی حیا اور شرم باقی ہے، اور اسلام کی کوئی چیز بظاہر وہاں موجود نہیں ہے سوائے نام کے کہ نام مسلمانوں جیسا ہے، ان کا بولنا چالنا، اٹھنا بیٹھنا اور لباس و پوشاک، وضع قطع سب غیر اسلامی ہے، کیونکہ رات دن ٹی وی سے یہی سبق مل رہا ہے اور زبردست بد نگاہی ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے معاشرتی خرابیاں تیزی سے پھیلتی جا رہی ہیں اور شرم و حیاء کا جنازہ نکل رہا ہے، بے حیائی اور بے غیرتی حد سے زیادہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

ٹی وی دیکھنا چھوڑ دیں

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم پہلی فرصت میں ٹی وی دیکھنے سے بچیں اور اپنے گھر میں اور اپنے خاندان اور برادری میں سب مل کر خواتین میں شرعی پردے کا اہتمام کرائیں۔ تب جا کر ہم اس گناہ سے بچ سکیں گے، ورنہ کم از کم ہر شخص اپنے اوپر تو اختیار رکھتا ہے کہ وہ اپنی نظر کو بچائے، اپنے دل کو بچائے، اپنے کان کو بچائے، لہٰذا ان سب گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ بہرحال، حضرت لقمان علیہ السلام کی تیسری نصیحت یہ ہے کہ جب تم کسی کے گھر جاؤ تو اپنی نظر کی حفاظت کرو۔ گھر کے اندر بھی حفاظت کرو اور گھر کے باہر بھی حفاظت کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت لقمان علیہ السلام کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

چوتھی نصیحت ــــ زبان کی حفاظت

حضرت لقمان علیہ السلام نے چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ جب لوگوں کے اندر بیٹھو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ یہ زبان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر انسان اس کو صحیح استعمال کرے تو ذرا سی دیر میں کروڑوں نیکیاں کما ڈالے۔ ایک کلمہ ہے:

﴿لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد﴾

اگر کوئی اس کلمہ کو ایک دفعہ پڑھ لے تو ازروئے حدیث اس کے نامۂ اعمال میں بیس لاکھ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ اگر پانچ مرتبہ پڑھے تو ایک کروڑ نیکیاں ہوگئیں۔ اگر دس دفعہ کہے تو دو کروڑ نیکیاں ہوگئیں، اگر روزانہ ہر نماز کے آگے یا پیچھے بیس مرتبہ پڑھ لے تو روزانہ پانچ کروڑ نیکیاں حاصل ہوجائیں گی، اب دیکھئے کہ ذرا سی دیر میں کتنی نیکیاں حاصل ہوگئیں۔ یہ سب زبان کا کام ہے۔

مختصر کلمات اور ثواب زیادہ

ایک اور کلمہ ہے:

﴿لا الہ الا اللہ واللہ اکبر﴾

یہ بہت مختصر کلمہ ہے جو ہر مسلمان مرد و عورت کو انشاء اللہ تعالیٰ یاد ہوگا۔ حدیث شریف کی رو سے اگر کوئی شخص اس کلمہ کو ایک مرتبہ پڑھ لے تو اس کے جسم کا ایک چوتھائی حصہ جہنم سے آزاد ہوجائے گا۔ اگر دو مرتبہ پڑھے گا تو آدھا جسم آزاد ہوجائے گا۔ اور اگر چار مرتبہ پڑھے گا تو پورا جسم جہنم سے آزاد ہوجائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے بری فرمادیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد چار مرتبہ اس کلمہ کو پڑھ لیا کرے تو ایک دن میں پانچ مرتبہ اس کو دوزخ سے براءت کا پروانہ مل جائے گا کہ یہ شخص دوزخ سے آزاد ہے، اور چار مرتبہ اس کو پڑھنے میں کچھ دیر بھی نہیں لگتی۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لے تو پورے قرآن شریف پڑھنے کا ثواب مل جاتا ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ اگر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں ساتوں زمین اور ساتوں آسمان رکھ دیئے جائیں تو کلمہ والا پلڑا جھک جائے گا، اور اس کے مقابلے میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمین والا پلڑا ہلکا

ہو جائے گا۔ لیکن اخلاص سے پڑھنے کی بات ہے۔ جتنا اخلاص سے پڑھیں گے اتنا ہی وزن زیادہ ہو جائے گا۔

زبان کے بعض گناہ

بہرحال، یہ زبان بہت بڑی دولت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مفت دے رکھی ہے۔ لہٰذا اس زبان کی قدر یہی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں لگایا جائے، اور گناہوں سے اس زبان کو بچایا جائے۔ زبان کے بیس گناہ ہیں جن کو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "احیاء العلوم" میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اور ان کا خلاصہ "تبلیغ دین" میں بھی لکھا گیا ہے۔ ان میں سے بہت سے گناہوں کو ہم بھی جانتے ہیں۔ مثلاً گانا گانا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، فضول باتیں کرنا، جھوٹی شہادت دینا، دھوکہ دینا، الزام لگانا وغیرہ، یہ موٹے موٹے گناہ ہیں جن سے زبان کو بچانا ضروری ہے۔

مجلس میں زبان کی حفاظت کریں

اور جب آدمی دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے اس وقت عام طور پر وہ اپنی زبان کو بے لگام کر دیتا ہے۔ ہماری عام عادت یہ ہے کہ اکیلے بیٹھیں گے تو خاموش بیٹھیں گے، لیکن جہاں ہمارے پاس کوئی ملنے والا آیا، یا ہم کسی کے پاس جاکر بیٹھے، اس وقت ہم نے اپنی زبان کو بے مہار کر دیا۔ اب زبان سے کیا نکل رہا ہے، غیبت نکل رہی ہے، جھوٹ نکل رہا ہے، چغلی ہو رہی ہے، ہمیں اس کا کچھ احساس نہیں، نہ جانے کتنے گناہ ہم اس زبان سے کرتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب ہم مجلس سے اٹھتے ہیں تو کتنے ہی گناہ ہمارے اعمال نامے میں درج ہو چکے

ہوتے ہیں۔ اس لئے اس زبان کی حفاظت کرنے کی بڑی ضرورت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور آخرت میں ہمیں اس کا حساب دینا ہے۔

خاموشی کی عادت

اس کی حفاظت کا اصل طریقہ یہ ہے کہ ہم خاموش رہنے کی عادت بنائیں، اصل عادت بولنے کی نہ بنائیں۔ اور جہاں ضرورت ہو وہاں بلاشبہ بولیں، دین کی یا دنیا کی جہاں جائز ضرورت ہو، چاہے خوش طبعی ہو، چاہے اعتدال کے ساتھ کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر ہنسی مذاق ہو، چاہے مزاج پرسی ہو، وہاں بقدر ضرورت بولیں۔ البتہ بلا ضرورت اور فضول بولنے کی عادت چھوڑ دیں اور زیادہ وقت خاموش رہیں۔ اور اس خاموشی میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ کا ورد کرتے رہیں۔ اور جب خاموش رہنے کی عادت پڑ جائے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ فضول گوئی کا مرض جاتا رہے گا۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ گناہ کی دیگر باتیں بھی چھوٹنی شروع ہوجائیں گی۔ اور جب بولیں تو پہلے چند سیکنڈ کے لئے سوچیں کہ جو باتیں میں کرنا چاہ رہا ہوں، وہ فضول یا گناہ کی باتیں تو نہیں ہیں۔ جب اس طرح سوچ کر بولنے کی عادت ڈالیں گے تو انشاء اللہ رفتہ رفتہ اچھی باتیں زبان سے نکالنے کی عادت پڑجائے گی اور بری باتیں چھوٹنی شروع ہوجائیں گی۔ اب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں زبان کی حفاظت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور حضرت لقمان علیہ السلام کی ان دونوں نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

اپنی موت کو یاد رکھیں

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اپنی موت کو یاد رکھیں

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، ونشھدان سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرا۔

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿ولقد آتینا لقمٰن الحکمۃ ان اشکر للّٰہ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللّٰہ غنی حمید۔ صدق اللّٰہ العظیم﴾ (سورۃ لقمان: ۱۲)

تمہید

یہ سورۃ لقمان کی آیت ہے، اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور مقبول بندے حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لقمان علیہ السلام کا ایک قول نقل کیا ہے، وہ قول یہ ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا

کہ میں نے چار ہزار پیغمبروں کی خدمت اور صحبت میں رہ کر جو کچھ ان سے سنا اور جو ان کی تعلیمات حاصل کیں، ان کا خلاصہ یہ آٹھ نصیحتیں ہیں:

① پہلی نصیحت یہ ہے کہ جب تم نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

② دوسری نصیحت یہ ہے کہ جب تم دستر خوان پر بیٹھو تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

③ تیسری نصیحت یہ ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان بیٹھو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

④ چوتھی نصیحت یہ ہے کہ جب تم کسی کے گھر جاؤ تو اپنی نظر کی حفاظت کرو۔

ان چار نصیحتوں کے بارے میں پچھلے جمعوں میں عرض کیا جاچکا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

موت یاد رکھنے کی چیز ہے

پھر پانچویں اور چھٹی نصیحت کرتے ہوئے حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ دو باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو، اور دو باتوں کو ہمیشہ کے لئے بھول جاؤ۔ جن دو باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو، ان میں سے ایک موت ہے اور دوسری اللہ تعالیٰ کی یاد۔ لہٰذا موت ہر وقت یاد رکھنے کی چیز ہے، اس کو بھولنا نہیں چاہئے، وجہ یہ ہے کہ عام طور پر انسان اس دنیا میں آکر آخرت کو بھول جاتا ہے، اور دنیا کی محبت اس کے دل میں اتر جاتی ہے، اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے، اس لئے کہ دنیا کی محبت سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور غفلت میں انسان ہر قسم کے گناہ کرلیتا ہے، اب جس درجے کی غفلت ہوگی اسی درجے کے گناہ اس سے صادر ہوں گے اور جیسے جیسے غفلت بڑھتی چلی جاتی ہے ویسے ویسے انسان آخرت سے دور، دین سے دور، اللہ سے دور اور شیطان سے قریب اور گناہوں کے اندر مبتلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس غفلت کو دور کرنے والی اور دنیا کی محبت دل سے نکالنے والی چیز موت ہے، جس کے دل میں جتنا

اپنی موت کا استحضار ہوگا، اتنی ہی اس کے دل میں دنیا کی محبت کم ہوگی، اور اتنے ہی اس سے گناہ کم ہوں گے، اور اس کے نتیجے میں وہ کامیاب ہوتا چلا جائے گا۔

موت لذّتوں کو ختم کرنے والی ہے

اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں موت کو یاد کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿اکثروا ذکرھا زم اللذات الموت﴾

(ترمذی، صفۃ القیامۃ، حدیث نمبر ۲۴۶۲)

یعنی تم لذّتوں کو توڑنے اور ختم کرنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو۔ موت کو کثرت سے یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کی نعمتیں اور لذّتیں جن کے استعمال کرنے سے انسان کا دل غافل ہوجاتا ہے، موت کے تذکرے سے یہ غفلت ختم ہوجائے گی اور یہ لذّتیں جائز حد تک رہ جائیں گی۔ بلکہ ایک اور حدیث میں ان الفاظ کے بعد ایک جملہ کا اور اضافہ ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم مال کی فراوانی کے وقت میں موت کا تذکرہ کرو گے تو باوجود مال زیادہ ہونے کے وہ مال تمہارے لئے کم ہوجائے گا، اور اگر مال کی کمی کی حالت میں موت کو یاد کرو گے تو باوجود کم ہونے کے وہ مال تمہارے لئے زیادہ ہوجائے گا، یعنی مال تو بہت ہوگا لیکن دل میں نہیں ہوگا۔ اور اگر مال دل کے اندر نہ ہو بلکہ باہر ہو تو پھر وہ روئے زمین کے برابر کیوں نہ ہو وہ بھی کوئی نقصان نہیں کرے گا۔ اور خدانخواستہ اگر مال دل کے اندر ہے اور اس کی محبت دل کے اندر ہے تو وہ مال وبال ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔ تو موت کی یاد ایسی چیز ہے کہ اگر بادشاہ کو بھی نصیب ہوجائے تو اس کی سلطنت بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑے گی۔ اگر کسی کے پاس مال کم ہو اور اس حالت میں وہ موت کا مراقبہ کرے، موت کو یاد کرے تو وہ مال اس کے حق میں بہت بن

جائے گا۔ اس لئے کہ جب وہ یہ سوچے گا کہ مرنے کے بعد میرا کیا انجام ہونے والا ہے، اور وہاں جاکر مجھے اس مال کا بھی حساب دینا ہے تو وہ قناعت اختیار کرے گا، اور جو تھوڑا مال ہے اسی کو بہت سمجھے گا کہ بس اسی کا حساب ٹھیک ہوجائے تو غنیمت ہے، اور وہ یہ سوچے گا کہ لوگ جب آخرت میں پہنچیں گے تو جن لوگوں کے پاس مال نہیں ہوگا اور وہ فقیر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوں گے تو وہ نافرمان مالداروں کے مقابلے میں پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے اور مالدار اپنے حساب کتاب میں لگے ہوئے ہوں گے۔ لہٰذا کم مال والا غریب آدمی جب موت کو یاد کرے گا تو وہ مال اس کے حق میں کافی ہوجائے گا۔

موت کو یاد رکھنے کے طریقے

بہرحال، یہ موت ایسی چیز ہے جو دل سے دنیا کی محبت کو کھینچتی ہے، اس سے دنیا کی محبت نکلتی ہے، اس سے بڑا فائدہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ بہرحال، موت کی یاد بہت کام کی چیز ہے، اس لئے ہر انسان اپنی موت کو یاد رکھے، اس کا تذکرہ کرتا رہے، اور اس کو سوچتا رہے۔ پھر اس موت کو یاد رکھنے کے بہت سے طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ: قبرستان جانا

پہلا طریقہ یہ ہے کہ قبرستان جایا کرے، قبرستان جانے سے انسان کو موت بھی یاد آتی ہے اور انسان کے دل سے غفلت بھی دور ہوتی ہے، دنیا کی محبت نکلتی ہے اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ وہاں جانے سے ہر قبر انسان کو یہ درس عبرت دیتی ہے کہ دیکھ ہمارے اندر جو لوگ لیٹے ہوئے ہیں وہ تمہاری طرح ایک دن دنیا میں چلا پھرا کرتے تھے، کاروبار کرتے تھے، وہ بھی شادی بیاہ والے تھے، ان کی بھی اولاد تھی، ان کے بھی ماں باپ تھے، ان کے بھی دوست احباب تھے، لیکن آج بے یار ومددگار تن تنہا اپنی اپنی قبروں میں لیٹے ہوئے ہیں اور نہ جانے کس حال میں ہیں۔

قبرستان جانے کا طریقہ

قبرستان جانے کا طریقہ اور ادب بھی یہی ہے کہ جو شخص قبرستان جائے اس کو چاہئے کہ وہ خاص طور پر قبروں کی زیارت کے لئے اور دنیا کی محبت دل سے نکالنے کے لئے اور موت کی یاد تازہ کرنے کی نیت سے جائے یا کسی جنازہ کے ساتھ جائے تو اب وہاں جاکر بلاضرورت دنیا کی باتیں کرنے میں نہ لگ جائے بلکہ وہاں جاکر اپنے مرنے کو سوچے اور اسی جنازے کو سوچے جو ہمارے کندھوں پر ہے اور جس کو ہم قبر میں اتار رہے ہیں کہ کل تک یہ زندہ تھا اور آج ہم اس کو قبر میں اتارنے کے لئے لیجارہے ہیں، اب اس کو قبر میں دفنا کر واپس آجائیں گے۔ اسی طرح ایک دن مجھے بھی قبرستان لایا جائے گا اور اسی طرح قبر میں اتارا جائے گا، اور مجھے دفنا کر لوگ چلے جائیں گے، اس وقت میرا نہ جانے کیا حال ہوگا۔ اس وقت اس قبرستان میں سینکڑوں مسلمان مدفون ہیں، اپنی اپنی قبروں میں ہیں، ان کا کچھ پتہ نہیں کہ کیا حال ہے، ایک دن مجھے بھی اس دنیا کو چھوڑ کر قبر میں آنا ہے ؎

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دوسرا طریقہ: اپنی موت کو سوچنا

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چوبیس گھنٹے میں سے دس منٹ نکالیں، صبح کے وقت یا رات کو سونے سے پہلے، پھر اس وقت اپنے ذہن کو تمام خیالات سے خالی کر کے اور اپنے آپ کو تمام مصروفیات سے فارغ کر کے اپنے مرنے کو سوچیں، مثلاً پہلے اپنے بیمار ہونے کو سوچیں، پھر اپنی جان نکلنے کو سوچیں، پھر یہ سوچیں کہ اب مجھے غسل دیا جارہا ہے، کفن پہنایا جارہا ہے، اور گھوارے میں ڈال کر نماز جنازہ کے لئے لیجایا

جارہا ہے، اب میری نماز ہو رہی ہے، اب لوگ مجھے اٹھا کر قبرستان لیجا رہے ہیں، اب مجھے قبر میں اتارا جارہا ہے، اب سلیپ رکھی جارہی ہیں، اور گارے سے سلیپ بند کئے جارہے ہیں، اور مٹی ڈالی جارہی ہے اور لوگوں کی باتیں کرنے کی آوازیں آرہی ہیں، اب سورۂ بقرہ کا اوّل و آخر میری قبر پر پڑھا جارہا ہے، اب لوگ واپس جارہے ہیں اور میں اکیلا قبر میں پڑا ہوا ہوں، فرشتے آکر مجھ سے سوال و جواب کررہے ہیں اور مجھ سے جواب نہیں دیا جارہا ہے، قبر میں تنگی ہے، اندھیرا ہے، سانپ اور بچھو چاروں طرف سے نکل کر میرے جسم سے لپٹ رہے ہیں اور مجھے عذاب ہو رہا ہے۔

بس یہ سوچیں، اس سوچنے میں بڑی عجیب وغریب تاثیر ہے، وہ تاثیر یہ ہے کہ اس کے ذریعہ دل سے دنیا کی محبّت نکل جائے گی۔ ہمارے دل میں دنیا کے بارے میں جو بڑے بڑے منصوبے ہیں اور ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ ہمارے ذہن میں موجود ہے، تمناؤں اور خواہشات کا ایک سمندر ٹھاٹیں مار رہا ہے، اس سوچ سے یہ سب لہریں ختم ہوجائیں گی، خواہشات کی موجیں ٹھنڈی پڑجائیں گی اور یہ سب منصوبے سرد پڑ جائیں گے اور آخرت کے منصوبے اس کے ذہن میں آنے لگیں گے، آخرت کی تمنائیں اور آرزوئیں اس کے دل میں پیدا ہونے لگیں گی اور وہاں کے اجر و ثواب کی قدر و قیمت اس کے دل میں آنے لگے گی۔ اب اس کا دل یہ چاہنے لگے گا کہ میں یہ نیک کام کرلوں، فلاں نیک کام کرلوں، فلاں گناہ سے بچوں، اور فلاں گناہ سے توبہ کرلوں۔ یہ ہے اس کا عظیم فائدہ اور تاثیر۔

لہٰذا صرف دس منٹ نکال کر اپنی موت کو سوچا کریں، انشاء اللہ یہ دس منٹ ہمارے چوبیس گھنٹے کے لئے چابی کا کام کریں گے، اس کے ذریعہ ہمارے دل میں چابی بھر جائے گی، پھر جہاں بھی جائیں گے، انشاء اللہ یہ موت ہمیں یاد رہے گی۔ شروع شروع میں تو اس کا زیادہ فائدہ محسوس نہیں ہوگا، لیکن جب مسلسل ہم موت کا مراقبہ کریں گے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہم چاہے بازار میں ہوں، یا دکان میں ہوں، یا گھر میں ہوں مگر موت ہمیں یاد رہے گی، اور جتنی موت کی یاد رہے گی اتنا ہی

گناہ سے بچنا آسان ہوگا، فوراً موت آکر کہے گی کہ تمہیں مرنا ہے، قبر میں تمہیں یہ عذاب ہوگا، ایسا کام نہ کرو کہ کل کو اس کا بدلہ دینا پڑے۔ بس جس شخص کے اندر یہ فکر پیدا ہوگئی کہ کل مجھے مرنا ہے اور مرکر جواب دینا ہے، بس وہ سب سے بڑا عقل مند ہے، وہی سب سے بڑا ہوشیار اور سمجھدار ہے۔

عقل مند کون؟

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عقل مند اور ہوشیار کون ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو موت کو یاد کرے اور موت کے بعد کی تیاری کرے وہ سب سے زیادہ ہوشیار اور عقل مند ہے، یہی لوگ ہیں جو دنیا کی نیک بختیاں لیں گے اور آخرت کی بزرگی اور شرافت انہوں نے پائی ہے۔ لہٰذا موت کو یاد کرنے میں دنیا کی بھی کامیابی ہے، مرنے کے بعد کی کامیابی بھی اسی میں پوشیدہ ہے، اس لئے انسان موت کو جتنا یاد کرے گا اتنا ہی اس کو حساب کتاب کا دھڑکا لگا رہے گا، اس کو یہ فکر رہے گی کہ جو کچھ کرنا ہے سوچ سمجھ کر کرنا ہے، مجھے کل اپنی قبر میں جانا ہے، میں کسی کی خاطر اپنی قبر کیوں خراب کروں؟ زبان سے کچھ بولے گا تو سوچ سمجھ کر بولے گا، ہاتھ پیر چلائے گا تو احتیاط سے چلائے گا، بات کرے گا تو احتیاط سے بات کرے گا، لین دین کرے گا تو احتیاط سے کرے گا اور اس طرح خود بخود اس کے تمام معاملات میں درستی، تہذیب اور شائستگی آجائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کرو

ایک اور حدیث میں آپ نے بہت پیاری بات ارشاد فرمائی ہے جو یاد رکھنے کی ہے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جس طرح حیا کرنے کا حق ہے تم اس طرح اللہ تعالیٰ سے حیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ جو حیا کرتے ہو وہ یہاں مراد نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا جو حق ہے اس سے مراد کچھ اور ہے، وہ یہ ہے کہ تمہارا سر اور جو کچھ تمہارے سر میں ہے اس کی حفاظت کرو، اور جو کچھ تمہارے پیٹ میں ہے اور اس کے ساتھ جو اعضاء ہیں ان کی حفاظت کرو، اور تم اپنی موت کو اور موت کے بعد ریزہ ریزہ ہوجانے اور اپنی ہڈیوں کے بوسیدہ ہوجانے کو یاد کرو، جب تم یہ کام کرنے لگو گے تو اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا جو حق ہے وہ ادا ہوجائے گا۔

سر کی حفاظت کے دو مطلب

اس حدیث میں جو فرمایا کہ اپنے سر کی اور جو کچھ سر میں ہے اس کی حفاظت کرو، تو سر کی حفاظت کے دو مطلب ہیں، ایک یہ کہ اپنے سر کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کے سامنے مت جھکاؤ، دوسرے یہ کہ اپنے سر کو تکبر کی وجہ سے اونچا نہ کرو، جو متکبر ہوتا ہے وہ اکڑ کر چلتا ہے، گردن کو ذرا اونچی کر کے چلتا ہے، ٹوپی بھی بہت اونچی پہنتا ہے، تاکہ وہ لوگوں میں بڑا معلوم ہو، اس لئے فرمایا کہ تکبر کی وجہ سے اپنے سر کو اونچا مت کرو، اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے مت جھکاؤ، اس سر کو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکنا چاہئے، جب چلیں تو عاجزی کے ساتھ سر جھکا کر چلیں، بیٹھیں تو عاجزی سے بیٹھیں۔

سر کی چار چیزوں کی حفاظت

سر میں جو چیزیں جمع ہیں وہ چار ہیں، تین ظاہر ہیں اور ایک اندر ہے، ایک کان، دوسرے آنکھ، تیسرے زبان، اور جو اندر ہے وہ دماغ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زبان سے کوئی گناہ کی بات نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، کسی پر الزام نہ لگاؤ، فضول باتیں

نہ کرو، گانے نہ گاؤ، کسی پر تہمت نہ لگاؤ، جھوٹی گواہی مت دو، کسی کو دھوکہ مت دو، زبان کو زبان کے گناہ سے بچاؤ۔ اور آنکھ کو آنکھ کے گناہوں سے بچاؤ، مثلاً بد نگاہی اور بد نظری مت کرو، ایسی جگہ مت دیکھو جس کا دیکھنا ممنوع ہے۔ کان کو گناہ کی باتیں سننے سے بچاؤ، کانوں سے گانا نہ سنو، غیبت نہ سنو، کسی کی بُرائی نہ سنو۔

دماغ کی حفاظت

اسی طرح انسان کا دماغ بھی بہت سے گناہ سوچتا رہتا ہے، جتنے خیالات اور تصورات آتے ہیں وہ سب دماغ کے اندر آتے ہیں اور دماغ اندر ہی اندر ان کا منصوبہ بناتا ہے، تمہارے دماغ میں جتنے ناجائز منصوبے اور غلط خیالات آتے ہیں اپنے دماغ سے ان کو نکال دو، ان خیالات کو اپنے دماغ میں مت ٹھہراؤ، ایک طرف سے یہ خیالات آئیں تو دوسری طرف سے ان کو نکال دو، اس لئے کہ نفس و شیطان یہ بُرے بُرے خیالات دماغ میں ڈالتے ہیں لیکن وہ صرف ڈالتے ہیں، وہ خیالات ہوا کے جھونکوں کی طرح آتے ہیں اور جاتے ہیں، اگر کسی نے ان خیالات کو دماغ میں ٹھہرا لیا تو پھر گناہوں میں مبتلا ہوتا چلا جائے گا، اس لئے کہ اگر وہ خیال دل میں ٹھہر گیا تو وہ کچھ کروا کر جائے گا اور اگر خیال آیا اور چلا گیا تو پھر اس خیال کے نتیجے میں عمل کچھ نہیں ہوگا، لہٰذا جیسے ہی گناہوں اور بُرائیوں کے خیالات دل میں آئیں تو فوراً ان کو رخصت کردو، ان خیالات کے آنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، البتہ ان کے تقاضوں پر عمل کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ لہٰذا دماغ کو بھی گناہوں سے بچاؤ، آنکھوں کو بھی گناہ سے بچاؤ، کانوں کو بھی گناہوں سے بچاؤ اور زبان کو بھی گناہ سے بچاؤ، یہ ہے سر کی حفاظت۔

پیٹ کی حفاظت

یہ جو فرمایا کہ پیٹ کی حفاظت کرو، تو اس کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ حرام

سے اپنے پیٹ کو بچاؤ اور مشتبہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اور پھر پیٹ کے ساتھ اور بھی بہت سے اعضاء ہیں، یہ دونوں ہاتھ بھی پیٹ کے ساتھ ہیں، یہ دونوں پاؤں بھی پیٹ کے ساتھ ہیں، انسان کا ستر اور شرمگاہ بھی پیٹ کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اپنے ہاتھ کو بھی گناہوں سے بچاؤ، پیر کو بھی گناہوں سے بچاؤ، اور اپنے ستر اور شرمگاہ کو بھی گناہوں سے بچاؤ۔ اس طرح پیٹ اور اس کے ساتھ جو اعضاء ہیں ان کی حفاظت ہوجائے گی۔

تیسری بات جو اس حدیث میں بیان فرمائی وہ ان دونوں کو گناہ سے بچانے کا طریقہ ہے، وہ یہ کہ اپنی موت کو یاد کرو اور مرنے کے بعد اپنے جسم کے مٹی ہوجانے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہوجانے کو یاد کرو۔ اور جو شخص جتنا اپنی موت کو یاد کرے گا اور اپنے جسم کے ریزہ ریزہ ہوجانے کو یاد کرے گا، اس کے لئے سر کی حفاظت آسان ہوجائے گی اور پیٹ کی حفاظت بھی آسان ہوجائے گی۔

غفلت دور کریں

بہرحال، یہ موت کا تذکرہ بڑی کار آمد چیز ہے، اس وقت ہمارا سب سے بڑا مرض اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے جو بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے، اور اس کی وجہ ہماری غفلت ہے اور اس غفلت کی وجہ دنیا کی محبت ہے اور دنیا کی محبت کی جڑ موت کی یاد سے کٹتی ہے، اس لئے موت کا جتنا تذکرہ ہوگا، اتنی ہی ہماری غفلت دور ہوگی، اور جتنی غفلت دور ہوگی اتنی ہی اطاعت کے جذبات ابھریں گے۔

مراقبہ موت کے چند اشعار

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مراقبہ اردو میں لکھا ہے، اس کا نام ہے "مراقبہ موت" یہ مراقبہ موت بہت آسان اشعار کے اندر لکھا گیا ہے، اگر کوئی اس کو پڑھ لے تو وہ بھی موت کی یاد دلانے کے لئے نہایت

کافی و شافی ہے۔ اس کے ایک دو شعر مجھے یاد آرہے ہیں وہ آپ کو سنا دیتا ہوں ؏

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا
جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آکے کیا کیا ستایا
اجل تیرا کردے گی بالکل صفایا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
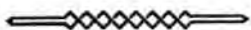
یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا
تجھے حسن ظاہر نے دھوکہ میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
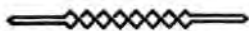
جو کھیلوں میں تو نے لڑکپن گنوایا
تو بدمستیوں میں جوانی گنوائی
جو اب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا
تو بس یوں سمجھ کہ زندگی گنوائی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ اشعار ایسے آسان ہیں کہ بچے بھی سمجھ لیں، اگر یہ باتیں ہمارے ذہن میں بیٹھ جائیں تو ہماری زندگی جلدی سے صحیح رخ پر آجائے، بہرحال، موت کو ہر وقت یاد رکھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی موت یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللہ کو یاد رکھیں

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کو یاد رکھیں

(۱) احسان کر کے بھول جائیں

(۲) دوسروں کی بدسلوکی بھول جائیں

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہٖ ونتوکل علیہ' ونعوذباللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا' من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔ واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریك لہ۔ واشھد ان سیدنا ونبینا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارك وسلم تسلیمًا کثیرا کثیرًا:

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم' بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم' ولقد آتینا لقمان الحکمۃ ان اشکرللّٰہ' ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ' ومن کفر فان اللّٰہ غنی حمید صدق اللّٰہ العظیم۔

تمہید

میرے قابل احترام بزرگو! جو آیت میں نے تلاوت کی ہے۔ یہ سورۃ لقمان کی آیت ہے ' اس آیت کی تفسیر میں سحبان الھند حضرت مولانا احمد سعید صاحب نے حضرت لقمان علیہ السلام کا ایک عجیب وغریب قول نقل کیا ہے ' وہ قول یہ ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار پیغمبروں کی صحبت اور خدمت میں رہ کر جو کچھ ان سے سنا ان کا خلاصہ یہ آٹھ نصیحتیں ہیں :

(۱) پہلی نصیحت یہ ہے کہ جب تم نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

(۲) دوسری نصیحت یہ ہے کہ جب تم دستر خوان پر بیٹھو تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

(۳) تیسری نصیحت یہ ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان بیٹھو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

(۴) چوتھی نصیحت یہ ہے کہ جب تم کسی کے گھر جاؤ تو اپنی نظر کی حفاظت کرو۔

(۵) پانچویں نصیحت یہ ہے کہ موت کو ہمیشہ یاد رکھو۔

ان پانچوں نصیحتوں کے بارے میں گذشتہ جمعوں میں تفصیل سے عرض کر دیا ہے۔

اللہ کی یاد بڑی چیز ہے

حضرت لقمان علیہ السلام نے چھٹی نصیحت یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو

ہمیشہ یاد رکھو؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کو اپنے دل میں زندہ رکھو' اللہ تعالیٰ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے اسکی معرفت سب سے بڑی نعمت ہے۔ دنیا میں اللہ ہی کو یاد کرنے کیلئے آئے ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ کی یاد نصیب ہو جاتی ہے' ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ ؎

جگ میں آکر ادھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

یعنی جس چیز پر نظر ڈالتے ہیں' بس اللہ تعالیٰ ہی یاد آتے ہیں۔ ؎

گلستان میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں' سامنے آتے بھی نہیں

یعنی ہر چیز یہ کہہ رہی ہے کہ آپ موجود ہیں۔ لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اللہ پاک کو دیکھا ہے' دیکھتا بھی نہیں' اور انکار بھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال' اللہ تعالیٰ کی یاد سب چیزوں کی سردار ہے' سب سے زیادہ محبوب ہے' اور سب سے بڑا مقصود ہے' حضرت مجذوب صاحبؒ فرماتے ہیں۔

یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹادوں خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم میں ترے دل شاد رہے
اپنی نظر سے سب کو گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اللہ کو یاد کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے

پھر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے تذکرے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے ' اور اللہ تعالیٰ کی محبت ساری اطاعتوں کی جڑ ہے ' جتنی کسی شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو گی ' اتنا ہی وہ فرمانبردار ہو گا ' جوں جوں اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں بھرتی جائے گی ' ویسے ویسے اس کے اعضاء وجوارح اور دل ودماغ اسکی اطاعت میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے ' اور اللہ تعالیٰ کی محبت اللہ تعالیٰ کی یاد سے پیدا ہوتی ہے۔ اور قرآن وحدیث اللہ تعالیٰ کی یاد کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں۔

ذکر کی مجلس میں فرشتوں کی آمد

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو راستوں میں گھومتے رہتے ہیں جو ذکر کرنے والوں کو اور ایسی محفلوں اور مجلسوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو جہاں ان فرشتوں کو ایسی مجلس نظر آتی ہے تو وہ فرشتے ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ یہاں آجاؤ۔ یہاں آجاؤ ' تمہارا مقصود یہاں موجود ہے ' تم جس محفل کی تلاش میں ہو ' اور جس چیز کو تم ڈھونڈ رہے ہو ' وہ یہاں ہے ' اللہ تعالیٰ کا تذکرہ یہاں پر ہو رہا ہے۔ بس یہ اعلان سنتے ہی تمام تلاش کرنے والے فرشتے اس طرف لپکتے ہیں اور وہاں جاکر اس مجلس کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں ' اور ایک کے اوپر ایک فرشتہ آتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔

فرشتوں سے اللہ تعالیٰ کا سوال وجواب

جب وہ فرشتے مجلس سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتے ہیں تو باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں' پھر بھی ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ اے فرشتوں! میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ وہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار عالم! آپ کے وہ بندے آپ کی پاکی' آپکی بڑائی' آپکی حمد اور آپکی بزرگی بیان کر رہے تھے وہاں ہم بھی جمع ہوئے تھے۔ وہاں سے واپس آپ کے پاس آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں کہ جو بندے مجھے یاد کر رہے تھے' اور میرا ذکر کر رہے تھے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں' انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اچھا اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہوگا؟ فرشتے عرض کریں گے جتنی اب وہ عبادت کر رہے ہیں اس سے زیادہ آپ کی عبادت کریں' اس سے زیادہ آپ کی بزرگی بیان کریں اور اس سے زیادہ آپ کی پاکی بیان کریں۔ (جتنا اس وقت آپ کا ذکر کر رہے تھے۔ اس سے زیادہ آپ کو یاد کریں۔ اور اس سے زیادہ وہ آپ پر قربان ہو جائیں)۔ اللہ تعالیٰ پھر سوال کریں گے کہ اچھا یہ بتاؤ وہ کیا چیز مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کریں گے یا اللہ' وہ آپ سے آپ کی جنت مانگ رہے تھے اور جنت کا سوال کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کریں گے کہ اے پروردگار! انہوں نے جنت نہیں دیکھی' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اگر وہ جنت دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ فرشتے

عرض کریں گے کہ یا اللہ۔ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو اس سے زیادہ اسکو مانگتے جتنا وہ اب مانگ رہے ہیں۔ اور اس سے زیادہ اسمیں دلچسی لیتے ' اور اس کے لئے اس سے زیادہ آپ کی طرف رجوع کرتے ' اور آپ سے اسکی عطا فرمانے کی درخواست کرتے۔

ذکر کرنے والوں کی مغفرت

ہم کہاں اور رب العالمین کی شان کہاں ! ان کی شان رحمت دیکھئے ! اور ان کی رحمان الرحیم ہونے کی شان دیکھئے کہ ان حقیر سے بندوں کے بارے میں کس طرح بار بار فرشتوں سے دریافت فرمارہے ہیں- پھر حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں کہ اچھا وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے ؟ وہ فرشتے عرض کرتے ہیں اے پروردگار عالم ' وہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے (جہنم سے ڈر رہے تھے) اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے ؟ فرشتے عرض کریں گے کہ انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ حق تعالیٰ عرض کریں گے کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو پھر ان کا کیا حال ہوتا ؟ فرشتے عرض کریں گے یا اللہ ! اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو وہ اور زیادہ اس سے بچتے اور زیادہ سے اس سے ڈرتے (اور اس بارے میں وہ اور زیادہ آپ کی بارگاہ میں رجوع کرتے ' توبہ کرتے ' معافی مانگتے ' پناہ مانگتے)- آخر میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ' اے فرشتو ! تم گواہ رہنا ' ہم نے ان سب کی مغفرت کردی۔

پاس بیٹھنے والے بھی محروم نہیں

ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا یا اللہ! ان کی مجلس میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو ذکر کرنے کی نیت سے نہیں آیا تھا' بلکہ وہ تو اپنے کسی کام سے آیا تھا' جب اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے سوچا کہ چلو تھوڑی دیر کیلئے میں بھی بیٹھ جاؤں وہ ذکر کرنے کی نیت سے ہرگز نہیں آیا تھا۔ نہ اس نے ذکر کیا تھا۔ تو کیا آپ نے اسکی بھی بخشش فرمادی؟ جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: ﴿هُمْ خُلَسَاءٌ لاَ يَشْقٰى جَلِيسُهُمْ﴾ یہ بیٹھنے والے ایسے پیارے ہیں کہ جو بھی ان کے پاس بیٹھ گیا' اسکی بھی بخشش ہو گئی۔ جب یہ بخشے گئے. تو وہ بھی بخشا گیا۔ (بخاری)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاص کلمہ کا مطالبہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: پروردگار عالم! مجھے ایسا کوئی خاص کلمہ بتائیے کہ میں تنہا اس کلمے کے ذریعہ آپ کو یاد کیا کروں' کوئی اور اس کلمے کے ذریعہ آپ کو یاد نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ "لا الہ الا اللہ" سے مجھے یاد کیا کرو' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ پروردگار عالم! یہ کلمہ تو ایسا ہے کہ ساری مخلوق اس کو پڑھتی ہے' سبھی اس کلمہ کے ذریعہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ میری درخواست تو یہ تھی کہ مجھے کوئی خاص کلمہ ارشاد فرمایا جائے تاکہ میں ہی اس سے آپ کو یاد کروں' کسی اور کو وہ کلمہ معلوم نہ ہو۔ اللہ

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا! اے موسیٰ! یہ خاص ہی کلمہ ہے۔ لیکن ہم نے اپنی رحمت سے اسکو عام کیا ہوا ہے۔ .... بہر حال ' یہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" بہت خاص کلمہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اتنا عام کیا ہوا ہے کہ ہر کس وناکس اسکو پڑھ سکتا ہے۔

اسی لئے یہ کلمہ تمام اذکار کا سردار ہے 'اس لئے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اس کلمہ کی رٹ لگاتے رہیں۔ اور اسکی طرف دھیان لگاتے رہیں جب یہ زبان پر ایسا رٹ جائے کہ بیساختہ زبان پر جاری ہو جائے 'اور دل میں رچ بس جائے اور دیگر اعضاء وجوارح سے حق تعالیٰ کی بھر پور اطاعت کی عادت پڑ جائے اور اسکی نافرمانی سے بچنے کی ہمت ہو جائے۔ تو دل میں اللہ کی محبت بھر جائے گی۔ اور جب دل میں اللہ کی حال محبت بھر جائے گی تو پھر حضرت مجذوب صاحبؒ کا شعر جس میں ان کے دل کا حال مذکورہ ہے وہ انشاء اللہ ہمیں نصیب ہو گا ؎

یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹادوں خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے تیرے دل شاد رہے
اپنی نظر سے سب کو گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زبان اے میرے اللہ
لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ

بس "لا الہ الا اللہ" کا ایسا ورد کریں کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے زبان

پر یہ رواں ہو جائے۔ اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ کثرت تو "لا الہ الا اللہ" کی ہو اور سو پچاس کے بعد اک بار محمد رسول اللہ ﷺ بھی ملا لیا کریں اور صبح وشام کی جو مسنون تسبیحات ہیں۔ وہ بھی اپنے معمول میں رکھئے۔

اس کثرت ذکر کے نتیجے میں دل سے دنیا کی محبت نکلے گی۔ انشاء اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو گی، اور پھر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کے دل میں اپنی یاد جما دیں۔ اور اپنی اطاعت کی توفیق دیں اور ہم سب کو خالص اپنا بنا لیں اور اپنے مخلص بندوں میں داخل فرمالیں۔ آمین۔

احسان کر کے بھول جاؤ

حضرت لقمان علیہ السلام نے ساتویں نصیحت یہ فرمائی کہ جب تم کسی پر کوئی احسان کرو، تو احسان کرنے کے بعد اس کو ہمیشہ کیلئے بھول جاؤ۔ دوسرے پر احسان کرنا، اور اللہ کیلئے احسان کرنا یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ ہم لوگ احسان کرنے کے بعد اسکو بہت یاد رکھتے ہیں۔ اگر اگلا شخص ہمارے ساتھ بھی احسان کرے تو تب تو ہم اپنا احسان چھپا کر رکھتے ہیں اور اس وقت اس کا اظہار نہیں کرتے کہ ہم نے بھی تم پر احسان کیا ہے، اس لئے وہ اس سے زیادہ ہم پر احسان کر رہا ہے۔ لیکن جس وقت سامنے والے نے ہمارے ساتھ بد سلوکی کی، اور ہمارے احسان کا بدلہ نہ دیا تو فوراً ہم اپنے احسانات کی لسٹ اسکے سامنے کر دیتے ہیں کہ ہم نے فلاں وقت تمہارے ساتھ یہ احسان کیا۔ فلاں وقت یہ احسان کیا۔ فلاں وقت یہ احسان کیا۔ لیکن تم نے

ہمارے سارے احسانات بھلا دیئے۔ ہاں بھائی یہ زمانہ تو احسان کرنے کا نہیں ہے، نیکی کرنے کا نہیں۔ میں نے ایسا سلوک کیا اور ایسی ہمدردی کی، اتنے ان کے کام کئے۔ اتنی خدمت کی، اور اس کا مجھے یہ بدلہ ملا .... دیکھئے سامنے والے شخص نے تو بدسلوکی کی کا گناہ کیا، لیکن احسان کرنے والے نے اپنا احسان جتلا کر اپنے احسان کی نیکی کو برباد کیا۔

صرف اللہ کیلئے احسان کرے

آدمی جب بھی احسان کرے تو صرف اللہ کیلئے کرے۔ (بدلے کی نیت سے نہ کرے۔) اور احسان کرنے کے بعد ہمیشہ کیلئے اس کو بھول جائے، تاکہ وہ احسان کی عبادت ضائع نہ ہو۔ ورنہ ذرا سا احسان جتلانے سے سارے احسان پر پانی پھر جاتا ہے۔ مثلاً ایک لاکھ روپے کے ذریعہ آپ نے کسی کی خدمت کردی۔ یہ احسان کیا، اور اس کا بہت بڑا ثواب ہے لیکن اگر آپ نے وہ احسان جتلادیا تو بس اسی لمحے وہ سب اکارت ہو گیا۔ وہ ایک لاکھ روپیہ خاک اور مٹی بن گیا۔ اور اگر اس لاکھ روپے کا کسی سے تذکرہ ہی نہ کریں، نہ خود اسکے سامنے اور نہ دوسروں کے سامنے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں تو اللہ تعالیٰ اس پر ثواب عظیم عطا فرمائیں گے، جسکی تفصیل احادیث طیبہ میں مذکورہ ہے۔

دوسروں کی مدد کی فضیلت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مسلمان کے ساتھ اسکی کسی خدمت کے سلسلے میں اور اس کے کسی کام کو بنانے کیلئے اس کے ساتھ

مدد کیلئے چلا جاتا ہے تو ہر قدم پر اس کو ستر نیکیاں ملتی ہیں۔ اور ستر گناہ (صغیرہ) معاف ہوتے ہیں۔ یہاں تک وہ اس جگہ واپس لوٹ آئے۔ جہاں سے وہ چلا تھا۔ اور اگر اس کے جانے سے اس کا کام ہو جائے تو یہ کام کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ آج ہی اسکی ماں نے اسکو جنا ہے۔ اگر اس دوران اس کا انتقال ہو جائے تو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوگا۔ (ابن ابی الدنیا)

ستر ہزار فرشتے دعامیں لگادیں

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی کسی ضرورت میں کوشش کرتا ہے جس سے اسکا حال بہتر ہو جائے اور اسکی پریشانی دور ہو جائے اور اس کا کام بن جائے جس کے نتیجہ میں اس کی طبیعت بہتر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کام کرنے والے پر پچھتر ہزار فرشتے مقرر فرمادیتے ہیں۔ پھر اگر اس نے اس مسلمان کی حاجت وضرورت صبح کے وقت پوری کی تھی تو اس کے واسطے یہ فرشتے شام تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں......... اور اگر شام کے وقت اس نے وہ کام کیا تھا تو صبح تک اسکے لئے دعاء رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ کام کر کے واپس لوٹتا ہے تو ہر ہر قدم پر ایک گناہ مٹادیتے ہیں اور ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں۔ (ابن حبان)

یہ صرف کوشش کرنے کا ثواب ہے۔ اور اگر ایک شخص دوسرے کی کوئی خدمت کردے، اور اس کا کوئی کام بنادے تو اس کا ثواب تو اس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

احسان کرنا عبادت کب ہے؟

بہر حال یہ احسان کرنا بہت بڑی عبادت بھی ہے۔ لیکن یہ عبادت اس وقت ہے جب صرف اللہ کے واسطے ہو۔ اور اس کے کرنے کے بعد آدمی ہمیشہ کیلئے بھول جائے۔ چاہے وہ ہمارے ساتھ بدسلوکی کرے، اور ہمارے احسان کا کوئی بدلہ نہ دے، تب بھی ہم بھول کر بھی اپنی زبان پر وہ احسان نہ لائیں۔ اور احسان نہ جتلائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ تو احسان کا بدلہ نہیں دے سکا۔ دوسر طرف ہم احسان جتلا کر اپنے احسان پر خود کلہاڑی ماریں۔ اور اس احسان پر آخرت میں جو ثواب ملنے والا تھا۔ اس کو ضائع کر دیں، بلکہ آخرت میں اس احسان جتلانے پر پکڑ ہوگی۔ اس لئے کہ احسان کرنے والے کیلئے ثواب ہے۔ اور احسان جتلانے والے کیلئے عذاب ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے نہ ہم کلام ہوں گے نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ان کو پاک وصاف فرمائیں گے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مذکورہ بات تین بار ارشاد فرمائی (تاکہ اچھی طرح تاکید ہو جائے اور اہمیت کے ساتھ یہ بات ذہن میں نقش ہو جائے یہ سن کر) حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو

خائب و خاسر ہو گئے یہ کون لوگ ہیں ؟........... آپ نے ارشاد فرمایا :

(۱) تہبند یا شلوار و غیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا

(۲) احسان جتانے والا

(۳) جھوٹی قسم کھا کر سامان کو (فروخت کرنے اور) رواج دینے والا۔

(مسلم شریف)

لہذا احسان جتانے سے بچنا چاہئے اور احسان کر کے احسان کو بھول جانا چاہئے۔

رشتہ داروں کے احسانات

دیکھئے : شوہر بھی احسان کرتا ہے۔ بیوی بھی احسان کرتی ہے۔ ماں باپ بھی احسان کرتے ہیں۔ اولاد بھی احسان کرتی ہے۔ بھائی بھی احسان کرتا ہے۔ رشتہ دار بھی احسان کرتے ہیں۔ معاشرے میں ایک دوسرے پر احسان کیا جاتا ہے۔ اور یہ احسان کرنا زندگی کا ایک لازمہ ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ احسان صرف اللہ کیلئے کریں۔ دوسرے یہ کہ احسان کر کے بھول جائیں۔ کبھی کسی کے سامنے اسکا تذکرہ نہ کریں۔

دوسرے کی بد سلوکی بھول جاؤ

آٹھویں نصیحت یہ فرمائی کہ جب کوئی شخص تمہارے ساتھ بد سلوکی کرے، پریشان کرے اور ستائے تو اس کو ہمیشہ کے لئے بھول جانا چاہئے۔

دیکھئے: انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے' اور مل جل کر رہنے میں انسان کو جہاں دوسرے انسانوں کی خدمت کرنی پڑتی ہے۔ وہاں دوسرے انسانوں کی طرف سے بدسلوکیاں بھی پیش آتی ہیں۔ دوسرے لوگ لعن وطعن بھی کریں گے۔ تکلیف بھی دیں گے۔ نقصان بھی کریں گے۔ لڑائی جھگڑے بھی کریں گے' یہ سب انسانوں کی زندگی میں ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ بھی رہے' اور پھر کسی کے ساتھ کوئی نااتفاقی نہ ہو۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے انسانوں سے اس کو جو تکلیف پہنچی ہے اسکو اللہ کیلئے معاف کردے۔ اگرچہ جتنا اس نے ستایا ہے شرعاً اتنا بدلہ بھی لے سکتا ہے۔ لیکن اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ کیلئے اسکو معاف کردے۔ اور معاف کرنے کے بعد اسکی بدسلوکی کو ہمیشہ کیلئے بھول جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تعلقات بہت جلد بحال ہوجائیں گے۔ دل آپس میں جڑ جائیں گے۔ تعلقات بہتر ہوجائیں گے۔ اور انسان کو زندگی گزارنے کیلئے تعلقات کا بہتر ہونا بہت ضرور ہے۔

دوسروں کی بدسلوکی یاد رکھنے کا نتیجہ

اگر انسان ان تمام تکالیف کو یاد رکھے جو دوسروں سے پہنچی ہیں تو دوسروں سے قطع تعلق رہے گی نااتفاقی رہے گی' اور ایک دوسرے کے ساتھ میل جول نہیں ہوسکے گا' اور یہ نااتفاقی بیسیوں گناہوں کی جڑ ہے' اور اگر گناہ نہ بھی سرزد ہوں تب بھی اس کے نتیجے میں انسان کی زندگی بے

آرامی اور بے سکونی کی شکار ہو جائے گی۔ انسان کی زندگی میں اسی وقت راحت ہوتی ہے کہ بھائی بھائی آپس میں جڑے رہیں' ایک دوسرے سے ملاقات کریں' ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات رکھیں۔ اور دوسرے عزیز واقارب کے ساتھ اور عام مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہوں' محبت کے تعلقات ہوں' اور دنیا کی زندگی کا مزہ اور راحت اسی کے اندر ہے' لہذا دوسروں سے پہنچنے والی تکالیف کو بھول جائے۔

شادی بیاہ میں دوسروں کو منانا

جب شادی بیاہ کا موقع آتا ہے تو وہ روٹھا منائی کا موقع ہوتا ہے۔ ادھر فلاں خاتون روٹھی بیٹھی ہے' دوسرے طرف فلاں رشتہ دار روٹھے بیٹھے ہیں۔ اب ایک دوسرے کو منایا جارہا ہے' ہاتھ پاؤں جوڑے جارہے ہیں۔ اور یہ کہا جارہا ہے اب شادی میں شرکت کرلو۔ اور جو باتیں پہلے ہو چکی ہیں ان کو چھوڑ دو.......... چنانچہ اسکے جواب میں روٹھنے والا کہتا ہے کہ نہیں صاحب اب تو تم قابو میں آئے ہو' اب تمہیں ساری باتیں صحیح کرنی پڑیں گی' اور اب تم ہمارے سامنے ناک رگڑو' چنانچہ روٹھنے والا اس سے ناک رگڑواتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ کیا تمہارے یہاں شادی نہیں ہوگی' آج تو تم نے اس سے ناک رگڑوادی' جب کل کو تمہارے ہاں شادی ہوگی تو وہ روٹھ جائے گا۔ تو یہ شادی ہے یا قیامت ہے۔ اس لئے حضرت تھانویؒ کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہے کہ منگنی قیامت صغریٰ ہے اور شادی قیامت کبریٰ

ہے............بس راحت اور سکون کا راز اس میں ہے کہ انسان دوسروں کی دی ہوئی تکلیفوں کو بھول جائے' اس کے نتیجے میں ہمیشہ کیلئے دل آپس میں ملے رہیں گے' اور جس نے آپ کو تکلیف دی ہے۔ اور آپ کو ستایا ہے آپ کے خاموش رہنے سے وہ اندر ہی اندر شرمندہ ضرور ہو گا۔ اور پھر کبھی بھی انشاء اللہ وہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

خلاصہ

بہر حال' حضرت لقمان علیہ السلام کی یہ آٹھ نصیحتیں تھیں۔ جن میں سے پہلی نصیحت یہ تھی کہ جب تم نماز کے اندر ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔ دوسری نصیحت یہ تھی کہ جب دستر خوان پر بیٹھو تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔ تیسری نصیحت یہ تھی کہ جب دوستوں میں بیٹھو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ چوتھی نصیحت یہ تھی کہ جب تم کسی کے گھر جاؤ تو اپنی نظر کی حفاظت کرو۔ اور پانچویں نصیحت یہ تھی کہ موت کو ہمیشہ یاد رکھو' اور چھٹی نصیحت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھو۔ ساتویں نصیحت یہ تھی کہ احسان کر کے اپنے احسان کو بھول جاؤ' اور آٹھویں نصیحت یہ تھی کہ کسی نے اگر تمہارے ساتھ بد سلوکی کی ہے۔ بد تمیزی کی ہے تو اس کو معاف کر کے اسکے تکلیف پہنچانے کو ہمیشہ کیلئے بھول جاؤ۔ یہ آٹھ نصیحتیں ہیں جو حضرت لقمان علیہ السلام نے چار ہزار پیغمبروں کی خدمت میں رہ کر حاصل کی ہیں۔ اور ہمیں یہ نصیحتیں مفت میں حاصل ہو گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

گانا سُننا اور سُنانا

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

گانے کے موضوع پر سیدی وسندی ومولائی مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ دارالعلوم کراچی کا عربی زبان میں ایک رسالہ "کشف العنا عن وصف الغناء" ہے، جس میں حضرت والا نے گانے کے متعلق قرآن وسُنّت کے احکام اور علماء اُمّت کے اقوال نہایت تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں، یہ رسالہ بہت مفصل اور نہایت جامع ہے، مولانا عبدالمعز صاحب نے اس کا اردو زبان میں سلیس ترجمہ کیا ہے اور جگہ جگہ تشریحی حواشی لکھے ہیں، بہت سے نئے دلائل کا اضافہ کیا ہے، اور موسیقی کے ناجائز ہونے پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں، ان کا محققانہ اور کافی وشافی جواب دیا ہے۔ اس طرح اردو میں گانے کے موضوع پر یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے، کوئی اور کتاب ایسی جامع اور مفصل احقر کی نظر سے نہیں گزری، تقریباً سوا چار سو صفحات پر یہ کتاب مشتمل ہے جس کا نام "اسلام اور موسیقی" ہے۔ جس شخص کو گانے اور موسیقی کے متعلق مفصّل اور مدلّل مباحث کا مطالعہ کرنا ہو اس کو اسی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

احقر نے محسوس کیا کہ علمی تحقیقات اور جرح وتعدیل کے لحاظ سے ضروری کلام اور دیگر مباحث کی وجہ سے مذکورہ کتاب کافی ضخیم ہوگئی ہے، عام استعداد رکھنے والے اور زیادہ مصروف رہنے والے مسلمانوں کے لئے اس سے استفادہ دشوار ہے، لہٰذا احقر نے اس کا جامع خلاصہ لکھنے کی کوشش کی ہے اور کچھ نئی باتوں کا اضافہ بھی کیا ہے تاکہ ایک ہی نشست میں ہر شخص گانے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے ارشادات پڑھ سکے اور اس کے گناہ ہونے کو سمجھ لے، اور گانے کو جائز قرار دینے والوں کے مشہور اعتراضات کی حقیقت اور ان کے دلائل کا بے وزن ہونا بھی اس پر واضح ہوجائے تاکہ پورے اطمینان سے وہ گانے اور موسیقی کے گناہ سے بچ سکے، اللہ پاک سب مسلمانوں کو اس گناہ سے بچائے، آمین۔

بندہ عبدالرؤف سکھروی عفا اللہ عنہ

۲۹ / ۱۲ / ۱۴۱۶ھ
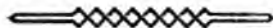
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

گانا سُننا اور سُنانا

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ،
اَمَّا بَعْدُ!

آج ہمارے معاشرے میں گانا سُننا اور سُنانا بہت عام ہو چکا ہے، گھر گھر، گلی گلی اور بازار فلمی گانوں اور میوزک کی آواز سے گونج رہے ہیں، ٹی وی، وی سی آر اور ڈش انٹینا نے ان کو بامِ عروج پر پہنچایا ہوا ہے۔ بعض لوگ شادی بیاہ کی تقریبات میں گانوں کی آواز بلند کر کے پورے محلے کو بلکہ سارے علاقہ والوں کو فلمی گانے، موسیقی اور میوزک سناتے ہیں، چاہے اس وقت کوئی نماز پڑھ رہا ہو یا قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہا ہو یا ذکر میں مشغول ہو یا مطالعہ میں مصروف ہو یا آرام کر رہا ہو، لیکن انہیں تو محلّہ اور علاقہ والوں کو ایک ایک گانا یاد کرانا ہے۔

گانے کی کیسٹوں کا کاروبار کرنے والے اور بعض دیگر تاجر اور ہوٹل والے اپنی اپنی دکان پر بلند آواز سے گانے چلائے رکھتے ہیں، اسی طرح ویگن اور بس والے بھی دورانِ سفر گانا سنانے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں، ایئرپورٹ اور ہوائی جہازوں میں بھی ہلکی آواز سے موسیقی سنائی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عام مسلمان کے دل سے اس کا گناہ ہونا نکلتا جارہا ہے اور دینی رہنما بھی تھک ہار کر اس کے بارے میں کہنا سُننا چھوڑتے جارہے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ اگر کوئی غیر مسلم گانے باجے کے ساتھ اپنی بارات مسجد کے سامنے سے لے جاتا تو مسلمان اس کو مسجد کی بے حرمتی قرار دے کر ان سے لڑ جاتے اور جان دینے سے بھی دریغ نہ کرتے، لیکن آج مسلمان یا ان کی اولاد عین نمازوں کے اوقات میں مسجد کے سامنے فحش فلمی گانے بجاتے ہیں لیکن انہیں کوئی احساس نہیں ہوتا، بلکہ اب تو گانا گانے کو اور گانا سننے کو روح کی غذا بتا کر حلال قرار دینے کی فکر کی جارہی ہے جو نہایت سنگین صورت حال ہے اور ایمان شکن معاملہ ہے۔ اس لئے خیال آیا کہ اس بارے میں اللہ جل شانہ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات موجود ہیں، اختصار کے ساتھ انہیں جمع کر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ وہ انہیں پڑھیں اور آگاہی حاصل کر کے خود بھی اس گناہ سے بچیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی بچائیں اور اب تک جو گناہ ہوا اس سے سچی توبہ کریں۔

گانا قرآنِ کریم کی رو سے حرام ہے

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے چار مقامات پر گانے سے منع فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک مقام یہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾ (لقمان۔ آیت: ۶)

”بعض لوگ ایسے ہیں جو ان باتوں کے خریدار ہیں جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہیں تاکہ بے سوچے سمجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکائیں اور اس راہِ حق کا مذاق اڑائیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔“

اس آیت میں "لَھْوَ الْحَدِیْثِ" سے مراد گانا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس سے مراد گانا ہی ہے"۔

آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ دوہرایا (تاکہ پوچھنے والا اچھی طرح سمجھ لے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "لَھْوَ الْحَدِیْثِ" سے گانا اور اسی قسم کی چیزیں مراد ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مذکورہ آیت گانے بجانے کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اس میں "لَھْوَ الْحَدِیْثِ" سے مراد گانا اور اسی قسم کی دوسری چیزیں ہیں، جیسے رات گئے تک قصّے کہانیاں، لطیفہ گوئی اور خرافات وغیرہ سُننا، بلکہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اور اس کے ذکر سے غافل کردے (سب اس میں شامل ہیں)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی چیزوں کے خواہش مند ہیں یعنی وہ گانا سُننا اور سُنانا اور اسی طرح کی دوسری چیزیں پسند کرتے ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل راہِ حق سے بھٹکانے بلکہ دینِ متین کا مذاق اڑانے کے برابر ہے، کیونکہ دین کا مقصد انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنا ہے اور اس کی عبادت میں لگانا ہے اور گانا وغیرہ بالکل اس کی ضد اور اس کے خلاف ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اور جس چیز پر عذاب کی دھمکی دی جائے وہ ناجائز ہوتی ہے، اس لئے گانا سُننا اور سُنانا حرام ہے۔

نیز آیت بالا جس سلسلے میں نازل ہوئی ہے، اس سے بھی گانے اور قصّے کہانیوں کا اسلام کے خلاف ہونا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نضر بن حارث کافروں میں ایک شخص تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف اور بدترین دشمن تھا، وہ چاہتا تھا کہ لوگ قرآنِ کریم کی طرف متوجہ

نہ ہوں، وہ تجارت کی غرض سے ملک فارس جاتا اور وہاں سے رستم اور اسفندیار کے قصے خرید کر لاتا اور مکہ مکرمہ میں لوگوں کو جمع کر کے سناتا تاکہ لوگ قرآنِ کریم سننے اور اسلام قبول کرنے سے باز رہیں۔ یہ دشمنِ اسلام لوگوں سے کہتا کہ یہ پیغمبر تم کو قومِ عاد اور قومِ ثمود کے قصے سناتے ہیں، میں تم کو ایران کی مشہور لڑائیوں اور مشہور پہلوانوں کے قصے سناتا ہوں۔ تم ہی بتاؤ! دونوں قسم کے قصوں میں سے دل چسپی کون سے قصوں میں ہے؟

بلکہ ایک دفعہ وہ ایک گانے والی لونڈی خرید کر لایا اور جس کو دیکھتا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہے، اس کو اپنے گھر لے جاکر کھانا کھلاتا اور گانا سنوا کر قرآنِ کریم سے مقابلہ کرتا اور پوچھتا کہ بتاؤ! مزہ اور دل لگی گانے میں ہے یا قرآنِ کریم میں ہے؟ (العیاذ باللہ)

سوال کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ لوگ ان قصے کہانیوں میں اور گانے باجے میں لگ جائیں اور قرآنی ہدایات سے متنفر ہوجائیں۔ اس لئے یہ آیت اسی شخص کے بارے میں نازل ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ ہر اس چیز کو حرام قرار دے دیا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اور اس کی یاد سے غافل کردے، خواہ قصے کہانیاں ہوں یا ہنسنے ہنسانے کی باتیں اور خرافات ہوں یا گانا سُننا سُنانا ہو، سب ناجائز ہیں۔ (تفسیر کشف الرحمٰن تبصرف کثیر صفحہ ۶۵۵ جلد ۲)

بہر حال قرآنِ کریم کی مذکورہ آیت اور دیگر آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے والے بیسیوں ارشادات سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فلمی اور غیر فلمی گانے، موسیقی، ڈھولک، سارنگی، ہارمونیم، بانسری، جھانجھ، ڈسکو، میوزک، ڈرامے، جھوٹی کہانیاں، ناولیں، برہنہ یا نیم برہنہ البم اور فلمیں وغیرہ سب ناجائز ہیں، ان میں مشغول ہونا یا دوسروں کو ترغیب دینا بلاشبہ گناہ ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک ناچ گانا دشمنانِ اسلام کی وہ ٹھنڈی تلوار ہے جس کو انہوں نے ہمیشہ اسلام کو

مٹانے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کیا ہے، آج کل ٹی وی، وی سی آر اور ڈش انٹینا کے ذریعہ عریاں فلمیں، فحش ڈرامے، ناچ گانے، چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری کے پروگرام دکھا کر یہ مقصد خوب حاصل کیا جارہا ہے، تاکہ مسلمان ان میں منہمک رہیں اور عیش پرستی میں غرق ہو کر اپنا دین و مذہب چھوڑ دیں اور آخرت سے غافل ہوں اور ان کے غلام رہیں اور پھر کبھی بھی ان کے مقابلہ میں نہ آسکیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دشمنانِ اسلام کے اس خفیہ ہتھیار سے اور خاموش تلوار سے بچیں۔

گانے کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات یہ ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا مقصد

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں (دنیا میں) بانسریاں (یعنی آلاتِ موسیقی) توڑنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"
(نیل الاوطار)

"حضرت اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسری، طنبور، صلیب اور امور جاہلیت کو مٹادوں۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ڈھول اور بانسری مٹادوں۔ (جمع الجوامع)

ان تینوں احادیث سے واضح ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد جہاں کفر و شرک کو مٹانا اور توحید کی دعوت دینا تھا، وہاں آپ کا مقصد یہ بھی تھا کہ آپ دنیا سے گانا باجا، ڈھولک، سارنگی اور تمام آلاتِ موسیقی توڑ دیں اور ان کا نام و نشان مٹادیں —— اب آپ ذرا غور کریں کہ جن پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور ان کے نام لیوا ہیں، وہ دنیا سے ناچ گانا مٹانے کے لئے تشریف لائے اور ہم ناچ گانے اور موسیقی میں مشغول ہو کر آپ کے تشریف لانے کے مقصد کی مخالفت کریں، کتنے افسوس اور خطرہ کی بات ہے۔ ہمارے دین و ایمان کا ہم سے یہ مطالبہ ہے کہ ہم اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرتے ہوئے ہر قسم کے ناچ گانے سننے سے بچیں، اور اس مشغلہ کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیں۔

صورتیں مسخ ہونا

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے قریب میری اُمت کے کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ کرکے انہیں بندروں اور خنزیروں کی صورتوں میں بدل دیا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ لوگ مسلمان ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں وہ لوگ اس بات کی گواہی دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور وہ روزے بھی رکھیں گے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ باجوں اور گانے والی عورتوں کے عادی ہوجائیں گے، شرابیں پیا کریں گے، ایک شب جب وہ شراب نوشی اور لہو و لعب میں مشغول ہوں گے تو صبح تک ان کی صورتیں مسخ

ہو چکی ہوں گی۔ (ابن حبان)

"حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس اُمت میں زمین میں دھنسنے، صورتیں بگڑنے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ایسا کب ہو گا؟ آپ نے فرمایا: جب گانے والیاں عام ہوجائیں گی اور شراب حلال سمجھی جائے گی۔ (ابن ماجہ)

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اُمت میں بھی زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! ایسا کب ہو گا؟ آپ نے فرمایا: جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہوجائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔ (ترمذی)

مسخ ہونے کا مطلب

ان احادیث میں گانا گانے اور گانا سننے والوں کے بارے میں کتنی خوفناک وعیدیں مذکور ہیں، پچھلی اُمتوں میں بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے بندر اور خنزیر بننے کا عذاب آیا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں گانا سننے اور سنانے والوں کے لئے اس عذاب کی دھمکی دی گئی ہے، اس لئے گانا سننے اور سنانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ البتہ احادیث بالا میں گانے کا مشغلہ رکھنے والوں کے خنزیروں اور بندروں کی شکل میں تبدیل ہونے کے متعلق علماء کرام کے دو قول

ہیں: بعض علماء فرماتے ہیں کہ واقعۃً ان لوگوں کی شکلیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل ہو جائیں گی اور وہ انسانوں کے بجائے بندر اور خنزیر بن کر رہ جائیں گے، اور غالباً یہ اس زمانہ میں ہوگا جب قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی اور یہ بھی اس کی ایک بڑی نشانی ہوگی۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں مسخ کے حقیقی معنیٰ مراد نہیں بلکہ مجازی معنیٰ مراد ہیں اور وہ یہ کہ گانے سے دو صفات پیدا ہوتی ہیں، ایک بے حیائی اور بے غیرتی، دوسری بے وقاری اور نقالی۔ بے حیائی اور بے غیرتی کا اصل مالک خنزیر ہے، اور بے وقاری اور نقالی کا حقیقی مالک بندر ہے، لہٰذا گانا سننے اور سنانے والوں میں اس گناہ کی وجہ سے بے غیرتی، بے شرمی، نقالی اور بے وقاری پیدا ہوگی۔ چنانچہ گانے کا شغل رکھنے والوں میں ان دو خصلتوں کا مشاہدہ آج بھی عام ہے کہ ایسے لوگوں میں شرم و حیا کا نام نہیں ہوتا اور دوسروں کی نقالی اور فیشن پرستی میں دن رات مبتلا رہتے ہیں، گویا ان کا باطن پوری طرح بندر اور خنزیر بن چکا ہے، اللہ تعالیٰ کی پناہ!

بانسری کی آواز سے بچنا

"حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے دونوں کانوں پر انگلیاں رکھ لیں اور اپنی سواری کو راستے سے موڑ لیا، پھر کہنے لگے نافع! آواز آرہی ہے؟ (بار بار پوچھا) حتیٰ کہ میں نے عرض کیا اب آواز نہیں آرہی، تو آپ نے اپنے کانوں پر سے ہاتھ ہٹالئے اور اسی راستے پر آگئے، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بندوں کا یہی شیوہ ہے کہ وہ گانا اور بانسری وغیرہ کی آوازیں جان بوجھ کر تو سنتے ہی نہیں لیکن اگر کبھی بلا قصد وارادہ بھی سننے میں آجائیں تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے، ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔

بلا ارادہ کانوں میں گانے کی آواز آنا

آج کل گانوں کی آواز اتنی عام ہے کہ کوئی گلی، کوئی بازار اس سے خالی نہیں، جہاں سے گزریں بلااختیار گانوں کی آواز کانوں میں آتی ہے، کسی بس یا ویگن میں سفر کریں تو ان میں بھی گانوں کے کیسٹ چلائے جاتے ہیں اور منع کرنے کے باوجود وہ بند نہیں کرتے اور سفر بھی ناگزیر ہوتا ہے، ایسی صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ گانا سننے کے گناہ کا دارومدار قصد وارادہ پر ہے یعنی جان بوجھ کر گانا سننے سے گناہ ہوتا ہے، لیکن اگر بلاقصد وارادہ گانے باجے کی آواز کان میں پڑجائے تو گناہ نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو آواز سنائی دے رہی تھی وہ بلاقصد و اختیار تھی اور ان کے لئے کان بند کرنا ضروری نہ تھا، لیکن انہوں نے ازراہِ تقویٰ کان بند کر لئے تھے، خصوصاً اس وجہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے موقع پر کان بند کرلئے تھے۔ چنانچہ آج بھی اگر کوئی گانے وغیرہ کی آواز سے کان بند کرلے تو بہتر ہے، لیکن اگر کوئی کان بند نہ کرے اور یوں ہی گزر جائے یا سواری میں بیٹھا رہے اور قصداً گانا نہ سنے تو گناہ نہیں۔

آلاتِ موسیقی حرام ہیں

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے

شراب، جوا، طبل اور طنبور کو حرام کیا ہے، نیز ہر نشہ آور چیز حرام ہے"۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شراب، جوے اور طبل کو حرام کیا ہے، نیز ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ طبل حرام ہے، شراب حرام ہے اور بانسریاں حرام ہیں۔ (رواہ مسدد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ طبل یعنی ڈھول، طنبورہ یعنی ستار اور بانسریوں کا استعمال حرام ہے۔ اور ان آلات کا ذکر بطور مثال کے ہے ورنہ تمام آلاتِ موسیقی کا یہی حکم ہے۔

بہرحال گانا گانا الگ گناہ ہے اور گانے کے ساتھ استعمال ہونے والے آلات جدا حرام ہیں، دونوں سے بچنا چاہئے۔

گانے والے کی نماز مقبول نہیں

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات کسی شخص کے گانے کی آواز سنی تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اس کی نماز مقبول نہیں، اس کی نماز مقبول نہیں، اس کی نماز مقبول نہیں۔ (نیل الاوطار)

گانا سُننا اور سُنانا ایسا منحوس عمل ہے کہ اس میں مشغول ہونے والا شخص اگر نماز ادا کرے تو گو فرض اس کی ذمہ سے اتر جائے لیکن اس کی نماز مقبول نہ ہوگی اور باعث اجر و ثواب نہ ہوگی۔ اور پیچھے حدیث میں گزر چکا ہے کہ گانا سننے والے باوجود

مسلمان ہونے کے اور نماز روزہ ادا کرنے کے ان کی شکلیں بندروں اور خنزیروں کی صورتوں میں بدل جائیں گی۔ لہٰذا گانے کا شغل رکھنے والے اپنے انجام پر غور کرلیں۔

گانے سے لطف اندوزی کفر ہے

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانا باجا سُننا گناہ ہے، اور اس (گانا سننے) کے لئے بیٹھنا نافرمانی ہے اور اس سے لطف لینا کفر ہے۔ (نیل الاوطار)

حدیث میں کفر سے "کفرانِ نعمت" مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اعضاء وجوارح اس لئے دیے ہیں کہ ان سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات بجا لائے اور اپنی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کو اس کی عبادت میں لگائے، لیکن اگر وہ ایسا کرنے کے بجائے انہی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور گناہوں میں صرف کرنے لگے تو یہ سب سے بڑی ناشکری اور ناقدری ہے، اس لئے گانا سننے اور سنانے سے بچنا چاہئے۔

گانے کی اجرت حرام ہے

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانے والی عورت کی اجرت اور اس کا گانا دونوں حرام ہیں۔" (طبرانی)

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والی اور نوحہ کرنے والی عورتوں

سے روکا ہے اور ان کے ساتھ خرید و فروخت سے منع کردیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان عورتوں کی کمائی حرام ہے۔" (ترمذی)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں گانے کے آلات توڑنے کے لئے بھیجا گیا ہوں (اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ) گانے والے مرد اور گانے والی عورت کی کمائی حرام ہے، اور فاحشہ عورت کی آمدنی بھی حرام ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بنا لیا ہے کہ جنت میں حرام آمدنی سے پرورش پانے والے جسم کو داخل نہیں کریں گے۔" (کنزالعمال)

"ایک دوسری روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گانے والی عورت کی کمائی حرام ہے، اور اس کا گانا سننا اور اس کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ نیز اس کی اجرت لینا اسی طرح حرام ہے جس طرح کتے کی قیمت لینا حرام ہے۔ اور جو گوشت حرام کی کمائی سے پروان چڑھتا ہے، دوزخ کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔" (المعجم الکبیر)

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

١. گانا گانا حرام ہے۔
٢. گانا گانے کا معاوضہ لینا دینا حرام ہے۔
٣. حضور صلی اللہ علیہ وسلم گانے کے آلات توڑنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔
٤. گانا سننا اور گانے والی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔
٥. حرام کی کمائی سے پرورش پانے والا جسم جنت میں نہ جائے گا وہ صرف دوزخ کے لائق ہے۔

آج کل فلمی دنیا میں گانا گانے والے مرد و عورت گانے کی بھاری اجرت وصول

کرتے ہیں اور اس کو کمائی کا اعلیٰ ذریعہ سمجھتے ہیں، لیکن حرام کی اجرت بہرحال حرام ہوتی ہے۔ لہٰذا جب گانا حرام ہے تو اس کا معاوضہ بھی حرام ہے، اور گانے والی عورت کی طرف شہوت سے دیکھنا بھی حرام ہے، اور گانا سُننا بھی حرام ہے، آج گھر گھر ٹی وی، وی سی آر یا ڈش انٹینا کے ذریعہ یہ گناہ عام ہوچکا ہے، افسوس کہ اب مسلمانوں کے ذہن سے اس کا گناہ ہونا بھی نکلتا جارہا ہے۔ بہرحال، ہر مسلمان مرد وعورت کو گناہ کی ان تمام صورتوں سے بچنا چاہئے۔

گانے سے نفاق پیدا ہوتا ہے

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی اگاتا ہے۔

(رواہ البیہقی)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانے کی محبّت دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتی ہے جس طرح پانی سبزہ اگاتا ہے۔

(دیلمی)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانا باجا سننے سے بچو! اس لئے کہ یہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی اگاتا ہے۔ (رواہ البیہقی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گانا سننے سنانے سے انسان کے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے اور نفاق کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہر میں کچھ ہو اور باطن میں کچھ ہو۔

جو شخص گانے باجے میں مشغول رہتا ہے، عام طور پر اس کا دو حال میں سے ایک حال ضرور ہوتا ہے، یا وہ باوجود مسلمان ہونے کے نماز، روزہ اور دیگر احکام کا تارک ہوگا اور کھلم کھلا گانا گانے اور سننے کا گناہ کرے گا۔ اس حالت میں وہ بدترین قسم کا فاسق وفاجر انسان ہوگا، آج بھی گانے کا مشغلہ رکھنے والے بہت سے مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ یا بظاہر وہ نماز روزہ کا پابند ہوگا اور دوسرے احکام بھی بجالائے گا، لیکن ساتھ ساتھ ناچ گانے سے بھی لطف اندوز ہوتا ہوگا۔ تو اس صورت میں وہ جیسا نظر آتا ہے ویسا نہیں ہے، بظاہر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ظاہر کرتا ہے کیونکہ ظاہری احکام ادا کررہا ہے لیکن دل میں گانے اور موسیقی کی محبت بھری ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت اور ان کی ناراضگی کو بھی نظرانداز کر رہا ہے، اور اس کے دل میں ناچ و گانے کی محبت خدا اور اس کے رسول کی محبت سے زیادہ ہے اور یہ بھی نفاق ہے۔

نیز گانا اور موسیقی انسان میں اس قدر غفلت پیدا کرتے ہیں کہ آدمی میں قرآنِ کریم کو سمجھنے، اس پر غور کرنے اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ اور شوق ہی ختم ہوجاتا ہے، بلکہ رفتہ رفتہ وہ انسان کے شہوانی جذبات میں تیزی پیدا کرکے اس کو بدنظری، جنسی بے راہ روی، بدکاری اور زنا جیسے بدترین گناہ میں مبتلا کردیتا ہے جو قرآن کی تعلیم کے بالکل الٹ ہے، کیونکہ قرآنِ کریم انسان کو نفسانی خواہشات کی پیروی سے روکتا ہے، عفّت اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے، شہوانی جذبات میں کنٹرول پیدا کرکے بدکاری اور زناکاری سے باز رکھتا ہے، اس طرح گانا قرآنی تعلیم کے بالکل خلاف محض شیطان کی پیروی کی دعوت دیتا ہے جو سرا سر نفاق ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اپنا دین و ایمان نفاق سے اور شیطان کے اس سلو پائزن سے بچانا چاہئے جس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ناچ گانے کے گناہ سے سچی توبہ کریں اور نکاح کی تقریبات میں بھی اس گناہ سے بچیں، اور عام زندگی میں بھی اس سے اجتناب کریں۔

کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی گانے والی باندی کے پاس اس لئے بیٹھے تاکہ اس کا گانا سنے تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (ابن عساکر)

فلمیں خواہ سینما ہال میں دیکھیں یا ٹی وی پر، ان میں جہاں یہ اہم مقصد ہوتا ہے کہ گانے اور ناچنے والی عورت کو دیکھیں اور اس کے حسن و جمال سے جنسی لطف اٹھائیں وہاں یہ مقصد بھی ہوتا ہے کہ اس کا گانا سنیں۔ بلکہ گانا سننے کے ذرائع بنسبت دیکھنے کے زیادہ وسیع ہیں۔ گانے ریڈیو پر اور کیسٹ کے ذریعہ اور ٹیپ ریکارڈ پر بھی عام سنے اور سنائے جاتے ہیں، لیکن گانا سُننا اور سُنانا ہر حال میں گناہ ہے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی میں شاید کچھ پتہ نہ چلے لیکن اس کا انجام قیامت کے دن یہ ہوگا کہ جہنم کے آگ میں پگھلا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں ڈالا جائے گا۔ اور قیامت کا دن اور حساب و کتاب اور عذاب و ثواب، سب بالکل برحق ہیں۔ اب آپ سوچ لیں!!

دو ملعون آوازیں

"حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کی گئی ہے، ایک خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز، دوسرے مصیبت کے موقع پر رونے اور نوحہ کی آواز۔ (رواہ البزاز)

ہر انسان کو عموماً دو حالتیں پیش آتی ہیں، ایک غم کی حالت دوسری خوشی کی حالت، ہر دو حالتوں میں دو عبادتوں کا حکم ہے، غم کی حالت میں صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر راضی رہنا، اور خوشی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔ اور صبرو شکر بڑی عظیم عبادتیں ہیں، قرآن و حدیث ان کے اجر و ثواب سے بھرے ہوئے ہیں۔ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے وہ ہر موقع پر انسان کو عبادت سے ہٹا کر گناہ میں لگانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ ثواب سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے محروم ہوجائے، یہاں بھی اس نے یہی کیا کہ غم کے موقع پر سینہ پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور حد سے زیادہ رونے دھونے میں لگا دیا، اور خوشی کے موقع پر گانے بجانے اور ناچنے میں مشغول کردیا۔ اور یہ دونوں ہی بڑے گناہ ہیں، اسی لئے ان پر لعنت ہے۔ راہِ نجات یہی ہے کہ گانے باجے سے اور نوحہ سے پرہیز کریں۔

دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازیں

"حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھاما اور میں آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم کے پاس چلا آیا، حضرت ابراہیم اس وقت نزع کی حالت میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں اٹھالیا، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا، پھر آپ نے انہیں گود سے اتار دیا اور رونے لگے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ رو رہے ہیں، حالانکہ آپ نے رونے سے منع فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا: میں نے رونے سے منع نہیں کیا، البتہ دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے منع کیا ہے، ایک خوشی کے موقع پر کھیل کود اور شیطانی باجوں کی آواز سے، دوسرے مصیبت کے وقت

چہرہ پیٹنے، گریبان چاک کرنے اور رونے کی آواز سے۔" (حاکم)

کسی کے انتقال پر حد اعتدال میں رونا اور اس کی جدائی پر آنسو بہانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس کی کوئی ممانعت نہیں، ممانعت اس رونے کی ہے جو حد سے زیادہ ہو، جس میں چہرہ نوچا جائے، سینہ پیٹا جائے، گریبان چاک کیا جائے اور بین کر کے رویا جائے۔ اور شادی بیاہ یا کسی اور خوشی کے موقع پر گانا باجا اور کھیل تماشا بھی گناہ ہیں، کیونکہ یہ سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف ہیں اور آخرت سے غافل کرنے والی ہیں۔

گھنٹی اور گھنگرو کے استعمال کی ممانعت

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: گھنٹی شیطان کے باجے ہیں۔" (مسلم و ابوداؤد)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فرشتے اس جماعت میں شریک نہیں ہوتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔" (مسلم و ابوداؤد)

"حضرت حوط بن عبدالعزیٰ سے روایت ہے کہ مصر سے ایک قافلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ ان کے جانوروں پر گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں، آپ نے انہیں حکم دیا کہ گھنٹیاں کاٹ دیں اس طرح آپ نے گھنٹی کو مکروہ قرار دیا اور فرمایا کہ فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس میں گھنٹی ہو۔" (رواہ مسدد)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک مرتبہ ایک بچی

لائی گئی جو گھنگرو پہنے ہوئی تھی اور گھنگرو بول رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ان کو میرے پاس نہ لایا کرو جب تک ان کے گھنگرو نہ کاٹ دو! اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔" (ابوداؤد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گانے باجوں سے منع فرمایا ہے بلکہ گھنٹی اور گھنگرو باندھنے سے بھی منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ بھی گانے باجے کے آلات میں داخل ہیں اور ناچ گانے میں زبردست مدد گار ہیں، بلکہ گھنگرو کے بغیر ناچ و رنگ میں جان ہی نہیں پڑتی۔ اس ممانعت میں جانوروں کے گلے اور پیروں میں گھنٹی اور گھنگرو باندھنا بھی داخل ہے۔ اسی طرح بعض عورتیں گھنگرو اور پازیب اور کنگن آواز والے استعمال کرتی ہیں ان کو بھی اس سے بچنا چاہئے۔ البتہ سادہ پازیب اور کنگن جس سے آواز پیدا نہ ہو ان کا استعمال درست ہے۔

گانا سننے والوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے کہ آپ نے دو آدمیوں کے گانے کی آواز سنی، ان میں سے ایک شعر پڑھتا تھا اور دوسرا اس کا جواب دیتا تھا، آپ نے فرمایا ذرا دیکھو! یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا فلاں فلاں ہیں، آپ نے ان کے لئے بددعا فرمائی اور فرمایا اے اللہ! انہیں جہنم میں الٹ دے اور آگ میں دھکیل دے۔" (مجمع الزوائد)

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے واضح ہوگیا کہ گانا سُننا اور سُنانا حرام ہے اور اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، ہر مسلمان مرد و عورت کو اس گناہ سے بچنا چاہئے۔

بعض لوگ گانے کو جائز قرار دینے کے لئے عجیب و غریب دلائل دیا کرتے ہیں جنہیں سن کر بعض سادہ لوح مسلمان بھی شک میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اختصار سے ان کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

گانے کو جائز کہنے والوں کے بے وزن دلائل

عید کے دن گانے کا جواز

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے، اس وقت دو لڑکیاں میرے پاس بیٹھی جنگ بغاث کے گیت گا رہی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹ گئے اور دوسری طرف منہ پھیرلیا، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے انہوں نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ شیطانی راگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جانے بھی دو۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے کاموں میں لگے تو میں نے ان دونوں لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ باہر نکل گئیں۔ یہ عید کا دن تھا۔" (صحیح بخاری)

"بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو اس وقت دو انصاری لڑکیاں میرے پاس بیٹھی وہ اشعار گارہی تھیں جو انصار نے جنگ بغاث میں کہے تھے، یہ دونوں لڑکیاں کوئی پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دیکھتے ہی کہا "یہ شیطانی راگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟" یہ عید کے دن کا واقعہ ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر ہر قوم کے لئے عید کا دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید ہے۔" (صحیح بخاری)

بعض لوگ مذکورہ حدیثوں کے حوالہ سے گانا گانے اور سننے کو جائز قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب عید کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر لڑکیاں گانا گا رہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی تو ہمارے لئے بھی شادی بیاہ اور ہر خوشی کے موقع پر گانا سُننا اور سُنانا درست ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کا ان احادیث سے گانے کی اجازت نکالنا درست نہیں، کیونکہ ان احادیث میں سرے سے گانے کا کوئی ذکر ہی نہیں، بلکہ جنگ بغاث کے گیت اور اشعار ترنم سے پڑھنے کا ذکر ہے اور ایسے اشعار کا گانے سے کوئی تعلّق نہیں۔ اور جنگ بغاث اس جنگ کا نام ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے سے تین سال پہلے قبیلہ اوس اور خزرج کے درمیان ہوئی تھی۔ یہ لڑکیاں جو اشعار پڑھ رہی تھیں وہ اس جنگ میں شجاعت اور بہادری کے جذبات ابھارنے سے متعلّق تھے، جو ایک طرح سے جہاد کے لئے معاون اور مفید تھے۔ نیز یہ لڑکیاں ابھی نابالغ اور غیر مکلّف تھیں، کوئی پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا، ورنہ گانے کی طرح اگر یہ اشعار عشقیہ اور ناجائز مضامین پر مشتمل ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز خاموش نہ رہتے بلکہ آپ

ضرور منع فرماتے، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لڑکیوں کو اس لئے منع فرمایا کہ صحابۂ کرام میں عام طور پر یہ بات معروف تھی کہ گانا گانا ناجائز اور شیطانی کام ہے اور انہیں یہ اشعار بھی گانے کے مشابہ محسوس ہوئے اس لئے منع کیا، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ "جانے بھی دو، آج عید کا دن ہے" درگزر سے کام لو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث سے گانے باجے کا جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

دف کے ذریعہ نکاح کا اعلان

"حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری رخصتی ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اسی طرح بیٹھے جس طرح تم میرے سامنے بیٹھے ہو، اتنے میں ہماری کچھ بچیوں نے دف پر گا گا کر میرے مقتول باپ و دادا کا مرثیہ کہنا شروع کیا، اس دوران ان میں سے ایک لڑکی نے یہ مصرعہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے: "اور ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو کل کی بات جانتا ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: اسے رہنے دو اور جو پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہتی رہو۔"

(بخاری شریف)

حضرت ربیع وہ صحابیہ ہیں جن کے والد اور دو چچا حضرت معاذ اور عوف بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے، گانے والی بچیاں غزوہ بدر میں ان کے والد اور چچاؤں کی دلیری اور بہادری پر مشتمل اشعار گا رہی تھیں، اور چونکہ غیب دان ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اور ایک لڑکی کے مصرعہ میں علم غیب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی تھی، اس لئے آپ نے

اس مصرعہ کو پڑھنے سے منع فرمایا، نیز اشعار گانے والی کم سن بچیاں تھیں، بالغ عورتیں نہ تھیں اور وہ بھی دف پر شادی میں جنگی اشعار گا رہی تھیں۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح کا اعلان کیا کرو، نکاح مسجد میں پڑھا کرو اور اس موقع پر دف بجاؤ۔"

(ترمذی شریف)

ان دونوں حدیثوں میں اور بعض دوسری حدیثوں میں نکاح کے موقع پر دف بجانے کا ذکر ہے جن سے مقصود نکاح کا اعلان اور اس کی اطلاع کرنا ہے۔ اس لئے حضرات علماء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ نکاح کے موقع پر نکاح کا اعلان کرنے کے لئے دف بجانا جائز ہے جبکہ اس کے ساتھ کسی اور حرام کام کا ارتکاب نہ ہو، اور دف اتنی آواز سے بجانا چاہئے جس سے اعلان نکاح کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اور نکاح کا اعلان دف بجا کر کرنا بھی ضروری نہیں ہے اگر کسی اور طریقے سے لوگوں کو نکاح کی اطلاع ہو جائے تو وہ بھی کافی ہے، بلکہ بعض علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے دف بجا کر نکاح کا اعلان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (کذانی امداد الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

اس لئے نکاح کے اعلان کے لئے دف نہ بجانے میں احتیاط ہے۔ تاہم یہ ساری تفصیل نکاح کا اعلان کرنے کی غرض سے دف بجانے کے متعلق ہے۔ بعض لوگوں نے دف کی اجازت پر قیاس کر کے مروّجہ گانوں اور گانے بجانے کے آلات جیسے ڈھولک، سارنگی، ہارمونیم اور ڈسکو وغیرہ کو بھی جائز سمجھ لیا ہے، یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ گانا باجا اور آلاتِ موسیقی ازروئے شریعت حرام ہیں اور ان سے بچنے کی خاص تاکید ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اور دف کی اجازت نکاح کے اعلان کی غرض سے ہے اس لئے اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔

روح کی غذا

بعض لوگ موسیقی اور گانے باجے کو جائز قرار دیتے ہوئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ "موسیقی روح کی غذا ہے" یہ بھی غلط ہے، کیونکہ جو چیز حرام ہو وہ روح کی غذا نہیں ہو سکتی جیسے سور اور بلی حرام ہے وہ انسانی غذا نہیں بن سکتی۔ پھر اگر مزید غور کیا جائے تو گانا اس لئے بھی روح کی غذا نہیں کہ غذا اس کو کہتے ہیں جو کھانے کے بعد جسم میں نشو نما کا باعث بنے اور صحت کے لئے مضر نہ ہو، مثلاً ہم انسان کی غذا گندم، چاول، سبزیاں، حلال گوشت اور پھل وغیرہ کو قرار دیتے ہیں، یہ نہیں کہتے کہ بھوسہ، چارہ، کیڑے مکوڑے، سانپ، بچھو، شراب، ہیروئن انسان کی غذا ہیں، کیونکہ یہ سب انسان کے جسم اور اس کی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں، بالکل اسی طرح گانا کانوں کے ذریعہ انسان کے اندر جنسی اور شہوانی جذبات ابھار کر اس کو عیاشی اور بدکاری کے لئے تیار کرتا ہے جو انسان کی روح کے لئے سخت مضر ہے اور مضر چیز غذا نہیں ہو سکتی، اس لئے گانوں کو روح کی غذا قرار دینا درست نہیں۔

قوّالی سُننا اور سُنانا

بعض لوگ گانا سننے اور گانا گانے کو گناہ سمجھتے ہیں لیکن قوّالیاں سننے سنانے کو گناہ نہیں سمجھتے، اس لئے قوّالیاں بے خطر سنتے ہیں، بلکہ سال کے بعض محترم دنوں میں گانے بند کر کے ان کی جگہ قوّالیاں سنتے سناتے ہیں۔ چنانچہ یکم محرم سے دس محرم تک اور یکم ربیع الاوّل سے بارہ ربیع الاول تک یا رمضان المبارک میں یا شبِ براءت میں بجائے گانوں کے قوّالیاں سنی جاتی ہیں۔ اور بعض لوگ ان کو باعث ثواب سمجھتے ہیں اور وہ اپنے یہاں "محفل قوّالی" منعقد کرتے ہیں جس میں بڑے بڑے قوّال بلائے جاتے ہیں جو رات بھر قوّالیاں سناتے ہیں اور بھاری اجرت وصول کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس کا جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ بڑے بڑے بزرگوں نے قوّالی

سنی ہیں، اس لئے ہم بھی سنتے ہیں، حالانکہ جن بزرگوں سے قوالیاں سننا ثابت ہے، ان سے قوالی سننے کی چند شرطیں بھی ثابت ہیں جو یہ ہیں:

- سنانے والا بے ریش لڑکا یا عورت نہ ہو۔
- قوالی کے اشعار کا مضمون فحش اور خلافِ شرع نہ ہو۔
- قوالی سنانے والا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قوالی سنائے، قوالی سنا کر اجرت حاصل کرنا اس کا مقصد نہ ہو۔
- قوالی سننے والے سب متقی پرہیز گار ہوں، فاسق و فاجر، دین سے آزاد اور نفس و شیطان کے پیروکار نہ ہوں۔
- قوالی کے ساتھ دف، ڈھولک اور سارنگی وغیرہ بالکل نہ ہوں۔

موجودہ قوالیوں میں یہ شرطیں بالکل نہیں پائی جاتیں، اس لئے آج کل کی قوالیاں سُننا سُنانا حرام ہے اور ان سے بچنا واجب ہے۔

سلطان الاولیاء کی قوّالی سے توبہ

مذکورہ شرائط کے ساتھ جن بزرگوں سے سماع (قوالی سُننا) ثابت ہے، ان میں سے بعض کی اس سے توبہ بھی ثابت ہے، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ "الحدود والقیود" میں تفصیل سے اس کا ذکر فرمایا ہے، حضرت ہی کے الفاظ میں یہ پورا قصّہ ملاحظہ ہو:

ایک بزرگ سے کسی نے سماع کی بابت سوال کیا کہ اس میں آپ کا فیصلہ کیا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ عزیز من! تم نے ایسی بات کا سوال کیا ہے جس کا فیصلہ کرنا ہمارا تمہارا کام نہیں، بس میں بجائے جواب کے تم کو ایک حکایت سناتا ہوں، وہ یہ کہ قاضی ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء سلطان نظام الدینؒ کے ہمعصر ہیں، سلطان جی صاحب سماع تھے، قاضی صاحب ان کو سماع سے منع کرتے تھے، ایک مرتبہ قاضی صاحب کو معلوم ہوا کہ

سلطان جی کے یہاں سماع ہو رہا ہے تو وہ اپنی فوج کو ساتھ لے کر روکنے آئے، یہاں پہنچ کر دیکھا تو ایک بڑا شامیانہ قائم تھا اور اس کے اندر سلطان جی کی جماعت کا اس قدر ہجوم تھا کہ قاضی صاحب کو اندر جانے کی جگہ نہ ملی، تو انہوں نے حکم دیا کہ خیمہ کی طنابیں کاٹ دو کہ مجمع منتشر ہو جائے۔ فوج نے خیمہ کی طنابیں کاٹ دیں مگر خیمہ اسی طرح ہوا میں معلق رہا، گرا نہیں۔ قاضی صاحب نے اپنی فوج سے فرمایا کہ اس سے دھوکہ نہ کھانا، بدعتی سے خوارق کا صدور ہو سکتا ہے اور یہ موجب قبول نہیں۔

اس وقت تو قاضی صاحب واپس ہو گئے، دوسرے وقت حضرت سلطان جیؒ کے مکان پر گئے اور فرمایا کہ تم سماع سے توبہ نہ کرو گے، سلطان جی نے فرمایا کہ اچھا اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھوا دیں جب تو تم منع نہ کرو گے، کہا اچھا پچھوا دو۔ قاضی صاحب کو سلطان جی کی بزرگی کا علم تھا، جانتے تھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا سکتے ہیں، اس لئے سوچا کہ اس دولت کو کیوں چھوڑیں، چنانچہ سلطان جی نے ان کی طرف توجہ کی تو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مکشوف ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرما رہے ہیں کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ قاضی سنامی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں کس حال میں ہوں، جاگ رہا ہوں یا سو رہا ہوں، اور صحیح طور پر سن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں یا مدہوش ہوں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بحالت یقظہ (بیداری کی حالت میں) آپ سے سن کر بیان فرمائے ہیں، وہ اس ارشاد سے اولیٰ و اقدم (راجح اور مقدم) ہیں جو میں اس وقت سن رہا ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ اور یہ حالت ختم ہو گئی۔ تو سلطان جی نے فرمایا کہ دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا۔ قاضی صاحب نے کہا: اور دیکھا ہم نے کیا عرض کیا۔ پھر سلطان جی نے قاضی صاحب کے سامنے ہی منشد کو یعنی قوّال کو اشارہ کیا، اس نے سماع

شروع کیا، قاضی صاحب بھی بیٹھے رہے کہ اس بدعت کو یہیں بیٹھ کر توڑوں گا۔ قوال نے کوئی شعر پڑھا، سلطان جی کو وجد ہوا اور وہ کھڑے ہوگئے، قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر بٹھلا دیا، تھوڑی دیر میں غلبہ وجد سے پھر کھڑے ہوگئے، قاضی صاحب نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھلا دیا۔ تیسری دفعہ سلطان جی پھر کھڑے ہوئے، اس دفعہ قاضی صاحب ہاتھ باندھ کر سلطان جی کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ اس پر قاضی صاحب کی جماعت کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہونے لگا۔ سب کا خیال یہ ہوا کہ بس اب آئندہ قاضی صاحب سلطان جی کو سماع سے منع نہ کریں گے، مگر جب مجلس سماع ختم ہوئی تو قاضی صاحب یہ کہہ کر اٹھے کہ اچھا میں پھر کبھی آؤں گا اور تم کو اس بدعت سے روکوں گا۔

واپسی کے وقت قاضی صاحب کی جماعت نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی کہ تیسری دفعہ آپ سلطان جی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ فرمایا: بات یہ ہے کہ سلطان جی کو پہلی بار جو وجد ہوا تو ان کی روح آسمان اوّل تک پہنچی، یہاں تک میری بھی رسائی تھی، میں ان کو وہاں سے واپس لے آیا اور بٹھلادیا، دوسری بار جو وجد ہوا تو ان کی روح عرش کے نیچے پہنچی، وہاں تک بھی میری رسائی تھی، میں وہاں سے بھی ان کو واپس لے آیا۔ تیسری بار جو وجد ہوا تو ان کی روح فوق العرش پہنچی، میں نے چاہا کہ وہاں سے بھی واپس لاؤں، ملائکہ عرش نے مجھے روک دیا کہ عرش کے اوپر نظام الدین ہی جاسکتے ہیں، تم نہیں جاسکتے۔ (اس وقت مجمع کی عجیب حالت تھی ۱۲ ظ) اور اس وقت مجھے عرش کی تجلّیات نظر آئیں، میں ان تجلّیات کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوگیا تھا، اس بدعتی کے سامنے تھوڑا ہی دست بستہ کھڑا تھا، وہ چاہے عرش سے اوپر پہنچ جائے مگر اس بدعت سے پھر بھی اس کو منع کروں گا۔ یہ بھی بڑے پکے تھے کہ سلطان جی کے مقامات سے بھی واقف تھے اور خود بھی صاحب مقامات تھے اور جانتے تھے کہ سلطان جی کا مقام مجھ سے اعلیٰ و ارفع ہے مگر بایں ہمہ بدعت کو بدعت ہی سمجھتے رہے۔ یہ بڑا کمال ہے، ورنہ ناقص تو ایسے وقت دھوکہ

میں آجائے اور بدعت کے بدعت ہونے میں تأمل کرنے لگے، مگر قاضی صاحب کو اس پر تأمل نہیں ہوا۔ یہ ان کے کمال کی دلیل تھی اور واقعی ایسے ہی صاحب کمال کو سلطان جی پر احتساب کا حق بھی تھا۔

پھر اتفاق ایسا ہوا کہ قاضی صاحب کا وقت وصال سلطان جی سے پہلے آیا، سلطان جی ان کی عیادت کے لئے گئے اور دروازہ پر پہنچ کر اجازت مانگی، قاضی صاحب نے فرمایا کہ سلطان سے کہہ دو کہ یہ وقت وصال حق کا وقت ہے، اس وقت میں بدعتی کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا (اللہ اللہ! کیا ادا تھی اور کیسی پختگی) سلطان جی نے جواب دیا کہ قاضی صاحب سے عرض کر دو کہ وہ بدعتی ایسا بے ادب نہیں کہ بارگاہ سُنّت میں بدعت سے ملوث ہوکر آتا، وہ حضرت والا کے مذاق سے واقف ہے اور آپ کے مذاق کی پوری رعایت کر کے حاضر ہوا ہے، میں اس بدعت سے توبہ کر کے حاضر ہوا ہوں (سبحان اللہ سبحان اللہ! ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

(اس پر مجمع گویا ذبح ہو گیا تھا ۱۲ ظ) یہ جواب سن کر قاضی صاحب پر حالت طاری ہوگئی اور آبدیدہ ہوکر اپنا عمامہ سر سے اتار کر خادم کو دیا کہ سلطان جی سے کہو: اس عمامہ پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں، بس ان میں یہی ایک کسر تھی جو جاتی رہی، باقی ان کے مقاماتِ عالیہ اور کمالات سے میں ناواقف نہیں ہوں ؎

گر برسر و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ ناز نینی

"اگر آپ میرے سر اور آنکھوں پر بیٹھیں تو میں آپ کے ناز برداشت کروں گا، اس لئے کہ آپ میرے محبوب ہیں"۔

خادم قاضی صاحب کا عمامہ لے کر سلطان جی کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے عمامہ

کو سر پر رکھ لیا کہ یہ عمامہ شریعت ہے، میں اس کو اپنے سر پر رکھ کر حاضر ہوں گا۔ چنانچہ تشریف لائے اور قاضی صاحب نے فرمایا ۔

آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

"وہ جو ایک ہی نظر سے مٹی کو سونا بنادیتے ہیں، کیا ممکن ہے کہ وہ اپنی ایک نظر ہم پر ڈالیں؟ (ف) تاکہ ہم ناچیز بھی اس کی نظر کیمیا اثر سے سونا بن جائیں"۔

حضرت! اب میرا آخری وقت ہے، اللہ میرے اوپر توجہ فرمائیے، چنانچہ حضرت سلطان جی نے توجہ شروع کی اور ایسی توجہ کی کہ قاضی صاحب کی روح نہایت فرح وشادانی کے ساتھ عالم بالا کو پرواز کرگئی۔ حضرت قاضی صاحب کا وصال ہوگیا تو سلطان جی روتے تھے اور فرماتے تھے کہ افسوس شریعت کا ستون گر گیا۔ اس حکایت کو ذکر کر کے وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ بھائی نہ میں نظام الدین ہوں جو اجازت دوں، نہ ضیاء الدین ہوں جو منع کروں۔ یہ حکایت میں نے اخبار الاخیار میں بھی دیکھی ہے مگر مختصر۔ (وعظ "الحدود والقیود" صفحہ ۳۷ تا ۳۹)

جس تقریب میں گانا ہو اس میں شرکت

آج کل گانا سُننا اور سُنانا اس قدر عام ہے کہ اکثر شادی بیاہ اور دیگر پُر مسرت تقریبات میں بھی گانے خوب چلائے جاتے ہیں، بلکہ بعض محلوں میں اس موقع پر اتنی بلند آواز سے گانے چلائے جاتے ہیں کہ پورا محلہ ان کی آواز سے گونجتا ہے اور سارے محلے والے اس آفت ناگہانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کیونکہ گانوں کی بلند آواز سے نہ کوئی مطالعہ کر سکتا ہے، نہ تلاوت کر سکتا ہے، نہ عبادت کر سکتا ہے، نہ ذکر و دعا کر سکتا ہے، بلکہ کوئی آرام بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح گانوں کی آواز سے

دوسروں کو تکلیف پہنچانا حرام اور سخت گناہ ہے، اور ایسی تقریبات میں شریک ہونا بھی جائز نہیں ہے خواہ اہل تقریب کتنا ہی بُرا منائیں، اس کی بالکل پرواہ نہ کرنی چاہئے، کیونکہ کسی انسان کو خوش کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا جائز نہیں۔

گانا نہ سننے کا ثواب

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو (دنیا میں) اپنے کانوں اور آنکھوں کو شیطانی باجوں کو سننے اور ان کے بجانے والوں کو دیکھنے سے محفوظ رکھتے تھے، انہیں ساری جماعتوں سے الگ کر دو، چنانچہ فرشتے انہیں الگ کر کے مشک وعنبر کے ٹیلوں پر بٹھا دیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ ان لوگوں کو میری پاکی اور بزرگی (کے گیت) سناؤ! چنانچہ فرشتے انہیں ایسی پیاری (اور سریلی) آوازوں میں اللہ کا ذکر سنائیں گے کہ سننے والے نے کبھی ایسی آواز نہ سنی ہوں گی۔"

(جمع الفوائد)

لہٰذا گانا گانے، گانا سننے، گانے والوں کو دیکھنے اور جس محفل میں گانا باجا ہو رہا ہو وہاں شرکت کرنے سے بچنا چاہئے۔ اور گانا خواہ کسی مرد و عورت سے براہ راست سنا جائے یا کیسٹ کے ذریعہ یا ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ سنا جائے، بہرصورت اس سے بچنا چاہئے تاکہ سننے کے وبال سے حفاظت ہو اور مذکورہ ثواب ملے۔ اللہ تعالیٰ ہی بچنے کی توفیق دینے والے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ

نمازِ فجر کی اہمیت

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم

گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر : ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز فجر کی اہمیت

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، ونشھد ان سیدنا وسندنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرا۔

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
﴿أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا. صدق اللّٰہ العظیم﴾

نماز فجر میں ہماری کوتاہی

میرے قابل احترام بزرگو، اور محترم خواتین! آج میں آپ حضرات کو ایک ایسی کوتاہی کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو خواتین و حضرات میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ ویسے تو یہ کوتاہی سال کے بارہ مہینوں میں پائی جاتی ہے، لیکن موسم گرما میں وہ کوتاہی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور توجہ دلانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس کوتاہی کو

دور کرنے کی کوشش کریں۔ یہ کوتاہی "نماز فجر" کے بارے میں ہے۔ عام طور پر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دن کی چار نمازوں میں جماعت سے نماز پڑھنے والوں کی جو تعداد ہوتی ہے۔ فجر کی نماز میں وہ تعداد نظر نہیں آتی۔ ہر بڑی مسجد اور ہر چھوٹی مسجد اور ہر گھر میں یہ صورت حال ہے۔ گھروں میں جو خواتین عشاء، مغرب، عصر، ظہر کی نمازیں جس اہتمام کے ساتھ پڑھتی ہیں۔ فجر کی نماز میں وہ اہتمام نہیں۔ اکثر خواتین کی نماز فجر قضا ہوجاتی ہے اور مردوں میں بھی بہت سے حضرات ایسے ہیں جو دن کی باقی چار نمازیں قضا نہیں پڑھتے۔ لیکن فجر کی نماز قضا کردیتے ہیں اور جماعت تو اکثر حضرات کی نکل ہی جاتی ہے۔ بعض حضرات ایسے ہیں جن کو فجر کی ایک رکعت یا قعدہ اخیرہ بمشکل ملتا ہے۔ یہ ہمارے اندر بڑی کوتاہی ہے۔ جس طرح ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں مردوں کو باجماعت مسجد میں ادا کرنا ضروری ہے اور خواتین کو گھر میں وقت پر ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح فجر کی نماز مردوں کو مسجد میں باجماعت ادا کرنا اور خواتین کو گھر کے اندر اس کے وقت پر ادا کرنا ضروری ہے اور جس طرح ان چار نمازوں کو قضا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح فجر کی نماز کو بھی قضا کرنا جائز نہیں۔ اور جس طرح عذر شرعی کے بغیر دن کی چار نمازوں کی جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔ اسی طرح فجر کی جماعت بھی عذر شرعی کے بغیر چھوڑنا جائز نہیں۔

نماز فجر کی ابتداء

یہ بلاشبہ ایک حقیقت ہے کہ فجر کی نماز کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے۔ یہی نیند، غفلت اور سستی ہی عام طور پر نماز فجر میں کوتاہی کا سبب بنتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب رحمت ہے کہ جس عمل میں ذرا سی مشقت ہوتی ہے۔ وہاں اس عمل کا اجر و ثواب بڑھادیتے ہیں، اور اس کے زیادہ اہتمام کرنے کی طرف متوجہ کردیتے ہیں۔ نماز فجر میں دوسری نمازوں کی بہ نسبت مشقت زیادہ ہے اس لئے اس کا ثواب بھی زیادہ ہے (جو انشاء اللہ ابھی بیان ہوگا) اور اس کی عظمت بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ

اس کی عظمت کے سلسلے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ وہ عظیم الشان نماز ہے جو اس دنیا میں سب سے پہلے ادا کی گئی۔ جس کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت ادا کیا تھا جب آپ جنت سے دنیا میں تشریف لائے تھے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ جس وقت آپ کو جنت سے دنیا میں اتارا گیا اس وقت دنیا میں رات چھائی ہوئی تھی اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اس تاریکی کو دیکھ کر آپ کو فکر دامن گیر ہوئی اور ڈر لگا کہ یہ دنیا ایسی تاریک اور اندھیری ہے؟ یہاں روشنی کا نام و نشان نہیں۔ اس تاریکی میں کس طرح باقی زندگی گزاروں گا؟ لیکن چونکہ وہ رات کی تاریکی تھی جو وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ گزر جانی تھی اور اس کے بعد دن آنا تھا۔ لیکن پہلے سے چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس کا اندازہ نہ تھا۔ اس لئے آپ یہ سمجھے کہ بس اسی تاریکی کا نام دنیا ہے۔ اس لئے آپ کو بہت فکر لاحق ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ رات ختم ہونے کے قریب ہوئی اور مشرق کی طرف سے صبح صادق کا چاندنا نمودار ہونا شروع ہوا اور روشنی پھیلنی شروع ہوئی۔ بس اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اس وقت آپ نے سورج نکلنے سے پہلے دو رکعت ادا فرمائیں۔ ایک رکعت رات کی تاریکی کے جانے کے شکرانے میں اور ایک رکعت روشنی کے نمودار ہونے کے شکرانے میں کہ یا اللہ آپ کا شکر ہے رات اور اس کی تاریکی چلی گئی۔ یا اللہ، آپ کا شکر ہے کہ دن نکل آیا اور روشنی آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے شکرانے کی یہ دو رکعت اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فجر کے وقت اس نماز کو فرض فرمادیا۔ بہرحال، یہ وہ عظیم الشان نماز ہے جو دنیا میں سب سے پہلے ادا کی گئی، اور ہم لوگ روزانہ اسی نماز سے اپنی زندگی کے ہر دن کا آغاز کرتے ہیں۔ لہٰذا صحیح وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

نماز فجر کا ثواب

احادیث طیبہ میں اس نماز کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات عبادت (اور نماز) میں گزار دی اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی تو گویا اس نے پوری رات (عبادت اور) نماز کے اندر گزار دی"۔ (مسلم شریف)

دیکھئے کتنا عظیم ثواب اس نماز پر بیان کیا گیا ہے۔ ساری رات جاگ کر عبادت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ہم لوگوں کے لئے ان راتوں میں بھی تمام رات عبادت کرنا مشکل ہوتا ہے جو عبادت کی مخصوص راتیں کہلاتی ہیں۔ مثلاً شب برائت، شب قدر، شب عید، شب بقرہ عید، شب عرفہ وغیرہ۔ ان راتوں میں عبادت کرنے کے مخصوص فضائل ہیں۔ لیکن ان راتوں میں بھی ہم ساری رات نہیں جاگ پاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان کریمی دیکھئے کہ جو شخص فجر اور عشاء کی نماز باجماعت پڑھ لے۔ اس کو ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص ان دونوں نمازوں کو جماعت سے پڑھنے کا عادی ہی ہو جائے تو وہ سارے سال ہر رات جاگ کر عبادت کرنے والوں کے ثواب میں شامل ہو جائے گا۔ ذرا سی مشقت پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کتنا ثواب بڑھا دیا ہے۔ جبکہ نماز کیلئے سو کر اٹھنے پھر استنجاء وضو سے فارغ ہو کر دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض باجماعت پڑھنے میں زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ خرچ ہوتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھنے میں زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ صرف ہوتے ہیں۔ گویا ہم صرف پون گھنٹہ خرچ

کر کے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔ اس طرح محنت کم اور ثواب زیادہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص ہے کہ جہاں کہیں کسی عمل میں بندوں پر ذرا سی مشقت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس عمل کا ثواب بڑھادیتے ہیں۔ اور ثواب ہی مطلوب اور مقصود ہے۔ اس لئے کہ آخرت میں یہ ثواب ہی کام آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کی نماز میں جو اجر و ثواب رکھا ہے۔ وہ اسی نماز کے ساتھ خاص ہے اور نمازوں میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پابندی سے نماز فجر باجماعت پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب

اصل حکم تو یہی ہے کہ مرد حضرات ہر نماز مسجد میں آکر باجماعت ادا کریں۔ اس لئے مسجد کی جماعت کے ثواب کے برابر گھر کی جماعت کا ثواب نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر کبھی مسجد پہنچنے میں دیر سویر ہوجائے تو گھر کے اندر بھی جماعت ہوسکتی ہے۔ بہرحال کوشش کریں کہ پانچوں نمازیں باجماعت مسجد میں ادا ہوں، اور اسی طرح پڑھنے کی ہم عادت ڈالیں۔ اس لئے کہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "فضائل نماز" میں لکھا ہے کہ ایک نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس درجہ ہے۔ اکیلے جماعت کے بغیر نماز پڑھنے کا یہ ثواب نہیں ہے یہ نماز باجماعت کا ثواب ہے۔

نماز قضا کردینے کا عذاب

اور جس طرح جماعت سے نماز پڑھنے کا یہ ثواب عظیم ہے۔ اسی طرح نماز کو قضا کردینے کا عذاب بھی بہت بڑا ہے، اور اس کو زیادہ یاد رکھنا چاہئے، تاکہ ہماری فجر کی نماز قضا نہ ہونے پائے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

اگر کوئی شخص ایک نماز بھی جان بوجھ کر بلاعذر شرعی قضا کردے تو چاہے بعد میں اس کو پڑھ بھی لے، پھر بھی اسے ایک نماز جان بوجھ کر قضا کرنے کی وجہ سے دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال تک جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا۔ (العیاذ باللہ)

مرد حضرات بھی اور خواتین بھی اس عذاب کو یاد رکھیں، کیونکہ نماز ادا کرنا فرض تھا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، اور تمام کاموں میں سب سے اہم کام تھا۔ اس کے باوجود تم نے اس میں کوتاہی کیوں کی؟ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی یہ سزا ہے کہ اتنے طویل عرصے تک اس کو جہنم میں جلایا جائے گا۔ البتہ جس شخص نے توبہ کرلی، اور گڑگڑا کر معافی مانگ لی، اور یہ عہد کرلیا کہ آئندہ نماز فجر کو قضا نہیں ہونے دوں گا، اور پھر نماز فجر کے وقت بیدار ہونے کا پورا اہتمام کرے گا، تو پھر انشاء اللہ یہ وبال بھی معاف ہوجائے گا، اور یہ گناہ بھی معاف ہوجائے گا۔ اس لئے ہم کوشش کریں کہ پانچوں نمازیں اور خصوصاً فجر کی نماز مسجد میں آکر باجماعت ادا کریں، تاکہ ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب بھی مل جائے اور ایک نماز کو باجماعت ادا کرنے کا جو ثواب عظیم بیان کیا گیا ہے وہ بھی ہمیں حاصل ہوجائے۔

نماز فجر سے کاموں میں آسانی اور برکت

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جس شخص نے فجر کی نماز پڑھ لی وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے تو اے ابن آدم خیال کر، کہ کہیں اللہ تعالیٰ تجھ سے اپنے ذمہ میں سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کر بیٹھے"۔

(مسلم شریف)

لہٰذا جو شخص نماز فجر باجماعت ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں بھی نہیں آتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے باہر ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری

میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص دن بھر انشاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کے حادثات سانحات، مسائل، واقعات اور پریشانیوں سے محفوظ ہو جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت خاص میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ اس کی مدد فرمائیں گے، اس کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوگی۔ جس کے نتیجے میں اس کو ہر کام میں سہولت اور آسانی میسر ہوگی۔ اور جو شخص فجر کی نماز وقت پر نہیں پڑھتا، بلکہ قضا کر دیتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی اس ذمہ داری سے خارج ہو جاتا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے کاموں میں سہولت اور آسانی نہیں ہوتی، اور وہ شخص حادثات اور پریشانیوں کا شکار ہو سکتا ہے، اور مصیبتوں کے اندر مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دن بھر کے کاموں کے انجام پانے کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم نماز فجر باجماعت کا اہتمام کریں، تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی امان اور حفاظت میں آکر ہمارے دین و دنیا کے سارے کام آسان ہوں اور ان کاموں میں خیر و برکت اور راحت و عافیت حاصل ہو۔

فرشتوں کے ذریعہ انسان کی حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی رو سے فجر کی اور عصر کی نمازیں ایسی ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ ان میں بعض فرشتے تو وہ ہیں جو انسانوں کی آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے حفاظت کرتے ہیں اور دنیا میں جتنی چیزیں انسان کو تکلیف پہنچانے والی ہیں۔ مثلاً جنات، شیاطین، سانپ، بچھو، حادثات، سانحات وغیرہ یہ فرشتے ان سب سے انسانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض مرتبہ ایک انسان کسی جگہ سے گرتے گرتے بچ جاتا ہے اور بعض اوقات ایک انسان کسی حادثے کا شکار ہوتے ہوتے بچ جاتا ہے۔ اب وہ شخص کہتا ہے کہ میرا مرجانا بالکل یقینی تھا۔ میری گاڑی دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ڈرائیور بچ گیا ہوگا، لیکن میں بال بال بچ گیا۔ مجھے تو خراش تک بھی نہیں

آئی۔ اس قسم کے حادثات میں بعض ہلاک ہوجاتے ہیں اور بعض بچ جاتے ہیں۔ یہی وہ بات ہے کہ جس کی حفاظت کرنا اور بچانا حق تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جس کی حفاظت مقدر نہیں ہوتی، وہ ہلاک اور تباہ ہوجاتا ہے۔ اب جو شخص بال بال بچ جاتا ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کو بچالیتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ حادثے کا شکار نہیں ہوتا۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا ــــ جس کو تقدیر کہتے ہیں ــــ سامنے آجاتا ہے اس وقت وہ فرشتے اپنا حفاظتی پہرہ اُٹھا لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو تکلیف پہنچنی مقدر ہوتی ہے وہ پہنچ جاتی ہے۔ اس کائنات میں کوئی تکلیف دینے والی چیز اللہ کے حکم کے بغیر دوسرے کو تکلیف نہیں پہنچا سکتی اور نہ کوئی کسی کو اللہ کے حکم کے بغیر رائی برابر نفع پہنچا سکتا ہے۔ تکلیف پہنچنا بھی اسی کی حکمت و مصلحت سے ہے اور نفع پہنچانے والی ذات بھی وہی ہے۔ انہوں نے اپنی رحمت کاملہ کے صدقے میں اپنے بندوں کی حفاظت کے لئے باقاعدہ فرشتوں کی ایک جماعت مقرر کر رکھی ہے جو باقاعدہ اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

حفاظت کا ایک عجیب واقعہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ایک دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا ایک بچھو دوڑتا ہوا پانی کی طرف آرہا ہے، مجھے تجسس ہوا کہ یہ کیوں دوڑتا ہوا آرہا ہے۔ میں اس کو دیکھنے لگا، میں نے دیکھا کہ وہ بچھو دریا کے کنارے پر گیا اور کنارے پر ایک کچھوا اس کا انتظار کررہا تھا۔ یہ پانی کے قریب پہنچ کر فوراً اچھل کر اس کچھوے کی پشت پر سوار ہوگیا۔ جیسے ہی یہ بچھو اس کی پشت پر سوار ہوا، وہ کچھوا اس کو لے کر دریا کے دوسرے کنارے کی طرف روانہ ہوگیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ یہ بچھو اور کچھوے کی دوستی کیسے ہوگئی؟ اور کس طرح یہ بچھو اس کی

پشت پر سوار ہو کر جارہا ہے؟ چنانچہ میں نے بھی ایک کشتی کرایہ پر لی، اور اس پر سوار ہو کر دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کچھوا آہستہ آہستہ کنارے کی طرف آنے لگا اور جیسے ہی وہ کنارے پر پہنچا، وہ بچھو فوراً کود کر اس کی کمر سے خشکی پر آگیا، اور پھر آگے دوڑنے لگا اور میں بھی اس کے پیچھے چلنے لگا۔ کچھ آگے جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے ایک نوجوان شراب کے نشے میں مست پڑا ہوا ہے اور اس نوجوان کے سرہانے ایک کالا ناگ اپنا پھن پھیلائے ڈنگ مارنے کی تیاری کررہا ہے۔ ابھی میں یہ منظر دیکھ ہی رہا تھا کہ وہ بچھو جلدی سے وہاں پہنچا اور اس نے سانپ کے ڈنک مارا۔ ڈنک لگتے ہی وہ سانپ تڑپنے لگا اور تھوڑی دیر میں مرگیا۔ بہرحال وہ سانپ اس نوجوان کو ڈنک نہیں مارسکا۔ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آئی کہ کس طرح اس نے اپنے ایک نافرمان بندے کی حفاظت کا خصوصی انتظام فرمایا۔ اب وہ سانپ اس نوجوان کے سرہانے مرا پڑا ہے اور بچھو ڈنک مار کر جاچکا ہے۔ پھر میں نے اس نوجوان کو اٹھایا اور اس کو سارا واقعہ سنایا کہ دیکھ تو شراب کے اندر مست ہے لیکن خالق کائنات نے تیری حفاظت کا کیسا انتظام فرمایا ہے؟ ایک طرف اتنی دور سے بچھو کو یہاں آنے کا حکم دیا اور پھر کچھوے کو مقرر فرمایا کہ وہ بچھو کو دریا پار کرائے۔ اور پھر بچھو نے آکر سانپ کو ڈنک مارا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے سانپ کے ڈسنے سے تمہیں بچالیا۔ جب اس نوجوان نے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت اور اس کی رحمت کو سنا تو وہ زار و قطار رونے لگا کہ ہائے میں ایسا گناہ گار اور نافرمان بندہ ہوں، لیکن وہ مجھ پر پھر بھی بڑے رحمٰن و رحیم ہیں۔ اس کے بعد اس نے حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی اور عہد کیا کہ آج کے بعد میں اپنے پروردگار کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ سمجھ عطا فرمائیں کہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر کے حق تعالیٰ جل شانہ کی فرمانبرداری اختیار کریں۔ آمین

بہرحال یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت اور قدرت کا ایک نمونہ ہمیں دکھادیا ہے۔

ورنہ فرشتوں کی ڈیوٹی ہر ہر انسان پر مقرر ہے اور وہ تمام انسانوں کی ہر وقت حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو جنات انسان کی بوٹی بوٹی نوچ لیں۔ ایذا دینے والے جانور انسانوں کو ختم کر کے رکھ دیں۔ لیکن یہ اللہ کے فرشتے جو ہمیں نظر نہیں آتے وہ سوتے جاگتے ہر وقت ہمارے ساتھ رہتے ہیں اور چاروں طرف سے ہماری حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

فرشتے نیکی کا خیال دل میں ڈالتے ہیں

یہ فرشتے ہماری حفاظت کے علاوہ ایک کام اور بھی کرتے ہیں، وہ یہ کہ اچھے اچھے کاموں کی رغبت ہمارے دل میں ڈالتے ہیں۔ مثلاً اذان ہوئی تو فرشتے دل میں یہ رغبت ڈالیں گے کہ اذان ہوچکی ہے۔ نماز پڑھنا فرض ہے اور باجماعت نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ اس لئے مسجد میں جاکر نماز ادا کرنی چاہئے۔ اسی طرح ہر اچھے کام کے کرنے کی طرف ہمارے دل میں رغبت اور شوق پیدا کرتے رہتے ہیں اور ہر گناہ سے بچنے کا داعیہ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مؤمن اچھے کام کی موقع پر اپنے دل میں اچھائی کا جذبہ محسوس کرتا ہے۔ اور ہر برے کام کے موقع پر اس سے بچنے کا خیال بھی دل میں آتا ہے۔ جب چاہیں اس کا تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ البتہ کسی کا دل بالکل سیاہ ہوچکا ہو اور گناہوں کی وجہ سے اس کا دل بالکل مردہ ہوچکا ہو تو وہ الگ بات ہے۔ اس صورت میں اس کو ان نیک جذبات کا احساس نہیں ہوتا، بلکہ یہاں تک منقول ہے کہ اگر کوئی مسلمان کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اس وقت فرشتے اس کے دل میں یہ جذبہ اور داعیہ ڈالتے ہیں کہ اس گناہ سے جلدی توبہ کرلو، اور اس گناہ سے باز آجاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو۔

اعمال لکھنے والے فرشتے

فرشتوں کی دوسری جماعت وہ ہے جو انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔ جن کو

"کراما کاتبین" کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ہمارے دائیں طرف مقرر کیا ہوا ہے، اور دوسرا فرشتہ بائیں طرف مقرر کیا ہوا ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ انسان کی نیکیاں لکھنے پر مقرر ہے اور بائیں طرف والا فرشتہ انسان کے گناہ لکھنے پر مقرر ہے۔ اور ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا عجیب معاملہ فرمایا ہوا ہے کہ دائیں طرف والا فرشتہ امیر ہے اور بائیں طرف والا فرشتہ اس کے ماتحت ہے۔ چنانچہ جب انسان کسی نیک کام کے کرنے کا پختہ ارادہ کرلیتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ فوراً اس کی ایک نیکی لکھ لیتا ہے۔ چونکہ وہ خود امیر اور حاکم ہے۔ اس لئے اس کو دوسرے فرشتے سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، اور جب انسان ایک نیک عمل کرتا ہے تو یہ فرشتہ اس کے اعمال نامے میں کم از کم دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ پھر جس نیک عمل میں جتنا اخلاص بڑھتا جاتا ہے۔ اور جب انسان کوئی گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس وقت بائیں طرف والا فرشتہ دائیں طرف والے فرشتے سے پوچھتا ہے کہ اس انسان نے گناہ کرنے کا ارادہ کرلیا ہے، میں اس کا یہ گناہ لکھ لوں؟ تو دائیں طرف والا فرشتہ کہتا ہے کہ ابھی اس نے گناہ کہاں کیا ہے؟ لہٰذا ابھی یہ گناہ مت لکھو! چونکہ بائیں طرف والا فرشتہ ماتحت ہے۔ اس لئے اس کو اس کی بات ماننی پڑتی ہے۔ چنانچہ وہ گناہ نہیں لکھتا۔ اس کے بعد جب انسان گناہ کرلیتا ہے تو پھر پوچھتا ہے کہ اب تو اس نے گناہ کرلیا ہے، اب لکھ لوں؟ دائیں طرف والا فرشتہ کہتا ہے کہ ابھی مت لکھو، اور جلدی مت کرو، ہوسکتا ہے کہ یہ توبہ کرلے۔ اگر توبہ کرلے گا تو تمہیں وہ گناہ مٹانا پڑے گا۔ اس لئے مٹانے سے بہتر ہے کہ تھوڑا سا انتظار کرلیا جائے، فوراً نہ لکھا جائے۔ اس کے بعد وہ فرشتہ اس کے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ تم نے یہ گناہ کیا ہے۔ بری بات ہے۔ گڑگڑا کر توبہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ پھر ایک خاص وقت تک انتظار کرتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرلیتا ہے تو ٹھیک۔ لیکن اگر وہ خبردار نہیں ہوتا اور فرشتے کی تلقین کے باوجود وہ توبہ نہیں کرتا تو اب دائیں طرف کا فرشتہ کہتا ہے کہ اچھا بھائی، اب اس کے اعمال نامے میں ایک گناہ لکھ لو،

ایک سے زیادہ مت لکھنا۔ چنانچہ وہ فرشتہ ایک گناہ لکھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کتنی عظیم رحمت ہے۔ وہ حقیقت میں اپنے بندوں کو معاف ہی کرنا چاہتے ہیں۔ بہرحال، یہ سب کام فرشتے انجام دیتے ہیں۔

فجر اور عصر کی نمازوں میں فرشتوں کا اجتماع

اللہ تعالیٰ کے فرشتے فجر کی نماز میں بھی جمع ہوتے ہیں اور عصر کی نماز میں بھی، دن والے فرشتے عصر کی نماز کے بعد واپس جاتے ہیں، اور رات والے فرشتے عصر کی نماز میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح دن والے فرشتے فجر کی نماز میں آجاتے ہیں اور رات والے فرشتے واپس چلے جاتے ہیں اور جب یہ فرشتے واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ علم رکھنے کے باوجود ان سے پوچھتے ہیں کہ جب تم واپس آرہے تھے اس وقت میرے بندوں کو تم نے کس حالت میں پایا؟ اور کس حالت میں تم نے ان کو چھوڑا؟ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اے پروردگار عالم، جب ہم وہاں پہنچے تب بھی ان کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور جب واپس آئے اس وقت بھی نماز اور آپ کے ذکر میں پایا ــــ بہرحال، فجر اور عصر کی نماز کا وقت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے اور جہاں کہیں فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے وہ خصوصی برکات کا حامل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مقبول، محبوب اور گناہوں سے پاک مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت ہی میں نیکی رکھ دی ہے۔ گناہوں سے ان کو بچایا ہوا ہے۔ لہٰذا جو شخص ان دو نمازوں میں حاضر ہوگا، وہ ان فرشتوں کے اجتماع کی برکت سے بھی فیض یاب ہوگا۔

فرشتوں کے اجتماع کی برکت

ان فرشتوں کے اجتماع کی برکت کے نتیجے میں انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ نیک بننے کو دل

چاہتا ہے۔ نیک لوگوں کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے۔ اچھے اچھے کام کرنے کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے۔ اللہ اللہ کرنے کو دل چاہتا ہے۔ لہٰذا جس طرح نیک لوگوں کی صحبت کے اثرات ہوتے ہیں۔ اسی طرح فرشتوں کی صحبت اور ان کی برکت سے بھی نیک اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا دن اچھا گزرے اور دن بھر نیک کاموں میں لگے رہیں اور گناہوں سے بچے رہیں تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم فجر کی نماز کا اہتمام کریں۔ اور اس کو باجماعت ادا کریں تاکہ سارے دن اس کی برکات ہمیں حاصل رہیں۔ اور جب دن خیریت سے گزر جائے تو پھر عصر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کریں تاکہ دوبارہ فرشتوں کے اجتماع کی برکات ہمیں حاصل ہوں۔ اور ان دونوں نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی پڑھنے کا بھی اہتمام کریں اس لئے کہ اللہ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے۔

نماز فجر اور عصر چھوڑنے کی نحوست

جو شخص عصر کی نماز اور فجر کی نماز قضا کردے گا تو وہ ایک طرف تو نماز قضا کرنے کے گناہ میں مبتلا ہوگا۔ دوسری طرف اس کے کاموں کے اندر مشکلات اور دشواریاں پیش آئیں گی۔ معمولی سے معمولی کام اس کو پہاڑ محسوس ہوگا اور اس کے اندر راحت اور آرام نصیب نہ ہوگا اور وہ شخص فرشتوں کے اجتماع کی برکات سے محروم ہوجائے گا۔

نماز فجر کے لئے تکلیف گوارہ کرنا

ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ عشاء کی نماز اور فجر کی نماز

میں کیا ثواب ہے تو لوگ اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے مسجدوں میں پہنچ جائیں گے۔ چاہے ان کو گھسٹ گھسٹ کر پہنچنا پڑے"۔ (بخاری و مسلم)

گویا کہ اس ثواب کی خاطر گھسٹنے کی تکلیف برداشت کرلیں گے لیکن اس ثواب سے محروم ہونا ان کو گوارہ نہ ہوگا۔ اس حدیث کے ذریعہ ہمیں یہ بتادیا کہ وہ اجر و ثواب ہمیں معلوم ہو یا نہ ہو، لیکن ہم اور آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر یقین رکھیں کہ واقعی نماز فجر اور نماز عشاء میں اتنا عظیم ثواب ہے کہ اس کے لئے بہرصورت ہمیں جب تک ممکن ہو جماعت سے ادا کرنے کے لئے مسجد میں آنا چاہئے۔ اگر اس کے لئے ہمیں اپنی نیند قربان کرنی پڑے یا کوئی اور راحت قربان کرنی پڑے تو کردینا چاہئے، بلکہ اس کے لئے اگر کچھ تکلیف بھی گوارہ کرنی پڑے تو اس کو گوارہ کرلینا چاہئے، کیونکہ اس ثواب کے مقابلے میں اس تکلیف کی کوئی حقیقت نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ثواب کی حرص

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بس آخرت کے بندے تھے ان کی نظر ہر وقت آخرت پر رہتی تھی۔ اس لئے آخرت کے ثواب کے حاصل کرنے کا جو کوئی موقع ان کے سامنے آتا، وہ لوگ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنی کہ جو شخص بازار جاتے وقت یہ دعا پڑھ لے:

﴿اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر﴾

یہ بازار میں جانے کی دعا ہے، حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز

حنفی میں اس دعا کے پڑھنے کا یہ ثواب لکھا ہے کہ "بازار میں اس دعا کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ دس لاکھ نیکیاں عطا فرماتے ہیں اور دس لاکھ گناہ صغیرہ معاف فرماتے ہیں اور اس کے دس لاکھ درجے بلند فرمادیتے ہیں۔ تیس لاکھ کا سودا ہے جبکہ اس دعا کے پڑھنے میں تین منٹ بھی خرچ نہیں ہوتے۔ چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اگر بازار میں کوئی کام بھی نہ ہوتا، بلکہ گھر جانے کا ارادہ کرتے تو ایک دوسرے سے کہتے کہ گھر تو جانا ہی ہے، چلو بازار سے یہ دعا پڑھتے ہوئے گھر چلے جائیں تاکہ یہ ثواب بھی حاصل ہوجائے۔ تو یہ حضرات اجر و ثواب کے بہت حریص تھے۔ بہرحال جن حضرات کی دکان ہی بازار کے اندر ہے ان کو نہایت آسانی سے بار بار مفت میں یہ ثواب حاصل ہوسکتا ہے اور جن حضرات کو بازار میں کام کے لئے جانا پڑتا ہے ان کو بھی یہ قیمتی سودا ہاتھ آگیا، بس جب بھی بازار جائیں یہ دعا پڑھتے ہوئے چلے جائیں۔ جب دوسرے بازار میں داخل ہوں تو پھر یہ دعا پڑھ لیں۔ جب دوسرے بازار سے تیسرے بازار میں داخل ہوں تو پھر یہ دعا پڑھ لیں۔ اس طرح اجر و ثواب جمع کرتے چلے جائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نماز باجماعت کا اہتمام

چونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سن رکھا تھا۔ اس لئے ان کا یہ حال تھا کہ جو حضرات معذور تھے۔ اور جن کے لئے شرعی طور پر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں تھا اور ان کو گھر میں نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت تھی۔ لیکن وہ صرف ثواب حاصل کرنے کی خاطر عذر کے باوجود مسجد میں تشریف لاتے، اگر کوئی نابینا ہیں تو بھی مسجد میں تشریف لارہے ہیں۔ اگر کوئی لاٹھی کے سہارے آسکتے ہیں تو وہ لاٹھی کے سہارے مسجد میں آرہے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی صحابی دوسرے حضرات کے سہارے آسکتے تھے تو وہ دوسروں کے سہارے مسجد میں آجاتے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں مردوں کے لئے بغیر جماعت نماز پڑھنے کا تصور ہی نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص جماعت سے پیچھے رہ جاتا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ بیمار ہے اور مسجد میں آنے پر قادر نہیں ہے اس لئے وہ مسجد میں نہیں آیا لہٰذا اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر پہنچ جاتے۔

نماز فجر جماعت سے پڑھنا ساری رات نفل پڑھنے سے بہتر ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ ایک صحابی جن کا نام حضرت سلیمان بن حثمہ رضی اللہ عنہ تھا۔ ایک مرتبہ وہ فجر کی نماز میں تشریف نہ لا سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف نہیں لائے۔ نماز کے بعد آپ کو بازار جانا تھا۔ راستے میں حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ ان کی والدہ کا نام حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ چنانچہ آپ ان کے مکان پر پہنچے اور ان کی والدہ سے پوچھا کہ آج حضرت سلیمان نماز فجر میں تشریف نہیں لائے۔ کیا بات ہے؟ ان کی والدہ محترمہ نے جواب دیا کہ آج وہ ساری رات نماز پڑھتے رہے۔ صبح کے قریب ان کی آنکھ لگ گئی۔ اس لئے وہ فجر کی نماز میں نہیں آسکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ساری رات نماز پڑھنے کے مقابلے میں فجر کی نماز باجماعت پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ (مرقاۃ) یعنی آدمی ساری رات سوتا رہے اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ ساری رات نماز پڑھتا رہے اور فجر کی نماز چھوڑ دے۔ اس لئے کہ ساری رات نماز پڑھنا نفل ہے اور فجر کی نماز فرض ہے اور جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔ اور ساری رات کے نفل فرض و واجب کے برابر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا رات کو نماز پڑھنے کے ساتھ اس کا اہتمام کرے کہ اس کی فجر کی نماز بھی فوت نہ ہو۔ تاکہ رات کو نفل پڑھنے کا ثواب بھی حاصل ہو اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کا الگ ثواب حاصل ہو۔

اپنی ذمہ داری پوری کریں

اس لئے میرے عزیزو اور بزرگو! ہم سب کو اپنا اور اپنے گھر والوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے کون کون فجر کی نماز قضا کرتا ہے اور کون کون بغیر جماعت کے ادا کرتا ہے۔ جو شخص قضا پڑھتا ہے اس کو بھی محبت اور شفقت سے سمجھانے کی ضرورت ہے اور جو شخص بغیر جماعت کے پڑھتا ہے اس کو بھی محبت اور شفقت سے سمجھانے کی ضرورت ہے، تاکہ جو شخص قضا پڑھتا ہے وہ ادا پڑھ لیا کرے اور جو جماعت کے بغیر نماز پڑھتا ہے وہ جماعت سے پڑھنے لگے۔ خواتین بھی اپنے گھر کے اندر یہ کام کریں اور جو بچے اور بچیاں ایسی ہیں جن پر نماز فرض ہے۔ ان کو جلدی اٹھنے کی تاکید کریں۔ یہ نہ ہو کہ کوئی سات بجے اٹھ رہا ہے کوئی نو بجے اٹھ رہا ہے اور کوئی دس بجے اٹھ رہا ہے اور ان کی نماز فجر قضا ہو رہی ہے اور ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے، حالانکہ باپ اپنی اولاد کا ذمہ دار ہے۔ شوہر اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے۔ لہٰذا گھر کے تمام افراد کا یہ حال ہونا چاہئے کہ مرد مسجد میں جاکر باجماعت نماز فجر ادا کریں۔ اور خواتین گھر میں وقت پر نماز فجر ادا کریں اور اس کو قضا نہ ہونے دیں۔

فجر کی نماز قضا ہونے کی وجہ

فجر کی نماز قضا ہونے کی سب سے بڑی وجہ ہماری نیند ہے۔ اس میں ہماری طرف سے ایک زبردست کوتاہی ہو رہی ہے۔ وہ یہ کہ ہم لوگ رات کو بہت دیر سے سونے کے عادی ہوگئے ہیں۔ بارہ بجے تک رات کو جاگنا معمولی بات ہے۔ رات کے ایک دو بجے تک جاگیں تو خیال آتا ہے کہ ہاں اب کچھ زیادہ وقت ہوگیا ہے، پھر اس کے بعد ہم سونے کی تیاری کرتے ہیں۔ رات کو اتنی دیر تک جاگنا جس کے نتیجے میں فجر کی نماز قضا ہو جائے۔ جائز نہیں، چاہے وہ جاگنا نیک اور اچھے کام کے لئے کیوں نہ

ہو، مثلاً کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد ذکر میں یا تلاوت میں یا تسبیحات میں لگ جائے، یا وعظ و تقریر میں یا دین کی کتابوں کے مطالعے میں یا تکرار مطالعہ میں یا امتحان کی تیاری وغیرہ میں مشغول ہو جائے۔ جس کی وجہ سے اس کی فجر کی نماز قضا ہو جائے تو یہ جائز نہیں۔ جبکہ عام لوگ رات کے ایک دو بجے تک جن کاموں میں مشغول ہوتے ہیں وہ تو سرے سے عبادت بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں سے بہت سے کام تو ناجائز ہوتے ہیں۔ مثلاً ٹی وی دیکھنا، وی سی آر کے ذریعہ فلمیں دیکھنا، گانے سننا، ڈرامے دیکھنا یا ویسے ہی مل بیٹھ کر حد سے زیادہ ہنسی مذاق کی باتیں کرنا۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں جبکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ عشاء کے بعد جتنی جلدی ہو سکے، سو جائیں، البتہ عشاء کے بعد بقدر ضرورت تھوڑی دیر کے لئے دین کی باتیں یا دنیا کی ضرورت باتیں کر سکتے ہیں۔

صحت کے لئے چھ گھنٹے سونا ضروری ہے

اصل حکم یہ ہے کہ عشاء کے بعد جتنی جلدی ہو سکے سو جائیں۔ اور ہر آدمی کو اس کی جسمانی صحت کے لئے چھ گھنٹے سے آٹھ گھنٹے تک نیند پوری کرنا ضروری ہے۔ مثلاً بہت چھوٹی عمر والوں کو آٹھ گھنٹے سونا چاہئے۔ جو ان سے زیادہ عمر کے ہوں۔ ان کو سات گھنٹے اور جو ان سے زیادہ عمر کو پہنچ جائیں ان کو چھ گھنٹے ضرور سونا چاہئے۔ لہٰذا عام طور پر ایک متوسط صحت والے آدمی کو کم از کم چھ گھنٹے سونا ضروری ہے۔ اور رات میں چھ گھنٹے سونے کے بعد وہ آسانی سے صبح اٹھ سکتا ہے۔ اگر اس کی نیند پوری نہیں ہوگی تو اس کو اٹھنے میں دشواری ہوگی، اور اس دشواری کا ذمہ دار وہ خود ہو گا کہ اس نے اپنے جسم کو چھ گھنٹے کی پوری نیند کیوں نہیں دی۔ اب مثلاً آج کل گرمی کا موسم ہے تو اس موسم میں فجر کی نماز کو جماعت سے ادا کرنے کے لئے صبح پانچ بجے اٹھنا ضروری ہے۔ پانچ بجے اٹھنے کے لئے وہ کم از کم گیارہ بجے رات کو سو جائے، تاکہ پانچ بجے آسانی کے ساتھ اٹھ سکے۔ زیادہ سے

زیادہ ساڑھے گیارہ بجے سوجائے۔ ورنہ اگر آپ زیادہ دیر سے سوئیں گے تو پھر گھڑی کا الارم آپ کو نہیں اٹھاسکے گا۔ اس لئے کہ آپ کے جسم کو جتنی نیند درکار تھی وہ آپ نے پوری نہیں دی۔ اب تو وہ جسم اپنی نیند پوری کر کے ہی بیدار ہوگا۔ اس سے پہلے نہیں ہوگا۔ لہٰذا جس شخص کے چھ گھنٹے جس وقت پورے ہوں گے وہ اسی وقت اٹھے گا۔ اسی حساب سے کوئی صبح چھ بجے اٹھے گا، کوئی سات بجے، کوئی آٹھ بجے، کوئی نو بجے اٹھے گا اور اگر کسی شخص نے اپنے جسم کو زیادہ آرام اور زیادہ نیند دینے کا عادی بنادیا ہے تو جب اس عادت کے مطابق اس کا جسم نیند پوری کرلے گا اس وقت وہ بیدار ہوگا۔ اس سے پہلے بیدار نہیں ہوگا۔

صبح جلدی اُٹھنے کی تدابیر

بچّوں کو جلدی سونے کا عادی بنائیں

لہٰذا سب سے بڑی کوتاہی ہماری دیر سے سونے کی ہے۔ اگر ہم دیر سے سوئیں اور پھر شکوہ کریں کہ صاحب، فجر کی نماز کے لئے آنکھ نہیں کھلتی۔ یہ شکوہ درست نہیں۔ اس میں ہماری پکڑ ہوگی۔ اس لئے کہ غلطی ہماری ہے۔ لہٰذا ہم خود بھی اور ہمارے گھر والے بھی رات کو جلدی سونے کی عادت ڈالیں۔ دیر تک جاگنے کی عادت چھوڑ دیں۔ اس مقصد کے لئے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے پہلے آپس میں یہ طے کرلیں کہ ہمارا اس طرح رات کو دیر تک جاگنا شرعی لحاظ سے درست نہیں اور کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ ہمیں جلدی سونا چاہئے۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ساڑھے گیارہ بجے بتی بند ہوجایا کرے گی۔ جب ایک مرتبہ تمام گھر والے یہ بات طے کرلیں گے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ ابتداء میں چند روز تک ذرا تکلیف ہوگی اور نیند نہیں آئے گی لیکن جب رفتہ رفتہ عادی ہوجائیں گے تو انشاء اللہ پھر گیارہ

بجے نیند آنے لگے گی۔

رات کا کھانا جلدی کھائیں

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ رات کو کھانا دیر سے کھانے کے عادی ہو گئے ہیں۔ جن حضرات کی دکانیں رات دیر تک کھلی رہتی ہیں۔ مثلاً بیکری والے اور مٹھائی والے، یہ حضرات تو دکان بند کر کے گھر آکر کھانا کھاتے ہیں اور کھانے کا خمار بھی بہت زبردست ہوتا ہے۔ اگر پیٹ بھر کر کھانا کھا کر آدمی سوجائے تو پھر عموماً پانچ چھ گھنٹے سے پہلے نہیں اُٹھ سکتا۔ اگر ہم رات کو گیارہ بجے یا بارہ بجے کھانا کھائیں گے تو صبح فجر کی نماز میں کس طرح اُٹھ سکیں گے، پھر تو صبح نو بجے ہی کھانے کا خمار اترے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز فجر بھی گئی اور اشراق کی نماز بھی گئی۔ لہٰذا دوسرا کام ہم یہ کریں کہ مغرب کی نماز کے فوراً بعد کھانا کھانے کی عادت ڈالیں۔ چاہیں دکان پر ہی کھانا پڑے۔ اگر مغرب کے فوراً بعد کھانے میں دشواری ہو تو عشاء سے ذرا پہلے کھالیں۔ اور گرمیوں کے موسم میں عشاء کی نماز سے پہلے آسانی کے ساتھ کھانا کھایا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ دن بڑا ہوتا ہے اور آدمی کو اس وقت تک بھوک لگ جاتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ عشاء کے فوراً بعد کھالیں۔ لہٰذا اگر آپ نے گیارہ بارہ بجے کھانا کھایا تو پھر فجر کے وقت آنکھ کھل جانے کی کوئی ضمانت نہیں۔ اس لئے کہ آپ نے خود ہی اپنے جسم کے اندر نیند کی گولی بھردی۔ لہٰذا دوسرا کام یہ کریں کہ کھانا جتنی جلدی ہو سکیں کھالیا کریں۔ اس کا بہت اہتمام کریں۔

رات کا کھانا کم کھائیں

تیسری بات یہ ہے کہ شام کا کھانا بہت معمولی اور ہلکا پھلکا ہونا چاہئے۔ نہ تو اس کی مقدار زیادہ ہونی چاہئے اور نہ زیادہ بھاری اور ثقیل ہونا چاہئے۔ وہ کھانا جتنا کم ہوگا، اور جتنا ہلکا ہوگا، اتنا ہی وہ بہتر رہے گا اور اگر کھانا زیادہ ہوگا تو وہ آپ کے اندر

زیادہ کسل اور سستی پیدا کرے گا، اس کی وجہ سے فجر کی نماز میں اٹھنا مشکل ہوگا۔ لہٰذا شام کے وقت ہلکا پھلکا کھانا کھایا جائے۔

عشاء کے بعد پانی نہ پئیں

چوتھا کام یہ کریں کہ شام کے وقت کم سے کم مقدار میں پانی پئیں۔ صبح اور دوپہر کو جتنا پانی چاہیں پی لیں اور شام کی ساری کسر دن میں پوری کرلیں۔ لیکن عشاء کے بعد زیادہ پانی نہ پئیں۔ اس لئے کہ پانی کی زیادتی سے رطوبت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور رطوبت کی زیادتی سے نیند بھی زیادہ آتی ہے اور سستی اور کاہلی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں صبح فجر کے وقت اٹھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس لئے رات کے وقت پانی کم پئیں۔

کھانے کے بعد چہل قدمی کرلیں

ایک کام یہ کریں کہ اگر آپ نے عشاء کے بعد کھانا کھایا ہے تو پھر تھوڑی دیر ضرور چہل قدمی کرلیں۔ تاکہ وہ کھانا تحلیل ہوجائے اور کھانا جتنا تحلیل ہوگا۔ اس کے اندر سستی پیدا کرنے والے اثرات کم ہوں گے اور یہ عمل صحت کے لئے بھی مفید ہے۔ اس لئے تھوڑی دیر ٹہل لیں۔

الارم لگا کر سوئیں

ایک کام یہ کریں کہ ایسا الارم لگائیں جس کی آواز سے آپ بیدار ہوسکیں۔ اب بعض لوگوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ وہ ہلکی اور معمولی آواز سے بھی بیدار ہوجاتے ہیں اور بعض لوگ بہت تیز اور بھاری آواز سے بیدار ہوتے ہیں۔ یہ تو ہر ایک کا اپنا مزاج ہے۔ لہٰذا اپنے مزاج کے مطابق الارم لگا کر سوئیں اور اس طرح

اپنی طرف سے نماز فجر کے لئے بیدار ہونے کا پورا انتظام کر کے سوئیں۔ جو لوگ صبح جلدی اٹھنے کے عادی نہیں ہوتے۔ بعض مرتبہ وہ لوگ ایک کام یہ کرتے ہیں کہ الارم کی آواز پر ان کی آنکھ تو کھل جاتی ہے لیکن وہ ہاتھ بڑھا کر الارم کا بٹن دبا کر اس کو بند کردیتے ہیں اور دوبارہ سوجاتے ہیں۔ ایسے حضرات اپنا الارم اتنا دور رکھیں جہاں ان کا ہاتھ نہ پہنچ سکے۔ تاکہ وہ ہاتھ بڑھا کر بند نہ کرسکیں بلکہ بند کرنے کے لئے ان کو کھڑا ہی ہونا پڑے اور کھڑے ہوجانے کے بعد سوجانا سراسر اپنی کوتاہی ہے۔

گھر کے بڑوں کو بیدار کرنے کے لئے کہہ دیں

عام طور پر گھروں میں کوئی ایک اللہ کا بندہ ایسا ہوتا ہی ہے جو صبح جلدی اٹھا کرتا ہے۔ سوتے وقت ہم ان سے بھی کہہ کر سوئیں کہ آپ مجھے فجر کی نماز میں ضرور بیدار کردیجئے گا اور خود بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ چھوٹوں کو بیدار کیا کریں۔ چھوٹے بڑوں سے کہہ کر سوئیں اور یہ بھی کہہ دیں کہ اگر میں آواز دینے سے نہ اٹھوں تو میرے منہ پر ٹھنڈا پانی ڈال دینا۔ یہ ٹھنڈا پانی الارم سے زیادہ کام کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے ساری سستی دور ہوجاتی ہے اور آدمی چست ہوجاتا ہے۔

یہ آیات تلاوت کر کے سوئیں

ایک کام یہ کریں کہ رات کو سوتے وقت سورہ کہف کی آخری چار آیتیں پڑھ کر سوئیں جو اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً سے شروع ہوتی ہیں اور سورۃ کے آخر تک ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ صبح جتنے بجے آدمی اٹھنا چاہے ٹھیک اتنے بجے اس کی آنکھ خود بخود کھل جائے گی۔ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

دعا کر کے سوئیں

ایک کام یہ کریں کہ سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یا اللہ میرے اندر فجر کے وقت سونے کا مرض ہے۔ یہی میری کوتاہی اور غلطی ہے۔ میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ یا اللہ میری مدد فرما۔ میری اس کوتاہی کو دور فرما اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ بہرحال جو شخص دعا کر کے اور سورہ کہف کی آخری آیات تلاوت کر کے اور اٹھنے کے لئے مذکورہ تمام انتظامات کر کے سوئے گا اولاً تو وہ ضرور بیدار ہوجائے گا۔ بالفرض اگر اٹھنے میں دیر بھی ہوگئی اور جماعت نہ ملی۔ البتہ نماز قضا نہ ہوئی تو بھی انشاء اللہ اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ:

> ”جو شخص (اپنے گھر سے) اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں (جماعت کے ساتھ) نماز پڑھنے کے ارادے سے (مسجد کی طرف) جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت نکل چکی ہے تو بھی اللہ تعالیٰ اس کو جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب عطا فرمادیں گے اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے“۔ (الترغیب)

نوافل اور صدقہ ادا کریں

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے اول تو ان پر عمل کرنا ہی کافی ہے اور اکثر ان پر عمل کرنے سے نماز فجر باجماعت ادا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر کسی کا نفس نماز کا بہت ہی چور ہو اور کسی طرح وہ اس کوتاہی سے باز نہ آئے تو اس کے لئے ایک تدبیر بہت کارگر اور نہایت مجرب ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسا شخص دل دل میں اپنے آپ سے یوں کہے اے نفس! دیکھ یا تو فجر کی نماز ادا اور باجماعت پڑھ، ورنہ نماز فجر قضا

کرنے پر سو روپے صدقہ کروں گا اور بیس رکعت نفل ادا کروں گا اور فجر کی جماعت ترک کرنے پر پچاس روپے صدقہ کروں گا اور دس رکعت نفل ادا کروں گا پھر خدانخواستہ جب نماز فجر قضا ہو جائے تو بلاتاخیر فوراً سو روپے صدقہ کریں اور بیس رکعت نفل ادا کریں۔ اگر جماعت فوت ہوجائے تو پچاس روپے صدقہ کریں اور دس رکعت نفل ادا کریں۔ یقین جانیں! یہ نوافل و صدقہ کی سزا نفس پر اتنی گراں ہے کہ بہت جلد وہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے لگے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نوافل اور صدقہ کی مذکورہ مقدار بطور مثال ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ جس شخص میں یہ غفلت اور کوتاہی پائی جاتی ہو وہ اپنے حسب حال نوافل اور صدقہ کی اتنی مقدار مقرر کرلے جس کی ادائیگی اس کے نفس پر شاق ہو، اور پھر کوتاہی ہونے پر نوافل اور صدقہ کرنے میں سستی نہ کرے۔ ان کی ادائیگی روزانہ یا جب نماز فجر میں کوتاہی ہو فوراً کرے کیونکہ یہ نفس کو سزا دینا ہے۔ اگر سزا نقد نہ دی تو نفس سیدھا نہ ہوگا، بلکہ وہ بدستور کوتاہی کرتا رہے گا۔

ایک بزرگ کی جماعت فوت ہونے کا واقعہ

ایک بزرگ کا واقعہ یاد آیا ایک دن ان کی فجر کی جماعت فوت ہوگئی۔ جب وہ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا جماعت ختم ہوچکی ہے تو فجر کی جماعت نکل جانے کا ان کو بہت صدمہ ہوا اور بہت افسوس ہوا۔ دوسری رات جب وہ سوئے تو فجر کی نماز کے وقت کوئی صاحب ان کے پاس بیدار کرنے کے لئے پہنچ گئے جلدی سے ان کو بیدار کیا تاکہ وہ فجر کی نماز پڑھ لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جماعت فوت ہوجائے۔ ان بزرگ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے؟ اور کیسے آئے؟ جبکہ گھر کا دروازہ بھی بند ہے۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ کل آپ کی فجر کی جماعت چھوٹ گئی تھی۔ میں نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو آج بھی چھوٹ جائے۔ اس لئے میں بیدار کرنے آیا ہوں۔ ان بزرگ نے فرمایا یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن دروازہ

بند ہے تم اندر کیسے آئے؟ اور کس کی اجازت سے آئے؟ اور تم کون ہو؟ صاف صاف بتادو ورنہ میں نہیں چھوڑوں گا نہیں۔ اس نے کہا کہ حضرت میں شیطان ہوں اور آپ کو بیدار کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ شیطان اور نیکی؟ ارے! نیک کام سے تمہیں کیا غرض؟ تم نے میرے ساتھ یہ نیکی کیسے کی۔ اس میں بھی ضرور تمہارا کوئی مکر ہے۔ اب تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے جب تک اصل وجہ نہیں بتاؤ گے؟ اس وقت تک میں نہیں چھوڑوں گا۔ شیطان نے جواب دیا کہ حضور میں بہت عرصہ سے اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح آپ کی فجر کی نماز قضا کرادوں۔ برسوں کی محنت کے بعد تھوڑی سی کامیابی ہوئی تھی۔ اگرچہ میں آپ کی نماز تو قضا نہیں کرا سکا۔ لیکن گزشتہ کل آپ کی جماعت نکلوادی۔ اس وقت میں بہت خوش ہوا کہ چلو ایک قدم تو آگے بڑھا۔ آج جماعت نکلی، کل نماز قضا بھی ہوجائے گی۔ لیکن جماعت فوت ہونے کے نتیجے میں مسجد کے دروازے پر آپ نے جس افسوس اور غم کا اظہار کیا اور آپ نے جو آہیں نکالیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا ثواب عطا فرمایا کہ وہ ثواب باجماعت نماز پڑھنے کے ثواب سے بھی بڑھ گیا۔ میں نے سوچا کہ آپ کو سلانے میں نقصان ہے۔ اٹھانے میں فائدہ ہے۔ اس لئے میں آج آپ کو اٹھانے آیا ہوں۔

اہتمام کے باوجود اگر نماز نکل جائے تو!

بہرحال، اگر ہم نے اپنی طرف سے فجر کے وقت اٹھنے کی پوری کوشش کرلی اور سارے انتظامات کر کے سوئے۔ اس کے باوجود آنکھ لگ گئی تو پھر اگر نماز قضا ہوگئی تو انشاء اللہ اس کا وبال نہیں ہوگا اور اگر جماعت نکل گئی تو امید ہے کہ انشاء اللہ اس کا ثواب بھی مل جائے گا ہم ایسی صورت میں جب مسجد کی جماعت فوت ہوجائے تو گھر کے افراد کو جمع کر کے جماعت کرلینی چاہئے۔ تاکہ جماعت واجبہ ادا ہوجائے۔ اللہ کرے کہ آج کے بعد ہم سب نماز باجماعت کے پابند ہوجائیں۔ ہمارے بچے بھی

نماز کے پابند ہوجائیں اور گھر میں خواتین بھی وقت پر نماز پڑھنے کی پابند ہوجائیں۔
آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ہمارے تین گناہ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات جلد نمبر: ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے تین گناہ

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيآت اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له ونشهدان سيدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى اله واصحابه وبارک وسلم تسليمًا كثيرًا كثيرا-

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمن الرحيم ﴿ان تجتنبوا كبائر ماتنهون عنه نكفر عنكم سيأتكم وندخلكم مدخلا كريما- صدق الله العظيم﴾

تمہید

میرے قابلِ احترام بزرگو اور محترم خواتین! اس وقت میں آپ کی خدمت میں ایسے تین گناہ بیان کرنا چاہتا ہوں جن میں ہم میں سے اکثر لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ اور ان تینوں کا تعلق نماز پڑھنے والوں سے ہے۔ اور یہ مجمع بھی ایسے ہی حضرات پر مشتمل ہے جو اللہ کے فضل و کرم سے نماز کے پابند ہیں، اس لئے ان تین گناہوں کے بارے میں توجہ سے بات سننا ضروری ہے۔ تاکہ ہم میں سے جو شخص ان تینوں گناہوں میں یا ان میں سے کسی ایک گناہ کے اندر مبتلا ہو تو وہ اس گناہ کو چھوڑ دے اور توبہ کرے۔ اور آئندہ اس گناہ سے بچنے کا اہتمام کرے۔

ہماری اصل بیماری اور اس کا علاج

ہمارا اصل مرض اور بیماری گناہ ہے، اور گناہوں کو چھوڑنا اور اس سے توبہ کرنا

یہ اس کا علاج ہے۔ ہمارے یہاں پر جمع ہونے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم اپنی روحانی بیماریوں کو پہچانیں۔ اور پھر ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ آہستہ آہستہ ہمارے تمام امراضِ روحانی ختم ہوجائیں اور صحت ایمانی و روحانی حاصل ہوجائے۔ ہم سب مل کر اپنا جائزہ لیں، اور اپنے باطن میں جھانک کر دیکھیں کہ وہاں کون کون سے گناہ گھونسلہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور کون کون سی بُری عادتیں ہمارے اندر موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم اللہ کی رضامندی اور رحمت سے دور ہو رہے ہیں۔ اور پھر ہم کوشش کریں کہ ہماری بُری عادتیں ختم ہوں اور اسکے بدلے اچھی عادتیں پیدا ہوجائیں۔ ہم گناہوں سے تائب ہوجائیں۔ اور اللہ کی رضامندی والے کام اختیار کرلیں۔ تاکہ دنیا میں بھی فلاح حاصل ہو اور آخرت میں بھی نجات حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وضو میں پانی کا اسراف

ان تین گناہوں میں سے پہلا گناہ "وضو میں پانی کا اسراف کرنا" ہے۔ وضو کرنے کے لئے پانی استعمال کرنا ضروری ہے۔ اور وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے اِن کو تین تین مرتبہ دھونا سُنّت ہے۔ چنانچہ ہاتھوں کو تین مرتبہ دھونا سُنّت ہے، چہرے کو تین مرتبہ دھونا سُنّت ہے، پیروں کو تین مرتبہ دھونا سُنّت ہے، لیکن بلا ضرورت اور بلا وجہ چار مرتبہ یا پانچ مرتبہ دھونا اسراف میں داخل ہے۔ بعض لوگ اس اسراف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مثلاً پاؤں دھو رہے ہیں تو بلا ضرورت چار مرتبہ، پانچ مرتبہ، بلکہ دس مرتبہ پیر دھو دیئے۔ یہ سب اسراف ہے، اور ناجائز ہے۔

لیکن زیادہ تر مرد حضرات اور خواتین اسراف کی ایک دوسری صورت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ دوسری صورت یہ ہے کہ وضو خانے میں وضو کرتے وقت یا بیسن پر وضو کرتے وقت ٹونٹی کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور مسلسل اس سے پانی گرتا رہتا ہے۔ اور اسی حالت میں وضو کرنے والا اس سے پانی لیکر ہاتھ دھو رہا ہے، کلّی کر رہا ہے، ناک میں پانی ڈال رہا ہے، چہرہ دھو رہا ہے، اس کو مسل رہا ہے، داڑھی کا خلال

کر رہا ہے، انگلیوں کا خلال کر رہا ہے، اور پانی مسلسل تیزی کے ساتھ نالی میں بہہ رہا ہے۔ اس طرح پانی مسلسل گرانے کا عام معمول بن گیا ہے۔ گھروں میں بیسن پر وضو کرتے وقت بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ اور مساجد میں وضو خانے پر وضو کرتے وقت بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک آدمی کو سُنّت کے مطابق وضو کرنے کے لئے جتنا پانی درکار ہے۔ جس کی مقدار صرف اتنی ہے جتنا پانی اس نے ہاتھ دھونے یا کلّی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے کے لئے اور چہرہ وغیرہ دھونے کے لئے استعمال کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ جو پانی ٹونٹی سے بلا استعمال ضائع ہوگیا، جس کی مقدار اس پانی سے کئی گنا زیادہ ہوگی جتنا پانی درکار تھا۔ اس طرح اس پانی کو ضائع کرنا سراسر اسراف ہے اور گناہ ہے۔

وضو تو ذریعہ مغفرت ہے

شریعت نے تو وضو کے بارے میں بتایا تھا کہ وضو کرنے سے وضو کرنے والے کے اعضاء کے تمام گناہ پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ جب وضو کرنے والا ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ جب کلّی کرتا ہے تو منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ جب ناک صاف کرتا ہے تو ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں، جب چہرہ دھوتا ہے تو چہرے کے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب پیر دھوتا ہے تو پیر کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ لہٰذا وضو کا مقصد تو یہ تھا کہ جس طرح اس کے ذریعہ ہم ظاہری پاکی اور طہارت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح گناہوں سے باطنی طہارت بھی حاصل کریں لیکن نفس و شیطان نے ہمیں خفیہ طریقے سے اسراف کے گناہ کے اندر مبتلا کردیا۔ اور اب ہمارے خیال میں بھی یہ نہیں آتا کہ یہ بھی کوئی گناہ ہے۔ بلکہ اب ہم اس گناہ کے عادی ہوگئے ہیں۔ عرصۂ دراز سے ہم وضو کے دوران اس گناہ کے اندر مبتلا ہیں، چنانچہ ہر جگہ اکثر وضو کرنے والوں کے اندر یہ گناہ آپ کو نظر آئے گا۔ پانی جو اللہ تعالیٰ کی گرانقدر نعمت ہے۔ اور بہت بڑی دولت ہے۔ اس کو ہم اس طرح بیجا بہا دیتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری اور ناشکری بھی ہے، اور اس

کے ساتھ ساتھ اسراف کرنے کا گناہ بھی ہماری گردنوں پر آجاتا ہے، اور وہ وضو جو ہمارے لئے باعثِ مغفرت تھا، اس وضو کو ہم نے اپنی غفلت سے باعثِ گناہ بنالیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم سب اپنے وضو کی طرف توجہ دیں۔ اور ابتک جو گناہ ہوچکا ہے اس سے سچی توبہ کریں، اور آج کے بعد جب بھی ہم وضو کریں تو اس گناہ سے ضرور بچیں۔

اس گناہ سے بچنے کا طریقہ

اس گناہ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو دو ہاتھ عطا فرمائے ہیں، لہٰذا نلکے پر وضو کرتے وقت یہ ضروری ہے کہ ہم ایک ہاتھ پانی لینے کے لئے استعمال کریں اور دوسرا ہاتھ اول سے آخر تک نلکا کھولنے اور بند کرنے کے لئے مخصوص کردیں، ایک ہاتھ میں پانی لیں اور دوسرے ہاتھ سے نلکا بند کریں۔ پھر نلکا بند کرنے کے بعد چاہیں تو دوسرا ہاتھ بھی دھونے میں استعمال کرلیں۔ سارے اعضاء کو دھوتے وقت یہ عمل کریں۔ اس لئے کہ اعضاء وضو کو دھونے کے لئے بے تحاشا پانی بہانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ شرعاً دھونے کے لئے کم از کم اتنی مقدار پانی کی کافی ہے کہ ہر عضو کو دھونے کے بعد اس سے تین چار پانی کے قطرے ٹپک جائیں۔ یہ دھونے کی کم سے کم حد ہے۔ مسح کرنے اور دھونے میں یہی فرق ہے کہ مسح کے اندر پانی نہیں ٹپکتا، گیلا ہاتھ پھیر دینے کو مسح کہتے ہیں۔ اور دھونا اس کو کہتے ہیں کہ دھونے کے بعد پانی کے چند قطرے ٹپک جائیں۔ لہٰذا ایک چلّو پانی جو ہم ایک ہاتھ میں لیتے ہیں وہ پانی دھونے کی مذکورہ بالا شرعی حد سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس پانی سے وضو کے پانی کی مسنون مقدار پوری طرح سے حاصل ہوجاتی ہے۔ لہٰذا کوئی شخص یہ عذر نہیں کرسکتا کہ ایک ہاتھ سے وضو کرنے کا جو طریقہ آپ نے بتایا ہے اس سے ہم کس طرح وضو کریں؟ اور ایک ہاتھ سے تو وضو ہی نہیں ہوسکتا۔ حقیقت میں یہ ہمارے نفس کا دھوکہ ہے۔ ورنہ ایک ہاتھ میں جتنا پانی آتا ہے شریعت کے مطابق مسنون طریقے پر وضو کرنے کے لئے وہ بالکل کافی ہے۔

توجّہ اور دھیان کی ضرورت ہے

بس اس کے لئے توجّہ کی ضرورت ہے، اور اپنے اندر اس احساس کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم اسراف کے گناہ میں مبتلا ہیں۔ جس سے بچنا ہمارے ذمّے ضروری ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑ ہوگی،عذاب ہوگا، اور جواب دینا ہوگا کہ تم نے پانی جیسی گرانقدر نعمت میں یہ گناہ کیوں کیا؟ اگر یہ ڈر اور خوف ہمارے دلوں میں آجائے تو پھر صرف ایک ہی نماز کے وضو میں یہ گناہ چھوٹ سکتا ہے ؎

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

علاج تو موجود ہے مگر کوئی شخص اپنے کو مریض سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ اگر کوئی مریض ہی نہ ہو تو طبیب کیا کریگا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک ہاتھ پانی لینے کے لئے استعمال کرنا اور دوسرا ہاتھ ٹونٹی کھولنے اور بند کرنے کے لئے استعمال کرنا، وضو کو سُنّت کے مطابق کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔

بس اس کی ذرا سی مشق کی ضرورت ہے، اب تک چونکہ ہم نے اپنی عادت بے تحاشا پانی استعمال کرنے کے لئے بگاڑ رکھی ہے، اس لئے شروع میں ایک ہاتھ استعمال کرنے میں ذرا تکلّف ہوگا۔ لیکن جب گناہ سے بچنا ہے تو یہ کام کرنا پڑے گا۔ انشاء اللہ چند روز گزرنے کے بعد آپ کو محسوس ہوگا کہ واقعۃً اس سے پہلے ہم بیکار اور بے فائدہ اس گناہ کے اندر مبتلا رہے۔ اور اب ہمارے لئے ایک ہاتھ سے وضو کرنا بے حد آسان ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی طرف توجّہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس گناہ کو ہم سے چھڑادے۔ آمین۔

مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے کا ثواب

اب دوسرا گناہ لے لیجئے۔ یہ دوسرا گناہ بطور خاص مسجد کے اندر پایا جاتا ہے۔ جو حضرات مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں وہ بعض مرتبہ اس گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ خصوصاً وہ نمازی جو اپنا اکثر وقت مسجد میں گزارتے ہیں۔ اور نماز کے

وقت سے بہت پہلے مسجد میں آجاتے ہیں۔ اور صف اول میں جماعت کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجد میں بہت جلدی آجانا اور صف اول میں نماز کے انتظار میں بیٹھ جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔ اس لئے کہ جب تک نمازی مسجد میں جماعت کے انتظار میں رہتا ہے اس شخص کو برابر نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "فضائل نماز" میں فرمایا ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں باجماعت مسجد میں نماز پڑھنے والے کو تقریباً تین کروڑ پینتیس لاکھ، چون ہزار چار سو بتیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ یہ ثواب کتنا عظیم ہے۔

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا

لیکن جس عمل پر جتنا عظیم ثواب حاصل ہوتا ہے، اِس عظیم ثواب سے محروم کرنے کے لئے شیطان بھی اپنا پورا زور لگا دیتا ہے۔ چنانچہ اس ثواب سے انسان کو محروم کرنے کے لئے شیطان یہ کرتا ہے کہ جو نمازی مسجد میں نماز کے وقت سے بہت پہلے آجاتے ہیں، اور نماز کے بعد بھی دیر تک ذکر و اذکار اور وظائف میں مشغول رہتے ہیں، چپکے سے ان کو اس گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسجد میں آکر جتنی نیکیاں وہ کماتے ہیں وہ سب اس گناہ کی وجہ سے برباد ہوجاتی ہیں۔ وہ گناہ ہے "مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنا" یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مساجد صرف نماز کے لئے، ذکر و اذکار کے لئے، تلاوت قرآن کے لئے، تسبیحات، درود شریف پڑھنے کے لئے ہیں۔ گویا مساجد کا مقصد یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، یہ مساجد دنیا کے بازار نہیں ہیں کہ جس طرح ہم بازار میں آزادانہ جو چاہیں کرسکتے ہیں، وہ سب مساجد میں بھی کرلیں۔ بلکہ یہ تو خالص اللہ کی عبادت کے لئے ہیں۔ یہاں آکر ہر شخص کو اللہ کی عبادت میں لگنا چاہئے۔ جب مسجد میں ہم داخل ہوں تو بازار کے معاملات کو باہر ہی چھوڑ دیں۔ گھر کی باتوں کو بھی باہر چھوڑ دیں۔ اور جو کچھ بھی باہر کے معاملات ہیں ان سب کو باہر ہی چھوڑ دیں۔ مسجد کے

اندر آکر صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگانی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ اس کا ذکر کرنا ہے۔ اِس سے دعا مانگنی ہے۔ اب اگر مسجد کے اندر آکر بھی ہم دنیا کو نہ چھوڑیں بلکہ دنیا کی باتوں میں مشغول ہوجائیں تو یہ بد ترین گناہ ہے۔

مسجد میں باتیں کرنے کی ممانعت

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے کی ممانعت بہت سی احادیث میں آئی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> "میری اُمّت کے آخر زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جو مسجدوں میں حلقے بنا کر بیٹھیں گے، ان کے پاس دنیا کا تذکرہ ہوگا اور دنیا ان کو محبوب ہوگی ان کے پاس (ہرگز) نہ بیٹھنا، اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی کوئی حاجت نہیں"۔ (المدخل لابن حاج)

دیکھئے! اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو ان کے پاس بیٹھنے سے منع فرمادیا، دوسری طرف یہ اِشارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی عبادت، ان کے ذکر و اذکار اور تسبیحات وغیرہ مقبول نہیں، اللہ تعالیٰ ان سے ناراض اور خفا ہیں۔

ہماری مساجد کا حال

مساجد میں دنیاوی باتیں کرنے والوں کے حلقے آج ہمیں اپنے زمانے کی مساجد میں نظر آتے ہیں، بڑی بڑی مساجد میں آپ دیکھیں گے کہ کہیں چار آدمی کہیں پانچ آدمی حلقہ بنائے ہوئے اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں جیسے اپنے گھر کی بیٹھک میں بیٹھے ہیں۔ اور دنیاوی باتیں ہو رہی ہیں۔ اگر وہ بازار کی مسجد ہے تو بازار کے مسائل وہاں زیر بحث ہیں۔ اور اگر دفاتر کی مسجد ہے تو وہاں دفتر کے مسائل پر تبصرہ ہو رہا ہے۔ تفریح گاہ کی مسجد ہے تو تفریح کے مسائل پر گفتگو ہو رہی ہے۔ اگر گاؤں کی مسجد ہے تو گاؤں کے سارے مسائل وہاں زیر بحث ہیں۔ اور سرحد اور بلوچستان کے بعض

علاقوں میں تو یہ رواج ہے کہ نماز سے پہلے اور نماز کے بعد اور دوسرے اوقات میں بھی لوگوں کی ٹولیاں مسجد میں بیٹھی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور جس طرح اپنے گھر کی بیٹھک میں آزادانہ باتیں کرتے ہیں، بالکل اسی طرح مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے باتیں کررہے ہیں۔ اور اگر سردی کا موسم ہے تو مسجد کے ہال میں بیٹھے ہوئے باتیں کررہے ہیں۔ مسجد ہی میں کھانا کھایا جارہا ہے، وہیں چائے کا دور بھی چل رہا ہے، بس مسجد کو گھر کی بیٹھک بنایا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ زمانہ ہے جس کی اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ میرے عزیزو! مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنا سنگین گناہ ہے۔

مسجد میں گناہ کی باتیں کرنا

پھر مسجد میں بیٹھ کر دنیاوی باتیں کرنے کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ مسجد کے اندر بیٹھ کر گناہ کی باتیں کی جائیں، یہ بالکل حرام اور ناجائز ہے۔ مثلاً مسجد میں بیٹھ کر دوسروں کی غیبت کرنا، مسجد کی انتظامیہ کی بُرائیاں بیان کرنا۔ یا اِمام صاحب سے کوئی شکایت ہے تو اس کی غیبت کرنا۔ یا مؤذن اور مسجد کے خادم کی غیبت کرنا۔ بعض اوقات امام یا مؤذن اور خادم کو کسی نمازی سے کوئی شکایت ہوتی ہے تو وہ بھی اس گناہ میں شریک ہوجاتے ہیں۔ یہ سب غیبت میں داخل ہے اور حرام ہے۔ اور غیبت کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو بُرائی بیان کی جارہی ہے وہ واقعۃً اس شخص کے اندر موجود ہے۔ اور اگر ہم مسجد میں بیٹھ کر دوسروں کی ایسی بُرائی بیان کررہے ہیں جو واقعۃً اس میں موجود نہیں ہے تو یہ بہتان کا گناہ ہے، اور بہتان لگانے کا گناہ غیبت سے بھی زیادہ ہے۔ اور غیبت کے بارے میں حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

﴿الغیبۃ اشدّ من الزّنا﴾

"غیبت زنا سے بھی زیادہ بدتر ہے"۔

اب ذرا اس کا تصوّر کریں کہ کوئی شخص "معاذ اللہ" مسجد کے اندر زنا کا ارتکاب کرے تو ہم اس کو کیسا خیال کریں گے؟ ظاہر ہے کہ ہم اِس کا تصوّر بھی نہیں کرسکتے۔ اور اس فعل کو انتہائی بُرا سمجھیں گے۔ اور غیبت زنا سے بدتر ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسجد کے اندر زنا کرنے کو تو حرام تصوّر کریں اور غیبت سے بچنے کا بالکل بھی اہتمام نہ کریں۔ یہ ہماری کوتاہی اور کم فہمی کی بات ہے، اس لئے ہمیں مسجد میں بیٹھ کر غیبت اور بہتان اور جھوٹ سے بہت زیادہ بچنا چاہئے۔ ایک گناہ کی کڑی دوسرے گناہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ جب ایک گناہ کا آغاز کریں گے تو اس کے ساتھ دس گناہ اور ہوجائیں گے۔ اس لئے گناہ سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنی زبان کو تالہ لگائیں، اگر زبان کھولیں تو یادِ الٰہی کے لئے کھولیں، تلاوت اور ذکر اللہ اور تسبیح کے علاوہ اور کچھ بھی ہماری زبان سے نہ نکلے۔

مسجد میں کاروباری باتیں کرنا

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر جو باتیں کررہے ہیں وہ اگرچہ گناہ کی باتیں نہیں ہیں لیکن دنیاوی باتیں ہیں۔ مثلاً کاروباری معاملات کی باتیں کرنا، آپس کے معاملات کی باتیں کرنا، حالات حاضرہ پر جائز گفتگو کرنا وغیرہ۔ بعض مرتبہ یہ سب باتیں مسجد کی صف اول میں بہت زور و شور سے ہوتی ہیں۔ مسجد میں اس قسم کی دنیاوی باتیں کرنا بھی گناہ ہے، اور اس مقصد کے لئے مسجد میں بیٹھنا بھی گناہ ہے۔ ایسی باتوں سے بہت بچنا چاہئے۔

مسجد میں ضروری بات کرنا

(۳) تیسری قسم یہ ہے کہ بعض اوقات مسجد میں بیٹھے ہوئے اچانک دنیا کی کوئی بات کہنی پڑجاتی ہے۔ مثلاً کسی کو کوئی پیغام یا اطلاع دینے کی ضرورت پیش آگئی۔ اور اس شخص سے مسجد میں ملاقات ہوگئی۔ اس کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ اس قسم کی ضرورت کی بات مسجد میں کہنے کی گنجائش ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ

جس سے وہ بات کہنی ہو اس کے قریب جاکر آہستگی سے وہ بات کہدیں تاکہ دوسروں کی عبادت میں خلل نہ آئے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اس قسم کی جائز اور ضروری بات بھی مسجد میں نہ کریں بلکہ مسجد سے باہر کریں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ جس سے وہ بات کہنی ہے اس کو اشارہ کرکے مسجد سے باہر بلالیں یا مسجد کے وضو خانے میں بلالیں اور وہاں اس سے وہ بات کرلیں۔ بہرحال، مسجد میں فضول باتیں کرنا، دنیاوی باتیں کرنا بڑا گناہ ہے۔ اس سے تو لاکھ درجہ بہتر یہ ہے کہ عین نماز کے وقت مسجد میں آئیں اور نماز پڑھنے کے بعد فوراً گھر چلے جائیں اور باتیں کرنے کے لئے مسجد میں نہ ٹھہریں۔ یہاں بیٹھ کر اللہ کے گھر کی بے حرمتی کرکے اپنی نیکیوں کو برباد نہ کریں۔ اب یہ دیکھئے کہ مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے کا گناہ کتنا سنگین ہے۔ اور اس پر کتنا عذاب اور وبال ہے۔!!

اِس گناہ کی سنگینی

ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ جس کا نام "آداب المساجد" ہے، ہم میں سے ہر شخص کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس رسالے میں مسجد کے آداب بھی بیان فرمائے ہیں۔ اور یہ کہ کون کون سے کام مسجد میں کرنا جائز ہیں اور کون کون سے کام مسجد میں کرنا ناجائز ہیں۔ اور چونکہ ہم مسجد میں آتے ہیں اس لئے مسجد کے آداب اور اس کے مسائل سے باخبر رہنا ہم پر فرض ہے۔ ان مسائل سے بے خبری ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم اس سنگین گناہ کے اندر مبتلا ہو رہے ہیں۔ اگر ہم ان مسائل سے باخبر ہوتے تو اس گناہ کے اندر مبتلا نہ ہوتے۔ اس رسالے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو حدیثیں تحریر فرمائی ہیں۔ ایک حدیث یہ کہ مسجد کے اندر باتیں کرنے والے کی نیکیاں اس طرح ختم ہوجاتی ہیں جس طرح آگ سے جل کر لکڑی ختم ہوجاتی ہے۔ مسجد میں تو ہم اس لئے آتے ہیں تاکہ نیکیوں کا ذخیرہ جمع کریں۔ اس لئے تو نہیں آتے کہ ہماری نیکیاں جل کر ختم ہوجائیں۔ لیکن اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس گناہ میں مبتلا ہوکر ان نیکیوں کو

ختم کر کے مسجد سے رخصت ہوجاتے ہیں۔ یہ کتنے خسارے کی بات ہے؟

مسجد میں باتیں کرنے پر وعید

دوسری حدیث یہ ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے لگتا ہے تو ملائکہ اس شخص سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں اسکت یا ولی اللہ اے اللہ کے ولی خاموش ہوجا۔ تیرے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ تو اللہ کے گھر میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرے جس سے تیرا خالق و مالک اور تیرا پروردگار ناراض ہو۔ وہ کام کر جس سے تیرا خالق و مالک خوش ہو۔ اگر وہ شخص خاموش ہوجاتا ہے تب تو ٹھیک لیکن اگر وہ باز نہیں آتا اور برابر باتیں کرتا رہتا ہے تو فرشتے دوبارہ ان الفاظ سے مخاطب ہوتے ہیں کہ اسکت یا بغیض اللہ او اللہ کی نظر سے گر جانے والے خاموش ہوجا۔ دیکھئے، ذرا سی دیر میں ولایت چھن گئی اور اللہ کے دوست اور ولی ہونے کا لقب چھن گیا اور اب اللہ کا مبغوض اور ناپسندیدہ بن گیا۔ اگر وہ اب بھی خاموش ہوجائے تو غنیمت ہے۔ لیکن اب بھی اگر وہ خاموش نہیں ہوتا بلکہ مسلسل دنیاوی باتیں کرتا رہتا ہے اور مسجد کا احترام نہیں کرتا تو اب تیسری مرتبہ فرشتے اس سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ اسکت لعنۃ اللہ علیک خاموش ہوجا، تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ (المدخل)

اس سے زیادہ اللہ کا غضب اور ناراضگی اور کیا ہوگی۔ تھوڑی دیر پہلے جس کو "ولی اللہ" کہہ کر مخاطب کیا تھا، اب اسی کو "اللہ کے دشمن" کا لقب مل رہا ہے، اور پھر اس پر لعنت کی جارہی ہے، اور لعنت اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا نام ہے اور یہ تو اللہ کے غضب کی خوف ناک حد ہے۔ ذرا دیر کے لئے غور کریں کہ ہم مسجد میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے آتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے لئے آتے ہیں۔ ا لئے جب بھی مسجد میں آئیں تو اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ بجز اللہ تعالیٰ کی یاد کے دنیا جہاں کی کوئی بات نہ کریں۔ اور اس مذکورہ بالا وعید کو ذہن میں رکھیں۔

ایک عبرتناک حدیث

ایک کتاب کا نام "دقائق الاخبار" ہے اس میں بھی مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے کے بارے میں ایک روایت ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت کے روز تمام لوگ میدانِ حشر میں جمع ہوں گے تو بچھو کی نسل کا ایک جانور نکلے گا جس کا نام حریش ہوگا، اُس کا سر آسمان پر ہوگا اور اس کی دم زمین پر ہوگی، اتنا بڑا جانور ہوگا، اور وہ ستر مرتبہ یہ آواز لگائے گا کہ این من بارز الرحمن، واین من حارب الرحمن وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے اللہ رب العالمین کو مقابلہ کی دعوت دی ہے؟ اور کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کا اعلان کیا ہے؟ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اس جانور سے مخاطب ہو کر پوچھیں گے: اے حریش! تجھے کن لوگوں کی تلاش ہے؟ جواب میں وہ کہے گا مجھے پانچ آدمیوں کی تلاش ہے۔

نماز چھوڑنے والے کہاں ہیں؟

(۱) این من ترک الصلوۃ؟ وہ لوگ کہاں ہیں جو دنیا میں نماز نہیں پڑھا کرتے تھے؟ بے نمازیوں کو وہ تلاش کرے گا۔ ہم میں بھی بعض لوگ ایسے ہوں گے جو فجر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، کبھی عشاء کی نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ لوگ غور کریں، حالانکہ پانچوں وقت کی نماز فرض ہے، فجر اور عشاء کی نماز پڑھنا بھی فرض ہے، اور جو بالکل ہی نماز نہیں پڑھتے وہ بھی ذرا فکر کریں۔ کیونکہ قیامت کا دن آنے والا ہے اور برحق ہے۔ دنیا چند روزہ ہے۔ اس چند روزہ زندگانی میں نماز کے اندر سستی نہیں ہونی چاہئے۔ نہ خواتین کو سستی کرنی چاہئے اور نہ مرد حضرات کو سستی کرنی چاہئے۔ اور کوئی نماز قضاء نہ ہونے پائے۔ ہر نماز اپنے وقت پر ادا ہوتی رہے۔ یہ "حریش" جانور تمام بے نمازیوں کو ایک ایک کرکے پکڑ لے گا۔

زکوٰۃ نہ دینے والے کہاں ہیں؟

(۲) این من منع الزکاۃ؟ پھر وہ جانور پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو دنیا میں

مال و دولت کے مالک تھے، لیکن مال کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے۔ آج بھی بہت سے مسلمان مرد اور خواتین ایسی ہیں جن کی ملکیت میں اتنا مال ہوتا ہے جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لیکن وہ زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اکثر خواتین زیورات بنوانے کی تو بڑی شوقین ہوتی ہیں۔ لیکن زکوٰۃ ادا کرنے کی فکر نہیں کرتیں۔ مرنے کے بعد وہ زیور ان کے لئے سانپ کا ہار بن جائے گا۔ بہرحال یہ جانور "حریش" میدانِ حشر میں ایسے لوگوں کو ایک ایک کرکے تلاش کرے گا جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔

شراب پینے والے کہاں ہیں؟

(۳) این من شرب الخمر؟ پھر وہ "حریش" پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو دنیا میں شراب نوشی کیا کرتے تھے؟ ہمارے یہاں شراب نوشی کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ کیونکہ ہم ٹی وی کے فحش پروگرام دیکھنے کے عادی ہوتے جارہے ہیں اور یہ ٹی وی تو تمام بُرائیاں سکھانے کا ماسٹر ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں ڈھٹائی کے ساتھ شراب نوشی بھی سکھائی جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں اوپر کی سطح پر کثرت سے ہمارے معاشرے میں شراب نوشی پھیلتی جارہی ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ نیچے کے طبقے میں بھی آجائے گی۔ یاد رکھئے: شراب اسلام کے اندر حرام ہے۔ اور اس کا یہ وبال ہے کہ میدانِ حشر میں یہ جانور ان لوگوں کو تلاش کرکے پکڑ لے گا جو دنیا میں شراب نوشی کیا کرتے تھے۔

سُود کھانے والے کہاں ہیں؟

(۴) این من اکل الربوا؟ چوتھے نمبر پر وہ "حریش" پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو دنیا میں سُود کھایا کرتے تھے؟ یہ گناہ ایسا ہے جو آج ہمارے معاشرے کے اندر عام ہوگیا ہے۔ اور ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی بن چکا ہے۔ جب کوئی شخص کارخانہ لگاتا ہے تو اکثر سُودی قرض لے کر کارخانہ لگاتا ہے۔ اور معمولی کاروبار کرنے والے بھی بینک سے سُودی قرض لیتے ہیں۔ آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جو اپنی رقمیں بینکوں کے اندر فکس ڈپازٹ میں یا سیونگ اکاؤنٹ میں رکھواتے ہیں اور اس کے

زریعہ بینک سے سُود وصول کرکے اپنا کام چلاتے ہیں۔ یاد رکھیں بینک کا سُود خالص سُود ہے اور سخت ترین حرام ہے۔ اس کے بارے میں قرآنِ کریم میں ارشاد ہے کہ:

"اگر تم سُود سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ سن لو"۔

جس قوم کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو، وہ قوم کیسے ترقی کرسکتی ہے؟ انہی گناہوں کی وجہ سے ہم پریشانیوں میں، ذلت اور رُسوائی میں، طرح طرح کے عذابوں اور وبالوں میں گرفتار ہیں، جب تک ہم ان گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اور توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کریں گے۔ اس وقت تک ہمارے حالات بدلنا مشکل ہے۔ بہرحال یہ "حریش" ان لوگوں کو تلاش کرکے پکڑ لے گا جو دنیا میں سُود کھایا کرتے تھے۔ یا سُودی لین دین کیا کرتے تھے۔

بیمہ کرنے اور کرانے والے

آج ہمارے ملک میں انشورنس کمپنیاں قائم ہیں۔ جس میں مکان کا بیمہ، کارخانے کا بیمہ، دوکان کا بیمہ، جان کا بیمہ، آنکھ کا بیمہ ہورہا ہے۔ جس میں بیمہ کرنے والے بھی مسلمان ہیں اور کرانے والے بھی مسلمان ہیں۔ اور انشورنس کی بنیاد سُود اور جوے پر ہے۔ اور اسلام میں سُود بھی حرام ہے اور جوا بھی حرام ہے۔ اور اب تو انشورنس کے مسئلہ پر پوری دنیا کے ۴۵ اسلامی ملکوں کے ۱۵۰ علماء و محققین اور فقہاء متفق ہوچکے ہیں۔ اور انہوں نے متفقہ طور پر سُود اور جوے کی بنیاد پر بیمہ کو حرام قرار دیا ہے۔ اس لئے انشورنس کے گناہ سے بچنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ اس کے وبال اور عذاب سے دنیا و آخرت میں دوچار ہونا پڑے گا۔

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے والے کہاں ہیں؟

⑤ پانچویں مرتبہ وہ "حریش" اعلان کرے گا این من یتحدث بحدیث الدنیا فی المساجد ؟ کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو مساجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کیا کرتے تھے؟ اس اعلان کے بعد وہ جانور اپنا کام اس طرح شروع کرے گا کہ اپنی گردن سے ان پانچ قسم کے لوگوں کو ایک ایک کرکے اُچک لے گا اور اپنے منہ میں جمع کرتا جائے گا۔ ور پھران سب کو لے کر جہنم کے اندر چلا جائے گا۔ العیاذ باللہ۔ (صفحہ ۳۸)

دیکھئے: ایک تو اس جانور کے منہ کے اندر جانا اور پھر جہنم کے اندر جانا، یہ کتنا ہولناک اور دردناک عذاب ہوگا۔ اس لئے ہمیں مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنے سے اپنی زبانوں کو تالہ لگالینا چاہئے۔ یہ گناہ تو ہماری گھٹی میں ایسا پڑگیا ہے کہ جب ہم میں سے کوئی حج یا عمرہ کے لئے جاتا ہے تو بیت الحرام اور مسجد نبوی میں بھی ہم دنیاوی باتیں کرنے سے باز نہیں آتے۔ اور وہاں اللہ کے گھر میں بیٹھ کر وہاں کی چیزوں اور لوگوں پر تبصرہ شروع کردیتے ہیں۔ یہ ایسی بُری عادت ہے کہ وہاں جاکر بھی یہ عادت نہیں چھوٹتی، اس لئے اگر ہم یہاں رہ کر اس گناہ سے بچنے کی کوشش کرتے رہے تو انشاء اللہ حج اور عمرہ کے موقع پر بھی اس گناہ سے بچ جائیں گے۔ بہرحال اس عادت کو فوراً چھوڑنا ضروری ہے اور اس گناہ سے سچی توبہ کرنا لازمی ہے۔

ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں

تیسرا گناہ جو مسجد میں ہوتا ہے، وہ بچوں سے متعلق ہے۔ بچوں کی تین قسمیں ہیں۔

① بچوں کی پہلی قسم وہ ہے جو ابھی معصوم اور چھوٹے ہیں۔ اور جن کو مسجد کا شعور ہی نہیں۔ نہ ان کو مسجد کے آداب کا علم ہے، نہ ان کو نماز کی خبر ہے، اور نہ

ان کو یہ علم ہے کہ یہ مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے۔ اور ان بچوں سے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ مسجد میں پیشاب کردیں یا مسجد میں کھیلیں کودیں اور اس کی بے حرمتی کریں، جیسے پانچ چھ سال کی عمر تک کے بچّے ہوتے ہیں۔ ایسے بچّوں کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ ان کو مسجد میں لانا جائز نہیں۔ اور ماں باپ کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے بچّے مسجد میں نہ لائیں۔ اور اگر ایسے بچّے مسجد میں لائیں گے اور وہ آکر مسجد کی بے حرمتی کریں گے تو ماں باپ گناہ گار ہوں گے، اس لئے کہ وہ بچّے خود تو معصوم ہیں۔ مسجد کی انتظامیہ بھی ایسے بچّوں کو مسجد میں آنے سے روک سکتی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ شریعت میں ہر چیز کی حد مقرر ہے۔ اور ان حدود ہی کا نام دین ہے، اور ان حدود کی ہم سب کو پابندی کرنی ہے۔

ایسے بچّوں کو مسجد میں نہ لانا بہتر ہے

بچّوں کی دوسری قسم وہ ہے جو ان سے ذرا بڑے ہوتے ہیں جو سات سال سے ۱۱ سال تک کی عمر کے ہوتے ہیں، ایسے بچّے مسجد کو مسجد سمجھتے ہیں۔ اس کا تھوڑا بہت احترام بھی کرتے ہیں۔ لیکن ابھی پوری سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا پورا احترام بجالانے سے قاصر ہیں۔ ایسے بچّوں کو مسجد میں لانا جائز ہے، لیکن نہ لانا بہتر ہے۔

ایسے بچّوں کو مسجد میں لانا چاہئے

بچّوں کی تیسری قسم وہ ہے جو بالغ ہونے کے قریب ہیں۔ جن کی عمر ۱۲ سال سے ۱۴ سال تک کی ہوتی ہے۔ البتہ ۱۵ سال کی عمر کا بچہ شرعاً بالغ سمجھا جاتا ہے، چاہے اس کے اندر بالغ ہونے کی علامات ظاہر ہوں یا نہ ہوں، ایسے بچّوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ان کو مسجد میں لانا چاہئے، تاکہ ان کے اندر نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت پڑجائے۔ کیونکہ بالغ ہوتے ہی ان پر نماز فرض ہوجائے گی۔ اور مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہوجائے گا۔ اگر ہم نے پہلے سے ان کو نماز

باجماعت کا عادی نہیں بنایا تو بالغ ہونے کے بعد عادت پڑنے میں وقت لگے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ نمازیں بھی قضاء کریں گے اور جماعت بھی چھوڑیں گے۔ لہٰذا جب بچہ بالغ ہونے کے قریب ہوجائے تو اس کو مسجد میں لانا شروع کردیں۔ اور گھر میں اس کو بتاتے رہیں کہ مسجد کا احترام کرنا چاہئے۔ وہاں جاکر نمازیں پڑھتے ہیں۔ ذکر اور تسبیح کرتے ہیں۔ وہاں شور و شغب نہیں کرتے۔ ایسے بچّوں کو مسجد کی جماعت میں بھی شامل کریں۔

بچّوں کی صف مردوں کے بعد

اور جب مردوں کی صفیں مکمل ہوجائیں تو اس کے بعد ان بچّوں کی صفیں بنائیں۔ یہی سُنّت طریقہ ہے۔ اور نماز شروع ہونے کے بعد جو لوگ آئیں وہ ان بچّوں ہی کی صفوں میں دائیں اور بائیں شامل ہوجائیں۔

بچّوں کو ان کی صف سے پیچھے کرنا جائز نہیں

لیکن بعض لوگ اس موقع پر ایک غلطی کرتے ہیں، وہ یہ کہ نماز شروع ہونے کے بعد جب وہ لوگ مسجد میں آتے ہیں اور صف میں شامل ہوتے ہیں۔ اور بچّوں کو صف میں کھڑا دیکھتے ہیں تو ان کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ بچّوں کو پیچھے کردیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص آیا اور بچے کو صف میں کھڑا دیکھ کر اس کو کان سے پکڑ کر پیچھے کی صف میں کھڑا کردیا، اور اگر بچہ تھوڑی ضد کرے تو اس کو دونوں ہاتھوں سے اٹھاکر پیچھے کی صف میں کھڑا کردیتے ہیں، اکثر مساجد میں آپ کو یہ تماشہ نظر آئے گا۔ اب جو شخص بھی آرہا ہے وہ یہ عمل کررہا ہے۔ فرض کریں کہ اگر بچہ جماعت کھڑی ہوتے وقت پہلی صف میں تھا تو سلام کے وقت وہ آخری صف میں پہنچ جاتا ہے، اس لئے کہ ہمارے یہاں عموماً جماعت کھڑی ہوتے وقت نمازی تھوڑے ہوتے ہیں۔ اور اکثریت بعد میں آنے والوں کی ہوتی ہے۔ اب جو بھی بعد میں آتا ہے وہ

بچوں کو پچھلی صف میں دھکیل دیتا ہے اور خود اس کی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ بچوں کے برابر میں کھڑے ہونے سے نماز نہیں ہوتی۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ذہن کو اس سے بالکل صاف کر لینا چاہئے۔ شرعی حکم یہ ہے کہ آپ بچوں کے برابر میں کھڑے ہو جائیں۔ چاہے بچہ اگلی صف میں ہو یا پچھلی صف میں ہو۔ دائیں طرف کھڑا ہو یا بائیں طرف ہو۔ اس کی وجہ سے بالغان کی نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

ایک اور مسئلہ

ایک بات یہ یاد رکھئے کہ بچوں کی نماز سچ مچ نماز ہے۔ اگرچہ وہ بالغ نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی نماز چاہے فرض نہ ہو، لیکن وہ نفل نماز ضرور ہے۔ اور جس طرح ہماری نفل نماز ہے، اسی طرح بچوں کی نفل نماز ہے۔ اور جس طرح ہمیں کوئی شخص اگلی صف سے پچھلی صف میں کھینچ کر نہیں لاتا۔ اور اگر کوئی یہ حرکت کرے تو ہم لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔اسی طرح بچوں کو بھی اگلی صف سے کھینچ کر پچھلی صف میں نہیں لانا چاہئے۔ اسی وجہ سے حضراتِ فقہاء کرام ؒ نے یہ مسئلہ لکھا ہے، کہ اگر صف پوری ہو چکی ہو اور اس کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے دیکھا کہ اگلی صف مکمل ہو چکی ہے تو وہ اگلی صف سے ایک شخص کو پکڑ کر پچھلی صف میں لائے پھر دونوں مل کر پچھلی صف میں کھڑے ہو جائیں۔ لیکن ساتھ ہی حضراتِ فقہاء کرام ؒ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب اس شخص کو یہ مسئلہ معلوم ہو جس کو آپ پیچھے کھینچ رہے ہیں۔ اور جب آپ اس کو کھینچیں گے تو وہ آرام سے پیچھے آجائے گا، اور اگر اندازہ یہ ہے کہ وہ شخص پیچھے آنے کے بجائے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا تو اس صورت میں اکیلے ہی پچھلی صف میں کھڑے ہو جائیں اور دوسروں کی نماز خراب نہ کریں۔

بعد میں آنے والے پیچھے صف بنائیں

بہرحال، جس طرح ہم اپنے لئے اس بات کو ناقابل گوارہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص ہمیں کھینچ کر پیچھے کرے۔ تو پھر یہ بچّے کیسے گوارہ کرلیں گے کہ ان کو پیچھے کیا جائے۔ لہٰذا جب بچہ اپنی صحیح جگہ پر کھڑا ہوا ہے تو اس کو اس کی جگہ سے ہٹانا جائز نہیں، اور بعد میں آنے والے جو نمازی ہوں، ان کو چاہئے کہ بچّوں کے دائیں اور بائیں کھڑے ہوجائیں۔ اور جب وہ بچّوں والی صف پوری ہوجائے تو باقی لوگ اپنی صف بچّوں کے پیچھے بنائیں۔ اس لئے کہ یہ بعد میں آنے والے خود تاخیر سے آئے۔ اور اب مجبوراً ان کو پیچھے کھڑا ہونا پڑا۔ اب بچّوں کو پیچھے ہٹانا اور خود ان کی جگہ پر کھڑے ہوجانا بالکل درست نہیں۔ گناہ کی بات ہے۔ اور اس عمل کے ذریعہ ہم ان کی نماز فاسد کرتے ہیں۔ جس کا عذاب اور وبال ہماری گردن پر ہوگا۔

بچّوں کو مردوں کی صفوں میں کھڑا کرنا

دوسری صورت یہ ہے کہ جو بچّے مسجد میں نماز پڑھنے آرہے ہیں اگر وہ غیر تربیت یافتہ ہیں۔ اور ہم نے ان کی کوئی تربیت نہیں کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ بالغ ہونے کے قریب ہیں، لیکن مسجد میں بھاگتے دوڑتے رہتے ہیں، کھیل کود کرتے ہیں۔ مسجد میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے غیر تربیت یافتہ بچّے جب مسجد میں آئیں تو اگر ان سب بچّوں کو ایک ساتھ کھڑا کیا جائے گا تو سب آپس میں شرارتیں کریں گے۔ اور ایک دوسرے کو نماز میں دھکے دیں گے۔ جس کی وجہ سے ان مردوں کی بھی نماز فاسد ہوسکتی ہے جو ان کے دائیں بائیں کھڑے ہوں گے۔ لہٰذا ایسے بچّوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ان کی علیحدہ صف نہ بنائی جائے، بلکہ ان کو بالغان کی صفوں میں متفرق طور پر کھڑا کردیا جائے۔ کسی کو دائیں طرف اور کسی کو بائیں طرف، تاکہ نہ تو ان بچّوں کی نماز خراب ہو اور نہ مردوں کی نماز خراب ہو۔ اور اگر

ایک دو بچے ہوں تو ان کو مردوں کی صف میں کھڑا کردینا بلا کراہت جائز ہے۔ لہٰذا ہمارے ذہنوں میں جو یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ اگر بچے مردوں کی صفوں میں شامل ہوں تو مردوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے، یہ تصور غلط ہے، اس کی اصلاح کرلینی چاہئے۔

بچوں کو ڈانٹنا درست نہیں

اسی سلسلے کی ایک اور بات ہے، وہ یہ کہ بچے بہرحال بچے ہوتے ہیں۔ آپ ان کو کتنا بھی سمجھالیں، وہ بچہ بچہ ہی رہے گا۔ وہ بڑے ابا تو نہیں بنے گا، اور شرارت کرنا ان کی فطرت ہے، لہٰذا جب وہ مسجد میں آئیں گے تو کچھ نہ کچھ شرارت ان سے ہو ہی جائے گی۔ لیکن اس وقت ہم بچے کے ساتھ بہت نازیبا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب وہ مسجد میں کوئی شرارت کرتا ہے تو ہم اس کو بُری طرح ڈانٹ دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ ایسی گرجدار آواز سے ڈانٹتے ہیں کہ جس سے بچے کے پیشاب خطا ہونے کا ڈر لگتا ہے۔ اور اس بچے کو اس طرح مسجد سے نکال دیتے ہیں جس طرح کسی کتے کو بھگایا کرتے ہیں۔ یہ بہت بدتمیزی کی بات ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منّا﴾

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور شفقت نہ کرے۔ اور جو ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، وہ ہم سے نہیں ہے۔ یعنی ایسا شخص میرے طریقے پر اور میری سُنّت پر قائم نہیں ہے۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی بچے کو ڈانٹا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچپن کے دس سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارے، ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو آپ کی خدمت کے لئے آپ کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس دس سال کے عرصے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک مرتبہ بھی نہیں ڈانٹا، اور نہ

کبھی آپ نے یہ پوچھا کہ یہ کام کیوں کیا؟ اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچّوں کے ساتھ طرزِ عمل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا اور دل میں یہ بات تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کے لئے حکم فرمایا ہے ضرور جاؤں گا غرض یہ کہ میں چل دیا، بازار میں مجھے بچّے کھیلتے ہوئے ملے (میں انہیں دیکھنے لگا حضور میرا انتظار فرما کر وہاں تشریف لائے) اچانک میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے میری گدی پکڑے ہوئے ہیں، میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے اور فرمایا اُنَیس! جہاں جانے کے لئے میں نے تم سے کہا تھا تم وہاں گئے میں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول جا رہا ہوں"۔ (مسلم)

حالانکہ یہ غصہ کرنے کا موقع تھا کہ بھائی! ہم نے تمہیں کام کے لئے بھیجا اور تم کھیل میں لگ گئے؟ لیکن رحمۃ للعالمین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رحمت کا یہ عالَم تھا کہ اس موقع پر بھی آپ نے مسکرا کر صرف اتنا فرمایا کہ بھائی تمہیں ہم نے جس کام کے لئے بھیجا تھا۔ وہاں گئے؟ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت تو یہ ہے۔

بچّوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں

اور ہمارا طرزِ عمل یہ ہے کہ ہم مسجد میں دوسروں کے بچّوں کو اس طرح ڈانٹتے ہیں کہ اپنے بچّوں کو بھی اس طرح نہیں ڈانٹتے۔ بچّوں کے ساتھ یہ بے رحمی کا

معاملہ کرنا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے؟ جب یہ آپ کی سنت نہیں ہے اور ہم مسلمان ہیں اور آپ کے امتی ہیں تو ہمارے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہی قابلِ عمل ہونا چاہئے۔ اور ایک بات یہ بھی ہے جو شخص غصے میں بچوں کو ڈانٹتا ہے اس کا کبھی پائیدار اثر نہیں ہوتا۔ اس وقت وقتی طور پر وہ سہم جائیں گے، لیکن وہ بچے وہ عمل دوبارہ کریں گے۔ لیکن اگر آپ پیار سے ان کو سمجھائیں گے کہ بیٹا! مسجد میں خاموش رہتے ہیں۔ شرارت نہیں کرتے ہیں۔ اس کا ادب کرتے ہیں۔ تو وہ بچہ آپ کی بھی عزت کرے گا اور انشاء اللہ دوبارہ وہ شرارت نہیں کریگا۔ لہٰذا جب آپ اس بچے کی عزت کریں گے، اِس کا احترام کریں گے تو وہی بچہ بڑا ہو کر آپ کی خدمت کرے گا۔ بشرطیکہ آپ نے اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا ہو۔ لیکن اگر آج آپ اس کو اس طرح ڈانٹ دیں گے تو کل وہ آپ کی طرف رخ بھی نہیں کرے گا۔ لہٰذا جب ہم مسجد میں آنے والے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کریں گے تو بچے ضرور بات قبول کریں گے اور ان کے دل میں بات اترے گی۔ اور اگر اس طرح ان کے ساتھ نازیبا برتاؤ کریں گے تو ہم گناہ گار بھی ہوں گے اور بچوں کی بھی اصلاح نہیں ہوگی۔

بس یہ تین گناہ ہیں۔ جو آج ہماری مساجد میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شبِ عید کی فضیلت

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شبِ عید کی فضیلت

اور ہمارے گناہ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۝

﴿عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنۡ قَامَ لَیۡلَتَی الۡعِیۡدَیۡنِ مُحۡتَسِبًا لَمۡ یَمُتۡ قَلۡبُہٗ یَوۡمَ تَمُوۡتُ الۡقُلُوۡبُ﴾ (رواہ ابن ماجہ)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دونوں عیدوں (عیدالفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوجائیں گے"۔

عیدالفطر اور بقرعید کی شب کو زندہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان راتوں کو عبادت الٰہی میں مشغول رکھیں اور ذکر و تسبیح، صلہ رحمی، نیک لوگوں کی ہم نشینی میں اس وقت کو پورا کریں۔ اہل و عیال کے ساتھ انس و محبت سے پیش آئیں۔ عزیز و اقارب سے میل ملاقات اور حسن سلوک کریں۔ یہ سب کارہائے خیر ہیں، ان کو کریں اور دیگر عبادات میں ان راتوں کو گزاریں۔

اور یہ جو فرمایا گیا کہ ان راتوں میں عبادت کرنے والے کا دل مردہ نہ ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن میں جب ہر طرف خوف و ہراس اور دہشت اور گھبراہٹ پھیلی ہوگی، لوگ بدحواس اور مدہوش ہوں گے اور خوف کے مارے ان کی نشہ کی سی کیفیت ہوگی حالانکہ انہیں نشہ قطعاً نہ ہوگا، لیکن عذاب الٰہی ایسی سخت چیز ہے جس سے لوگوں کی یہ حالت ہوگی۔ ایسے قیامت خیز دن میں حق تعالیٰ شانہ اس بندہ کو نعمتوں سے بھرپور اور باسعادت زندگی بخشیں گے، خوف و دہشت کا دور دور کوئی نشان نہ ہوگا، ہر بھلائی اسی کے قدم چومے گی، اس پر رحمت ہی رحمت برستی ہوگی، اور وہ بہت پُرلطف اور پُرمسرت زندگی میں مگن ہوگا۔ (حاشیۃ الترغیب بتصرف) حق تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت نصیب فرمائیں آمین۔

اس لئے عید کی شب بڑی مبارک اور باسعادت رات ہے، اس کی قدر کرنی چاہئے۔ اور اس کی قدردانی یہی ہے کہ اس رات کو کثرت ذکر اللہ اور درود شریف میں اور دیگر عبادات میں لگ کر گزارنی چاہئے۔ ساری رات نہ جاگ سکیں تو جتنی رات آسانی سے جاگ کر عبادت کر سکیں اتنا ہی کر لیں، کم از کم عشاء اور فجر کی نماز تو ضرور ہی تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت ادا کریں اور درمیان میں جتنی دیر ذکر و عبادت کر سکیں وہ کریں پھر سو جائیں۔ اتنا کرنے پر بھی امید ہے کہ حق تعالیٰ محروم نہ فرمائیں گے۔

پانچ مبارک راتیں

﴿عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيَا اللَّيَالِي الْخَمْسَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ لَيْلَةَ التَّرْوِيَةِ وَلَيْلَةَ عَرَفَةَ وَلَيْلَةَ النَّحْرِ وَلَيْلَةَ الْفِطْرِ وَلَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ﴾ (رواہ الاصبہانی)

> ”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (ذکر و عبادت کے ذریعہ) پانچ راتیں زندہ رکھیں، اس کے لئے جنّت واجب ہوگئی (وہ پانچ راتیں یہ ہیں) آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات، بقرعید کی رات، عید الفطر کی رات اور پندرہویں شعبان کی رات“۔ (کذافی الترغیب)

حدیث بالا میں ان پانچ راتوں کی ایک خاص فضیلت یہ بتلائی گئی ہے کہ جو شخص کوشش کر کے ان راتوں میں جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جن میں شبِ عید الفطر بھی داخل ہے، اور حق تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں لگا رہے تو ایسے شخص کی اس محنت کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف اور صرف جنّت ہے۔ سال بھر کی سینکڑوں راتوں میں سے صرف ان پانچ راتوں میں جاگنا اور عبادت میں لگنا کوئی بہت زیادہ کٹھن اور مشکل کام نہیں ہے، دنیا کے معمولی معمولی نفع اور فائدے کے لئے ہم بیسیوں راتیں جاگ کر گزار دیتے ہیں، چنانچہ چوکیداری کرنے والے چند پیسوں کی خاطر ساری رات جاگتے ہیں، کپڑا بننے والی ملوں میں ملازم تمام رات ڈیوٹی ادا کرتے ہیں۔ غور کرنے سے اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں مل جائیں گی، تو کیا آخرت کے ہولناک دن کی ہولناکی سے بچنے، پاکیزہ زندگی حاصل کرنے اور مقام جنّت پانے کے لئے ہم نہیں جاگ سکتے اور عبادت نہیں کرسکتے؟ ضرور کرسکتے ہیں، تو فوراً کمربستہ ہوجائیں، نفس و شیطان کا مقابلہ کریں اور ان قیمتی راتوں کو ضائع اور برباد نہ کریں، ذکر و تسبیح، عبادت و طاعت اور دیگر کارہائے خیر سے جہاں تک ہوسکے ان مبارک راتوں کو زندہ رکھیں۔

شبِ عید کی ناقدری

گزشتہ احادیث سے ثابت ہوا کہ عید الفطر کی شب بھی ایک اہم رات ہے جس کے تفصیلی فضائل اوپر بیان ہو چکے، مگر افسوس ہم نے ان سب برکتوں سے اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے، اور نہ صرف محروم بلکہ اس مبارک شب کو طرح طرح کی لغویتوں، فضول باتوں، لایعنی کاموں اور طرح طرح کے گناہوں میں گزارا جاتا ہے۔ جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔

○ بعض لوگ یہ مبارک رات مختلف کھیلوں میں مصروف ہو کر گزارتے ہیں، مثلاً شطرنج، چوسر، لوڈو، کیرم بورڈ اور دیگر ہار جیت والے کھیل۔ جن میں شطرنج اور چوسر تو حرام ہی ہیں اور باقی کھیل بھی شرائطِ جواز مفقود ہونے کی بناء پر ناجائز ہوتے ہیں۔ بالفرض اگر کوئی کھیل جائز بھی ہو تب بھی یہ مبارک رات لہو و لعب کے لئے نہیں، عبادت و طاعت کے لئے ہے، اس کو عبادت ہی میں مشغول رکھنا چاہئے، جائز اور مباح کھیلوں سے بھی اجتناب کرنا لازم ہے۔

○ بہت سے لوگ ٹی وی کے پروگرام دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ ٹی وی متعدد مفاسد اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جس کی بناء پر اس کو دیکھنا جائز نہیں، خواہ پروگرام مذہبی یا تعلیمی نوعیت کا ہو۔ پھر اس مقدس شب میں اس لعنت میں مبتلا ہونا اس کے گناہ کو اور بھی سخت کر دیتا ہے، اس لئے اس نامراد چیز سے بالعموم اور اس مبارک شب میں بالخصوص اجتناب کرنا لازم ہے۔

○ بعض لوگ اس مبارک رات میں بازاروں کی سجاوٹ، چمک دمک، خریداروں کی کثرت دیکھنے کے لئے بازاروں میں تفریح کرتے ہیں اور اس طرح رات کا اکثر و بیشتر حصہ ضائع کرتے ہیں، جبکہ بازار روئے زمین پر حق تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ بدتر اور مبغوض ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ بازار اکثر گناہوں کا اور بڑے بڑے گناہوں کا مرکز ہیں۔ مثلاً عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ خرید و فروخت کرنا اور

بازاروں میں گھومنا، گانا بجانا عام ہونا، دھوکہ، فریب، جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا ہونا، کم تولنا اور کم ناپنا، ملاوٹ وغیرہ کرنا۔ اس لئے بازار میں تمام گناہوں سے حتی الامکان بچتے ہوئے ضرورت کے وقت بقدرِ ضرورت ہی جانا چاہئے، ورنہ بلاضرورت بازاروں میں تفریح کرنے والے بھی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اس طرح اس مبارک رات میں بجائے کچھ حاصل کرنے کے اور گناہوں میں مشغول ہونا اور حق تعالیٰ کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ میں بلاضرورت جانا اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے محروم کرنا ہے۔

○ بعض لوگ اس رات کو ہوٹلوں میں ٹھنڈے گرم مشروبات پینے میں مصروف ہو کر اور گھنٹوں اِدھر اُدھر کی فضول باتوں بلکہ گناہ کی باتوں میں مشغول ہو کر اس مقدس شب کا بہترین اور اکثر حصہ ضائع کرتے ہیں جو سراسر محرومی ہے اور گناہوں کا ارتکاب جدا ہے۔

○ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس شب کی عظمت و فضیلت ہی کا علم نہیں، اس لئے وہ کبھی اس رات میں ذکر و فکر، عبادت اور تسبیح و مناجات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اس طرح وہ اپنی جہالت و نادانی سے بیسیوں راتیں گنوا چکے ہیں اور ان کی اس جہالت نے انہیں آخرت کے ثواب عظیم سے محروم کیا ہوا ہے جو بڑے ہی خسارہ کی بات ہے۔

○ بعض لوگ جنہیں اس رات کی عظمت و فضیلت کا علم ہے، دین اور علم دین سے ان کو نسبت ہے، دیکھا جاتا ہے کہ وہ بھی اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، اگر کوئی غلطی سے انہیں اس طرف توجہ دلائے تو فوراً جواب ملتا ہے کہ اس رات میں جاگنا کوئی فرض و واجب نہیں۔ بیشک اس رات میں جاگنا اور عبادت وغیرہ کا اہتمام کرنا فرض و واجب نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا یہ سب ترغیبات فضول ہیں؟ اور اسی قابل ہیں کہ انہیں غیر فرض قرار دیکر رد کردیا جائے، آخر ان ترغیبات کا کون مکلف ہے؟ اہل علم تو انہیں غیر ضروری قرار

دے کر ٹھکرادیں اور عوام اپنی جہالت اور ناواقفیت کی بناء پر اہتمام نہ کریں تو پھر اُمّت میں کون اس پر عمل کرے گا؟ ذرا بتلایئے! آخرت کے اتنے عظیم ثواب اور رضائے الٰہی اور حصول جنّت سے اپنے آپ کو محروم کرنا کیا کوئی خسارہ کی بات نہیں، اور کیا یہ چیزیں آپ حاصل کرچکے ہیں؟ اگر نہیں تو استغناء سے پناہ مانگئے اور استغفار کیجئے۔

○ بعض تاجر اس شب میں دنیاوی مصروفیت کو کم کرنے کے بجائے اور بڑھا لیتے ہیں اور اس میں اس قدر منہمک اور مصروف ہوتے ہیں کہ بسا اوقات اس دھن میں فرض نمازیں بھی قربان ہوجاتی ہیں جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔ ایسے تاجر اگر کاروباری مصروفیت کم نہیں کرسکتے اور اس رات کو ذکر و تلاوت اور عبادت و طاعت میں نہیں گزار سکتے تو کم از کم فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کرکے اور چلتے پھرتے ذکر و دعا کے ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں وہ بھی اس شب کی فضیلت حاصل کرسکتے ہیں۔

بات اصل میں فکر و طلب اور قدر و قیمت کی ہے، جس کے دل میں ذرا بھی اہمیت ہے اور فکر ہے، وہ سخت سے سخت مشغولیت میں اس فضیلت کو حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گا، اور جس کو طلب نہیں بلکہ دنیا اور دنیاوی منافع ہی اس کی نظر میں اصل مقصود ہیں تو اس کے دل میں ان باتوں سے اعتراض ہی پیدا ہوگا اور اس کا نفس طرح طرح کے حیلے بہانے پیش کرکے بالآخر اس کو اس شب کی برکات سے محروم کردے گا۔ حق تعالیٰ محفوظ رکھیں۔ آمین

عید کو برا نہ کیجئے

عید الفطر کا دن مسلمانوں کے لئے بڑی مسرّت اور خوشی کا دن ہے، اور یہ خوشی اس بناء پر ہے، کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رمضان شریف کے دنوں میں روزے رکھنے کی توفیق بخشی اور راتوں میں تراویح ادا کرنے اور اس میں کلام الٰہی

پڑھنے اور سننے کی سعادت عطا فرمائی۔ حق تعالیٰ کے نزدیک عید کا دن اور عید کی رات دونوں ہی بہت مبارک اور فضیلت والے ہیں جس کا اندازہ آپ کو آنے والی حدیث سے ہوگا۔

عید میں مغفرت وانعام

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنّت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ پھر جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے جس کے جھونکوں کی وجہ سے جنّت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی۔

حوروں سے منگنی

پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنّت کے بالا خانوں کے درمیان کھڑی ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ شانہ اس کو ہم سے جوڑ دیں۔ پھر وہی حوریں جنّت کے داروغہ "رضوان" سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے، جنّت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے لئے (آج) کھول دیئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ "رضوان" سے فرمادیتے ہیں کہ جنّت کے دروازے کھول دے اور مالک (جہنّم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں کہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے روزہ داروں پر جہنّم کے دروازے بند کردے، اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا

ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔

مغفرت کی صدا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں، کون ہے جو غنی کو قرض دے، ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف میں افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے، اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے، ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔

فرشتوں کا نزول

اور جس رات شبِ قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں، ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو، اس

کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں۔ صبح تک یہی حالت رہتی ہے، جب صبح ہوجاتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو۔

چار افراد کی بخشش نہیں

فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مؤمنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد فرمایا:

- ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔
- دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔
- تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔
- چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔

عید کی صبح یقینی مغفرت

پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے، اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت! اس رب کریم کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے بڑے قصور معاف کرنے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف چلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں

سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے، تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی۔ اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم، جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم، میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رُسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کردیا اور میں تم سے راضی ہوگیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس اُمّت کو عید الفطر کے دن ملتا ہے، خوشیاں مناتے ہیں اور کِھل جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

(فضائل رمضان)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر کی شب اور اس کا دن انعامات الٰہی کی وصولی اور اللہ کی خوشنودی حاصل ہونے کا مبارک دن ہے، مگر افسوس کہ ہم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اور تعجب یہ ہے کہ ایسی باتوں کو ہم گناہ بھی نہیں سمجھتے جو اور بھی خطرناک بات ہے۔

یہاں ذیل میں کچھ ایسی ہی چند باتیں عرض کرتا ہوں، صرف اس امید پر کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ توجہ سے ان باتوں کو پڑھے اور اسے عمل کی توفیق ہوجائے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو ان منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

عید کارڈ

ہمارے معاشرے میں عیدین کے موقع پر بالخصوص میٹھی عید میں عید کارڈ بھیجنے کا بہت ہی رواج ہے۔ ہر خاص و عام پڑھا لکھا یا جاہل عید کارڈ بھیجنے کا اہتمام کرتا ہے، اور ایک نہیں متعدد کارڈ بھیجتا ہے اور خوبصورت سے خوبصورت کارڈ روانہ کرتا ہے۔ عیدالفطر آنے سے ہفتوں پہلے بک اسٹالوں کا چکر لگانا شروع کر دیتا ہے، جہاں رمضان ہی سے نت نئے عید کارڈ فروخت کے لئے موجود ہوتے ہیں، جن میں اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ ہر قسم کے ہوتے ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ قیمتوں والے کارڈ بھی ہوتے ہیں۔ انہیں خریدنے اور ارسال کرنے کو نہ کوئی گناہ سمجھتا ہے اور نہ خلاف شریعت، بلکہ اس کو اظہار مسرّت اور عید کی مبارکباد کا ایک جدید اور مہذّب طریقہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ عید کارڈ میں سراسر اسراف ہے جو قرآن و سُنّت کی رو سے گناہ ہے، اور یہ انگریزوں کے کرسمس کارڈ کی نقل بھی ہے جبکہ کافروں اور خدا کے باغیوں کی نقل اتارنا گناہ عظیم ہے۔ اور بھی اس میں بہت سی قباحتیں ہیں جن کی بناء پر عید کارڈ بھیجنا جائز نہیں۔ چنانچہ عید کارڈ میں مزید گناہ کی باتیں یہ ہیں۔

○ بہت سے عید کارڈ جانداروں کی تصاویر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی میں طوطا، کسی میں بگلا، کسی میں کوئی دوسرا خوبصورت پرندہ یا جانور بنا ہوا ہوتا ہے جبکہ جانداروں کی تصاویر کھینچنا، بنانا، دیکھنا اور پسند کر کے دوسرے شخص کے پاس بھیجنا گناہ ہی گناہ ہے۔

○ بہت سے عید کارڈ فلمی ستاروں، ایکٹروں، اداکاروں کی رنگین تصاویر پر مبنی ہوتے ہیں جنہیں خاص مقبولیت حاصل ہوتی ہے، ایسے عید کارڈوں کے گناہِ عظیم ہونے میں کیا شک ہے۔

○ بعض عید کارڈ ایسے بھی ہوتے ہیں جس میں عریاں یا نیم عریاں عورتوں کی رنگین تصاویر ہوتی ہیں جن کو دیکھنا، چھاپنا سب گناہ ہے، ان کو خرید کر بھیجنا اور بھی،

بڑا گناہ ہے۔

○ بعض عید کارڈ آیاتِ قرآنی پر مشتمل ہوتے ہیں اور جب عید کارڈ وصول ہوجاتا ہے تو اس کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے یا کسی اور جگہ ڈال دیا جاتا ہے جس سے آیاتِ الٰہی کی بے ادبی اور سخت بے حرمتی ہوتی ہے جو بلاشبہ گناہ ہے۔

○ پھر عید کارڈ بھیجنے والوں کا آپس میں اعلیٰ سے اعلیٰ عید کارڈ بھیجنے کا مقابلہ ہوتا ہے، ہر شخص دوسرے سے بہتر اور عمدہ عید کارڈ بھیجنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ اس کے عید کارڈ کی سب سے زیادہ تعریف اور تذکرہ ہو۔ یہ کھلی ریاکاری ہے جو گناہِ عظیم ہے، اور گناہ کے کام میں مسابقت اور مقابلہ اس کی سنگینی کو اور بڑھا دیتا ہے۔

○ پھر جو شخص گھٹیا عید کارڈ بھیجتا ہے، یا نہیں بھیجتا تو اس کو طرح طرح کے طعنے دیے جاتے ہیں، حالانکہ اوّل تو کسی کو طعنہ دینا خود گناہِ عظیم ہے، پھر ایک گناہ کی بات پر دوسرے کو طعنے دے کر مجبور کرنا یا ابھارنا اور بھی گناہ کی بات ہے۔

○ بعض جگہ عید کارڈ بھیجنے میں ادلہ بدلہ کا تصوّر بھی کارفرما ہوتا ہے، آپ نے بھیجا تو دوسرا بھی بھیجے گا، اگر آپ نے نہ بھیجا تو دوسرا بھی نہ بھیجے گا۔ اور گناہ میں ادلہ بدلہ بھی گناہ ہے اور گلہ شکوہ بھی بُرا ہے۔

○ بعض عید کارڈ ان ظاہری خرافات سے خالی ہوتے ہیں، مثلاً کسی میں گلاب کے خوبصورت پھول ہوتے ہیں، بعض میں حضراتِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے نام درج ہوتے ہیں، بعض میں حرمین شریفین کے فوٹو اور خوبصورت باغات اور سینریاں بنی ہوتی ہیں۔ ان میں جانداروں کی تصاویر نہیں ہوتیں لیکن ایسے عید کارڈ بھی اسراف اور تبذیر اور غیر مسلموں کی مشابہت کی وجہ سے ناجائز ہیں۔

○ عید کارڈ بھیجنے میں یہاں تک غلو ہوچکا ہے کہ ہزاروں بندگان خدا روزہ کی نعمت سے محروم ہیں اور صدقۃ الفطر ادا نہیں کرتے، لیکن عید کارڈ قیمتی سے قیمتی خریدنا اور احباب کو روانہ کرنا نہیں بھولتے کہ جیسے یہ بھی کوئی فرض ہے۔ کس قدر غفلت

اور گناہ کی بات ہے۔

○ بعض لوگ ٹیلیفون اور تار کے ذریعے عید کی مبارکباد دینا ضروری تصور کرتے ہیں، حالانکہ اس کو ضروری سمجھنا صحیح نہیں۔ یہ محض ایک رسم ہے۔

اس طرح بے شمار گناہوں کے ساتھ عید کارڈوں میں ہزاروں، لاکھوں روپیہ ضائع و برباد ہوتا ہے جو بلاشبہ اسراف و تبذیر میں داخل ہے اور گناہ در گناہ ہے۔ اگر اتنی رقم غرباء اور فقراء اور مساکین میں خرچ کی جائے تو کتنے ہی تنگ دست گھرانے خوشحال ہوجائیں، بیمار تندرست ہوجائیں، روزی کے محتاج برسر روزگار ہوجائیں۔ حق تعالیٰ فہم صحیح عطا فرمائیں اور اس گناہ عظیم سے بچنے کی توفیق بخشیں۔ آمین

عید کی تیاری

ایک فتنہ عید کی تیاری کا ہے جو عید الفطر میں زیادہ اور بقرعید کے موقع پر کچھ کم برپا ہوتا ہے۔ عیدالفطر اور عید الاضحیٰ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے بلاشبہ مسرت کا دن قرار دیا ہے اور اتنی بات بھی شریعت سے ثابت ہے کہ اس روز جو بہتر سے بہتر لباس کسی شخص کو میتسر ہو وہ لباس پہنے، لیکن آج کل اس غرض کے لئے جن بے شمار فضول خرچیوں اور اسراف کے سیلاب کو عیدین کے لوازم میں سمجھ لیا گیا ہے، اس کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

آج یہ بات فرض و واجب سمجھ لی گئی ہے کہ کسی شخص کے پاس مالی طور پر گنجائش ہو یا نہ ہو، لیکن وہ کسی نہ کسی طرح گھر کے ہر فرد کے لئے نئے سے نئے جوڑے کا اہتمام کرے، گھر کے ہر فرد کے لئے جوتے ٹوپی سے لے کر ہر چیز نئی خریدے، گھر کی آرائش و زیبائش کے لئے نت نئے سامان فراہم کرے، دوسرے شہروں میں رہنے والے اعزہ اور اقارب کو قیمتی کارڈ بھیجے اور تمام امور کی انجام دہی میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ ایک متوسط آمدنی رکھنے والے شخص کے لئے عید اور

بقرعید کی تیاری ایک مستقل مصیبت بن چکی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ اپنے گھر والوں کی فرمائشیں پوری کرنے کے لئے جب جائز ذرائع کو ناکافی سمجھتا ہے تو مختلف طریقوں سے دوسروں کی جیب کاٹ کر وہ روپیہ فراہم کرتا ہے تاکہ ان غیر متناہی خواہشات کا پیٹ بھر سکے۔

اور اس عید کی تیاری کا کم سے کم نقصان تو یہ ہے کہ رمضان اور خاص طور سے آخری عشرے کی راتیں اور اسی طرح ذی الحج کے پہلے عشرے کی راتیں بالخصوص عید اور بقرعید کی شب جو گوشہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے عرض و مناجات اور ذکر و فکر کی راتیں ہیں، وہ سب بازاروں میں گزرتی ہیں۔

مصافحہ کی فضیلت

سب سے پہلے مصافحہ اور معانقہ سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یقیناً جب ایک بندۂ مؤمن دوسرے بندہ مؤمن سے ملاقات کرتا ہے پھر اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے (موسم خزاں میں خشک ہو کر گر جاتے ہیں) (الترغیب والترہیب ۳/۴۳۶)

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان باہم ملاقات کرتے ہیں (اور) پھر باہم مصافحہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے جدا ہونے

سے پہلے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط والترغیب والترہیب صفحہ ۴۳۶ جلد ۳)

مصافحہ سلام کا تکملہ ہے

حدیث: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آپس میں سلام کی تکمیل (سلام کے بعد) مصافحہ کرنا ہے۔

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۷)

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سلام کی تکمیل ہاتھ پکڑنا ہے یعنی مصافحہ کرنا ہے۔

(رواہ الترمذی صفحہ ۸۵)

معانقہ سفر سے آنے پر ہے

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کسی سفر سے) مدینہ منورہ آئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے، وہ آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے آنے کی خوشی میں) کھلے بدن کے ساتھ (جب کہ ستر چھپا ہوا تھا) ایک چادر اپنے بدن پر ڈالتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، بخدا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں کسی کا استقبال

کرتے ہوئے نہ کبھی اس سے پہلے دیکھا اور نہ کبھی اس کے بعد۔ پھر آپ نے زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲)

حدیث: حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے حبشہ سے واپسی کے قصہ میں منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ سے نکلے یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اور مجھ سے معانقہ فرمایا۔ (رواہ فی شرح السنۃ، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲)

مصافحہ اور معانقہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب آپس میں ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تو معانقہ کیا کرتے تھے۔

(رواہ الطبرانی، الترغیب والترہیب صفحہ ۴۳۳ جلد ۳)

ان احادیث سے اور ان جیسی دیگر احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ مصافحہ اور معانقہ کرنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپس میں ملاقات ہوتی تو پہلے سلام کرتے اور سلام کے بعد مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔ مصافحہ اور معانقہ کا کوئی خاص وقت یا دن مقرر نہ تھا۔ بس اسی طرح بالکل اسی تفصیل سے مصافحہ کرنا اور معانقہ کرنا مسنون و مستحب اور کارِ ثواب ہے، اس پر عمل کرنا چاہئے، اسے نہ کوئی روک سکتا ہے نہ کسی کی مجال ہے۔

عید کے دن گلے ملنا

چنانچہ اگر کوئی شخص مصافحہ اور معانقہ کو عید کے دن خاص عید کی سُنّت یا عید کی وجہ سے لازم اور ضروری نہ سمجھے اور پھر عیدین کے دن اتفاقاً بوقت ملاقات سلام کر کے مصافحہ کرلے تو کوئی مضائقہ نہیں، یا جو عزیز یا رشتہ دار یا دوست عید کے دن سفر سے آئے اور سفر سے آنے کی بنا پر اس سے گلے ملے تو بھی نہ صرف جائز بلکہ سُنّت ہے، لیکن عید کے دن مصافحہ اور معانقہ کو عید کی سُنّت سمجھنا یا واجب جاننا اور خاص عید کی وجہ سے اس کا اہتمام کرنا جیسا کہ عام طور پر رواج ہے تو ایسا مصافحہ اور معانقہ بلاشبہ ناجائز ہے اور اس کو ترک کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہیں ہے اور ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے اسی پہلو سے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔

عید کی مبارکبادی

عید کی مبارکبادی کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ یہ کسی صحیح اور مستند حدیث سے ثابت نہیں، اور شروع ہی سے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں علماء کے پانچ اقوال ہیں۔

① جائز ② مباح ③ مندوب ④ مکروہ ⑤ بدعت۔

لہٰذا اگر عید کی مبارکبادی تمام منکرات سے خالی ہو، مثلاً نہ اس کو سُنّت سمجھا جائے اور نہ فرض و واجب کی طرح ضروری سمجھا جائے اور نہ فرض و واجب کا سا اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے، اور جو اس کا اہتمام نہ کرے اس کو بُرا بھلا نہ کہا جائے اور نہ اس کو ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جائے، اور جب ملاقات ہو تو پہلے باقاعدہ مسنون سلام کیا جائے، اس کے بعد تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ یا اس کے ہم معنیٰ کوئی دوسرا لفظ جیسے "عید مبارک" سے کہہ دیا جائے تو جائز اور دعا ہونے کی بناء

پر باعث ثواب ہے۔

لیکن اگر اس میں حد سے تجاوز کیا جائے، مثلاً سُنّت سمجھا جائے یا فرض و واجب کی طرح اس کو ضروری سمجھا جائے اور اس طرح اس کا جو درجہ ہے اس سے اس کو بڑھادیا جائے تو پھر مکروہ و ممنوع ہے۔

عید کی سوّیاں

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عید گاہ طاق مرتبہ (یعنی تین، پانچ، سات، نو) چھوہارے کھاکر تشریف لے جاتے تھے۔ (جمع الفوائد صفحہ ۲۸۳ جلد ۱)

علماء اور فقہاء رحمہم اللہ نے اس حدیث کو اور اس جیسی دیگر احادیث کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ عید الفطر کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے طاق مرتبہ کھجور یا چھوہارے کھاکر جانا افضل ہے۔ اگر کھجوریں موجود نہ ہوں تو کوئی دوسری میٹھی چیز کھالیں۔ میٹھی چیز بھی نہ ہو تو جو چیز بھی ہو وہی کھالیں اور اگر بغیر کچھ کھائے پئے کوئی شخص نماز عید کے لئے چلا جائے تب بھی کچھ گناہ نہیں۔ ملاحظہ ہو:

﴿فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح: وندب ان یکون المأکول تمرًا ان وجدوان یکون عددہ وترا۔ ولو لم یأکل قبلھا لا یاثم. إلیٰ قولہ ویاکلھن وترا ومن ثم استحب بعض التابعین ان یفطر علی الحلو مطلقا کالعسل، فان لم تیسر التمر اکل حلوا غیرہ کما ذکرنا فان لم تیسر تناول ما تیسر﴾

(صفحہ ۶۸۸ و ۶۸۹ وکذا فی الشامی صفحہ ۵۵۶ جلد ۱)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شریعت میں کوئی خاص چیز معیّن و مقرر نہیں ہے، وقت پر جو چیز بھی مل جائے کھالیں، کھجور یا چھوہارے یا اور کوئی میٹھی چیز کھالینا بہتر ہے، یہ نہ ہو تو کوئی اور چیز خواہ وہ نمکین ہی ہو وہ کھالیں، اور اگر کچھ نہ کھائیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔

لہٰذا خاص سویوں کو عید کی سُنّت قرار دینا یا انہیں عید کے دن پکانے کو ایسا لازمی اور ضروری سمجھنا کہ جو شخص عید کے دن سویاں نہ پکائے تو اس پر شرعی حیثیت سے نکیر کی جائے، ناجائز ہے۔ البتہ جو لوگ ایسا نہ سمجھیں بلکہ محض اپنی سہولت یا پسند کے مطابق بنائیں تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

بعض قرائن اور شواہد کی بناء پر عید کی سویوں کے متعلق احقر کا تأثر یہ ہے کہ عام لوگ اس کو عید کی سُنّت یا ایسا لازمی سمجھتے ہیں کہ اس کے ترک کو قابل طعن قرار دیتے ہیں۔ اس طرح یہ بھی عید کی ایک رسم بن چکی ہے، اس لئے قابل ترک ہے۔

دعا نمازِ عید کے بعد کیجئے

اکثر مقامات پر خطباء عید کے خطبہ کے بعد دعا کرتے ہیں، یہ طریقہ سُنّت کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ احادیث میں ہر نماز کے بعد دعا کی قبولیت عموی طور پر وارد ہے، لہٰذا نماز عید بھی اس عموم میں داخل ہوگی اور اس کے بعد ہی دعا کرنا مستحب قرار پائے گا۔ البتہ خطبے کے بعد دعا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے، چنانچہ نماز کے بعد دعا ترک کرکے خطبہ کے بعد دعا کرنے سے سُنّت میں تبدیلی لازم آئے گی جس سے بچنا چاہئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"البتہ بعد نماز کے آثارِ کثیرہ میں مشروع ہے اور دبر الصلوات

اوقات اجابت دعا بھی ہے، بہرحال بعد نماز دعا کرنا۔ اور بجائے اس کے بعد خطبہ مقرر کرنا تغیر سُنّت اور قابل احتراز ہے"۔

(امداد الفتاویٰ صفحہ ۷۶ ۳ جلد ۱)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ؒ تحریر فرماتے ہیں:

"الحاصل، استحباب دعا بعد نماز عیدین احادیث مذکورہ سے ثابت ہے اور خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین کے بعد دعا کرنے میں ہے نہ کہ اس کے ترک میں، اور خطبے کے بعد اتباع سُنّت دعا نہ کرنے میں ہے۔ باقی ترک ایسے امورِ مستحبہ کا ظاہر ہے کہ لائق ملامت نہیں ہے۔ واللہ اعلم"

(عزیز الفتاویٰ صفحہ ۳۰۲)

لیکن خطبہ کے بعد دعا مانگنے کو بالکل ناجائز نہیں کہا جائے گا، کیونکہ جب احادیث سے دعا کرنے کا صراحۃً کوئی مقام ثابت نہیں ہے تو اس کو بالکل ناجائز قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ سوال صرف افضل اور بہتر کا ہے، ہمارے نزدیک دعا نماز عید کے بعد ہی کرنا بہتر ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص خطبہ عید کے بعد دعا مانگے تو متعدد علماء نے اس کو بھی جائز رکھا ہے اور اس کے ناجائز ہونے کی کوئی صریح دلیل بھی موجود نہیں۔ اس لئے اس کو ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ واللہ اعلم

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

رمضان المبارک کا آخری دن

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر: ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان المبارک کا آخری دن

اور دوزخ کا تذکرہ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیٔات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، ونشھدان سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرا۔

امابعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿ یایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملئکۃ غلاظ شداد لایعصون اللّٰہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون ۝ ﴾ (التحریم:۶)

"اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تندخو مضبوط فرشتے ہیں جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے، اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں"۔

میرے قابل احترام بزرگو! یہ جمعہ اس ماہ مبارک کا آخری جمعہ ہے اور اس کا

بھی احتمال ہے کہ یہ اس کا آخری دن ہو، اس لئے ہم سب کو اس آخری دن کی بہت زیادہ قدر کرنے کی ضرورت ہے، اس کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور اس کی عبادت کرنے اور خاص طور پر سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر گناہوں کو چھوڑنے کا عہد کرنے کا دن ہے، لہٰذا اس دن گڑگڑا کر آہ وزاری کر کے اللہ تعالیٰ کے گھر میں دھرنا دے کر بیٹھ جائیں اور اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کرنے کی سرتوڑ کوشش کریں۔

چار کام

سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں مسلمانوں کے کرنے کے لئے چار عمل ارشاد فرمائے ہیں۔

(۱) ایک کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھنا یعنی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر دم زبان پر لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ کا ورد رکھنا۔

(۲) دوسرے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دل سے توبہ استغفار کرتے رہنا۔

(۳) تیسرے اللہ جل شانہ سے جنت مانگنا اور تہہ دل سے گڑگڑا کر محتاج بن کر جنت کی درخواست کرنا۔

(۴) چوتھے جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور رو رو کر یہ دعا کرنا کہ اے اللہ اپنی رحمت سے ہمیں دوزخ سے آزاد فرما۔

جہنّم خوفناک ہے

یہ چوتھا عمل دوزخ سے پناہ مانگنے کا بہت ہی اہم اور بہت ہی قابل توجہ عمل ہے اور اس وجہ سے اور زیادہ قابل توجہ ہے کہ ہماری اس کی طرف توجہ نہیں کہ جہنم کیا ہے؟ یہ بڑی خوفناک جگہ کا نام ہے، ہم لوگ دنیا میں کچھ ایسے ڈوبے ہوئے ہیں کہ بخدا نہ ہمیں عذاب قبر سے ڈر لگتا ہے اور نہ عذاب جہنم سے، ہم پر ایک بے حسی

ایسی چھائی ہوئی ہے کہ صبح سے شام تک گناہ کئے چلے جارہے ہیں، نہ توبہ کرتے ہیں نہ معافی مانگتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ آخرت سے غافل ہو کر ہم زبردستی اپنے آپ کو جہنم میں دھکیل رہے ہیں تو شاید مبالغہ نہ ہو۔ بہرحال، جہنم کی تھوڑی سی تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں اور اس لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ رمضان المبارک کا شاید آخری دن ہو، اگر یہ آخری دن ہوا تو آج کا دن وہ دن ہے جس میں ازروئے حدیث افطار کے وقت اللہ پاک تقریباً ایک کروڑ مسلمانوں کو دوزخ سے آزاد فرمائیں گے۔ اور یہ تعداد ہمارے سمجھنے سمجھانے کے لئے بتلائی ہے ورنہ اصل مقصود لاتعداد لوگوں کو جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا کرنا ہے، لہٰذا ایسا نہ ہو کہ رمضان شریف گزر جائے اور ہماری بخشش نہ ہو اور ہم اپنی غفلت کی وجہ سے آزادی حاصل نہ کرسکیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تھوڑا سے جہنم کا حال آپ کے سامنے رکھوں اور اس سے آزادی کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے وہ عرض کردوں، اس کے بعد پھر ہم میں سے ہر آدمی عاقل بالغ ہے اپنے کئے کا ہر ایک ذمہ دار ہے، جس کا جی چاہے اللہ پاک سے اس کی جنت مانگ لے اور دوزخ سے پناہ مانگ لے۔

جہنّم کی آگ کی تیزی

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین سے فرمایا، اے جبرئیل! مجھے ذرا جہنم کی کیفیت بتاؤ! جبرئیل امین نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جہنم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا پھر اس کو ایک ہزار سال تک جلایا (اور یہاں تک اس کو جلایا کہ اس کی آگ) سرخ رنگ کی ہوگئی، اس کے بعد پھر ایک ہزار سال تک اس کو تیز کیا یہاں تک کہ (اس کی آگ) زرد رنگ کی ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک جہنم کی آگ کو جلایا، بھڑکایا اور تیز کیا یہاں تک کہ اس کی آگ تاریک رات کی طرح سیاہ ہوگئی، اب اس کی حالت یہ ہے کہ نہ تو اس کی لپٹیں کم

ہوتی ہیں اور نہ اس کے انگارے بجھتے ہیں (یعنی تین ہزار سال تک جہنم کی آگ کو تیز کیا گیا یہاں تک کہ انتہائی تیز ہوگئی)

جہنم کی اس تیزی کا آپ اس سے بھی اندازہ کریں کہ ایک مرتبہ اللہ پاک نے جبرئیل امین کو مالک جہنم کے پاس بھیجا کہ جاؤ اور ان سے کچھ آگ ہمارے آدم کے لئے لے کر آؤ تاکہ وہ دنیا میں اس پر کچھ کھانا وغیرہ پکا سکیں۔ جبرئیل امین مالک جہنم کے پاس جہنم میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: تھوڑی سی آگ چاہئے، انہوں نے پوچھا کہ حضرت کتنی آگ دیدوں؟ جبرئیل امین نے فرمایا کہ ایک چھوارے کے برابر دیدو، تو مالک جہنم نے عرض کیا کہ حضرت! اگر آپ ایک چھوارے کے برابر جہنم کی آگ دنیا میں لے گئے تو اس کی گرمی سے ساتوں آسمان اور ساتوں زمین پگھل جائیں گے، تو جبرئیل امین نے فرمایا اچھا اگر اس میں اس قدر تیزی ہے تو ایسا کرو کہ چھوارے کی ایک گٹھلی کے برابر دیدو! تو مالک جہنم نے اس پر عرض کیا کہ حضرت اگر ایک چھوارے کی گٹھلی کے برابر آپ جہنم کی آگ دنیا میں لے گئے تو اس دنیا میں نہ کبھی بارش کا ایک قطرہ ٹپکے گا اور نہ کبھی زمین سے سبزہ اگے گا، اس پر جبرئیل امین نے اللہ رب العزت سے عرض کیا کہ یا اللہ! میں (دنیا کے لئے) کتنی آگ لے لوں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا ایک ذرہ کے برابر لے لو، چنانچہ جبرئیل امین نے جہنم کی آگ کا ایک ذرہ لے لیا اور اس کو ستر مرتبہ نہر میں غوطہ دیا، بجھایا اور ٹھنڈا کیا، اس کے بعد اس کو دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس لائے اور دنیا کے سب سے بلند اور مضبوط پہاڑ کی چوٹی پر اس کو رکھا، اس وقت بھی اس میں اتنی گرمی اور تیزی تھی کہ اس ایک ذرے کی گرمی اور تیزی سے وہ مضبوط پہاڑ پگھل گیا اور اس ذرے کا دھواں پتھروں اور لوہے میں جذب ہوگیا، پھر وہ ذرہ واپس جہنم میں واپس کر دیا گیا۔

اب دنیا کی جو آگ ہے جس میں ایک منٹ بھی ہم ہاتھ نہیں رکھ سکتے، ایک منٹ بھی دنیا کی آگ ہم برداشت نہیں کرسکتے، یہ اس ایک ذرے کا دھواں ہے۔

آج وہی آگ ہمارے گھروں میں زیر استعمال ہے جس سے لوہا بھی پگھل جاتا ہے، پتھر بھی چونا بن جاتا ہے تو جہنم کیسی ہولناک ہوگی؟ جس کا ایک ذرہ جس کو ستر مرتبہ پانی میں ٹھنڈا کیا گیا اور پھر وہ واپس بھی کر دیا گیا تب بھی دنیا کی آگ کا یہ حال ہے کہ کوئی انسان اس کی تاب نہیں رکھتا تو غور کیجئے کہ جہنم کی آگ کیسے برداشت ہوگی۔ العیاذ باللہ، العیاذ باللہ۔

آپ ان باتوں کو توجہ سے سن لیجئے، یہ کھیل کی باتیں نہیں ہیں، یہ تماشے کی باتیں نہیں ہیں، یہ سچی باتیں ہیں، کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ جہنم برحق ہے، اس کی آگ برحق ہے، قرآن وحدیث کی جہنم کے بارے میں اور جنت کے بارے میں جتنی باتیں ہیں وہ بالکل سچ ہیں۔

جہنّم کا سب سے ہلکا عذاب

ایک روایت میں سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہے کہ جہنمی کو (جہنم سے) دو جوتیاں (نکال کر) پہنا دی جائیں گی (وہ خود جہنم میں نہیں ہوگا، صرف اس کے پیروں میں جہنم کی دو جوتیاں ہوں گی) لیکن ان دو جوتیوں کی وجہ سے اس کے دماغ کی یہ حالت ہوگی کہ وہ ہانڈی کی طرح پک رہا ہوگا اور اس کے پکنے اور ابلنے کی آواز آس پاس اس کے پڑوسیوں کو (صاف) سنائی دے گی۔ العیاذ باللہ۔ اس کی ڈاڑھیں انگارہ بنی ہوئی ہوں گی، اس کے ہونٹ شعلہ بنے ہوئے ہوں گے، اس کے پیٹ کی آنتوں اور قدموں سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہوں گی اور وہ اپنے بارے میں یہ سمجھ رہا ہوگا کہ اسے جہنم کا سب سے زیادہ ہولناک عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب ہو رہا ہوگا۔

ٹخنوں سے نیچے شلوار کرنے کا عذاب

صرف دو جوتیاں پہنانے کا یہ حال ہوگا اور خدانخواستہ جس کے پیر اور ٹخنے ہی

جہنّم کے اندر ہوں تو اس کی کیا حالت ہوگی؟ اور کس کے دونوں ٹخنے جہنّم کے اندر ہوں گے؟ تو سنئے! وہ مسلمان مرد جو نماز کے اندر بھی اور نماز کے باہر بھی، گھر کے اندر بھی اور گھر کے باہر بھی، دکان میں بھی آفس میں بھی فیکٹری میں بھی کارخانے میں بھی شہر میں بھی اور شہر کے باہر بھی ہر جگہ اپنی شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے، اس کے دونوں پیر مع ٹخنوں کے جہنّم کے اندر ہوں گے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے جس کی احادیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے یہ باتیں بالکل برحق ہیں، کب تک ہم اس دنیا کی خاطر اپنے آپ کو جہنّم کے اندر داخل کرنے والے کام کرتے رہیں گے، سوچ لینا چاہئے! اور جو شخص سارا ہی جہنّم میں داخل ہوگا اس کا کیا حال ہوگا؟

ہماری بے حسی

سرکار دو جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّت کی بھی سیر فرمائی ہے، جہنّم کی بھی سیر فرمائی ہے اسی لئے آپ سے بڑھ کر جہنّم سے کوئی ڈرانے والا نہیں ہے، لہٰذا آپ نے اپنی امت کو جہنّم سے بہت ڈرایا ہے اور آپ نے یہاں تک فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے کہ میں تمہیں زبردستی کھینچ کھینچ کر جہنّم سے بچاتا ہوں اور تم ہو کہ ہاتھ چھڑا چھڑا کر زبردستی جہنّم میں داخل ہو رہے ہو۔

آپ کے جہنّم سے بچانے کی کوشش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ بتا رہے ہیں کہ دیکھو فلاں فلاں کام گناہ ہیں، یہ بھی گناہ ہے یہ بھی گناہ ہے اور یہ گناہ بھی دوزخ میں لے جانے والا ہے اور یہ گناہ بھی دوزخ میں لے جانے والا ہے، یہ کام حرام ہے یہ ناجائز ہے یہ کبیرہ گناہ ہے اس سے بچو اس سے بچو، یہ سب جہنّم میں اور دوزخ میں لے جانے والے کام ہیں۔ اور باوجود سننے کے اور باوجود جاننے کے ہمارے جوں نہیں رینگتی اور پھر دیدہ دانستہ کبائر پہ کبائر کا ارتکاب کئے چلے جا رہے ہیں۔ معلوم ہے کہ یہ فعل حرام ہے، معلوم ہے کہ یہ ناجائز ہے، معلوم ہے کہ یہ خلاف شرع

ہے، گناہ کبیرہ ہے، جہنم کا عذاب خوفناک ہے لیکن ماحول کی خاطر دوستوں کی خاطر بیوی کی خاطر بہن بھائیوں کی خاطر احباب کی خاطر اپنے آپ کو جہنم میں داخل کرنے والے کام گوارہ ہیں۔

جہنّم کے سات دروازے

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل! جہنم کے جو دروازے ہیں وہ اسی طرح (ایک سطح پر کھلتے) ہیں جس طرح ہمارے مکانات کے دروازے ایک سطح پر کھلتے) ہیں یا اوپر نیچے کھلتے ہیں؟ تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے جواب دیا کہ دوزخ کے دروازے اوپر نیچے کھلتے ہیں اور جہنم سات منزلہ ہے اور ہر دو منزل کے درمیان سات ہزار سال کی مسافت ہے، ہر نچلی منزل بنسبت اوپر والی منزل کے زیادہ شدید گرم ہے (اس طرح سب سے زیادہ ہولناک عذاب سب سے نچلی منزل میں ہے اس سے کم دوسری اس سے کم تیسری سب سے کم ساتویں منزل میں ہے) آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل! یہ ان سات منزلوں میں کون کون سے دوزخی داخل کئے جائیں گے اور رکھے جائیں گے؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ جہنم کے سب سے نیچے والی منزل میں منافقین کو ڈالا جائے گا، اس کے بعد دوسری منزل میں مشرکین کو ڈالا جائے گا، تیسری منزل میں صابیوں کو ڈالا جائے گا، قرآن کریم میں ہے: والصبئین والنصاری یہ بھی ایک کافر فرقہ گزرا ہے۔ غرضیکہ اس میں صابی ڈالے جائیں گے، چوتھی منزل میں مجوسیوں کو ڈالا جائے گا یعنی آتش پرستوں کو۔ اور مجوسیوں کا شعار ہے ڈاڑھی منڈانا، مجوسیوں کا شعار ہے موٹی موٹی مونچھیں رکھنا، اس کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہم بھی ایسا کر کے کن کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور پانچویں منزل کے اندر یہودیوں کو ڈالا جائے گا اور چھٹی منزل میں عیسائیوں کو داخل کیا جائے گا۔ یہاں تک بیان کر کے

حضرت جبرئیل علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل علیہ السلام ساتویں منزل کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں بتلایا کہ اس میں کون داخل ہو گا؟ جبرئیل امین علیہ السلام چونکہ آپ کے مزاج اقدس سے واقف تھے کہ آپ کو اپنی اُمت پر بے انتہا شفقت ہے اور ان کی ادنیٰ سی تکلیف آپ کے لئے ناقابل برداشت ہے اس لئے آگے بیان کرنے سے خاموش ہو گئے۔ دوبارہ آپ نے پوچھا کہ اے جبرئیل! ساتویں منزل کے رہنے والوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔تو جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ حضور اگر آپ پوچھنا ہی چاہتے ہیں تو بتلاتا ہوں کہ اس درجہ میں آپ کی امت کے وہ مسلمان جو دنیا میں گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے رہے اور پھر بغیر توبہ کئے مر گئے، ان کو اس ساتویں منزل میں داخل کیا جائے گا۔ العیاذ باللہ، العیاذ باللہ۔

آپ سنتے ہی بے ہوش ہو گئے، جب آپ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ اے جبرئیل! تم نے میری مصیبت بڑھا دی اور میرے غم کو زیادہ کر دیا، کیا واقعی میری امت کے گناہ کبیرہ کرنے والے اس میں داخل کئے جائیں گے؟ حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا کہ ہاں آپ کی امت کے وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں سے توبہ نہیں کریں گے، کبائر سے نہیں بچیں گے اور توبہ نہیں کریں گے اور بغیر توبہ کیے مر جائیں گے وہ اس ساتویں منزل میں جہنم کے اندر داخل کئے جائیں گے۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور آپ کے ساتھ جبرئیل امین بھی رونے لگے تو آپ نے فرمایا اے جبرئیل! تم کیوں روتے ہو تم تو روح الامین ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ میں کسی آزمائش میں اس طرح مبتلا نہ ہو جاؤں جس طرح ہاروت اور ماروت مبتلا ہوئے تھے، مجھے اس آزمائش کے خوف نے رلایا ہے۔ پھر اللہ پاک نے وحی بھیجی اے جبرئیل اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے تم کو جہنم سے دور کر دیا ہے لیکن پھر بھی بے خوف نہ رہنا۔

رحمۃ للعالمین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے جہنم میں جانے کے غم

سے رو رہے ہیں اور ہم کبیرہ گناہ کرنے کے عادی ہو رہے ہیں۔ اب رمضان شریف دیکھئے بالکل کنارے آلگا ہے، ہائے افسوس! ہم نے اب بھی خالص توبہ نہ کی، لہٰذا جلدی توبہ کریں۔

جہنّم کے سانپ اور بچھو

جہنّم کے بارے میں ایک روایت میں ہے کہ جہنّم کے اندر سانپ اونٹ کی گردن کی طرح لمبے اور موٹے موٹے ہیں اور بچھو خچر کی طرح ہیں یعنی خچر کے برابر بچھو ہیں اور اونٹ کی گردن کے برابر سانپ ہیں اور وہ اہل جہنّم کا تعاقب کریں گے اور ان کا پیچھا کریں گے، آگے آگے جہنّمی دوڑ رہے ہوں گے پیچھے پیچھے سانپ اور بچھو اور آخر یہ ان کو پکڑ لیں گے۔ العیاذ باللہ۔ العیاذ باللہ۔ اور پیشانی کے بالوں سے دوزخیوں کو ڈسنا شروع کریں گے اور پیر کے انگوٹھے تک ڈستے چلے جائیں گے العیاذ باللہ۔ اور یہ جب کسی کے ایک مرتبہ ڈسیں گے تو چالیس سال تک اس کی تکلیف محسوس ہوگی۔

جہنّم سے حق تعالیٰ کی پناہ کا طریقہ

اس جہنّم سے ماہ رمضان میں نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کی تاکید فرمائی ہے کہ رمضان شریف میں تم اللہ پاک سے جہنّم سے پناہ مانگو، جہنّم سے آزادی مانگو، جہنّم سے اپنی گردن آزاد کراؤ، اپنے گھر والوں دوست احباب عزیز و اقارب کے لئے گڑگڑا کر جہنّم سے آزادی کا پروانہ حاصل کرو۔ یہ پورا عشرہ جہنّم سے آزادی کا ہے جس کا آج یہ آخری دن اور آخری دن کا آدھا دن باقی ہے، لہٰذا جلدی توبہ کریں۔ اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہ پر دل میں شرمندہ ہو، دل میں اپنے کئے پر پچھتائے نادم ہوجائے اس کا دل دکھے کہ ہائے میں نے یہ کیسے گناہ کیا، ہائے یہ گناہ مجھ سے کیوں ہوگیا۔ پھر ندامت میں ڈوب کر رونے والے کی سی شکل بنا کر اللہ تعالیٰ سے گڑگڑائے اور اس گناہ کی معافی مانگے اور اس گناہ کو

فوراً چھوڑ دے۔ یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ توبہ کے اندر فی الحال گناہ چھوڑنا بھی ضروری ہے۔ پھر یہ عرض کرے کہ میرے اللہ! میں عہد کرتا ہوں کہ میں یہ گناہ نہیں کروں گا، اے اللہ مجھے معاف کر دیجئے یا اللہ مجھ سے درگزر کر دیجئے! اگر آپ نے مجھے نہ بخشا تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ توبہ کی اس حقیقت پر اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم نے اپنے کبائر سے مکمل توبہ کی ہی نہیں، رمضان شریف کا رحمت والا عشرہ بھی گزر گیا اور مغفرت والا عشرہ بھی گزر گیا، جہنم سے آزادی کا عشرہ کنارے لگنے والا ہے لیکن ہم اب تک اپنے گناہوں سے پوری طرح باز نہیں آئے، جو جس گناہ میں مبتلا ہے وہ زبان سے تو استغفراللہ، استغفراللہ کہتا ہے لیکن دل میں کوئی تہیہ نہیں ہے اس گناہ کو چھوڑنے کا۔ مثلاً اگر ڈاڑھی مونڈنے کا فعل حرام اور کبیرہ گناہ ہو رہا ہے تو پورا رمضان جاری ہے، رمضان کے بعد بھی ہوتا رہتا ہے تو پھر ہم نے کہاں توبہ کی؟ مونچھیں موٹی موٹی رکھنے کا اگر طریقہ اپنایا ہے تو رمضان گزرنے والا ہے لیکن ہم نے ابھی تک اس سے توبہ نہیں کی، شلوار اگر ٹخنے سے نیچے رکھنے کا فیشن اپنایا ہے تو رمضان شریف گزر رہا ہے لیکن ہماری شلواریں بدستور ٹخنوں سے نیچے چل رہی ہیں، اگر ٹی وی دیکھنے کا گناہ اپنا لیا ہے اور ننگی فلمیں دیکھنے کا اپنے کو عادی بنا لیا ہے اور رمضان شریف کے لمحات میں بھی اپنے آپ کو اس لعنت سے نہیں بچایا تو پھر ہم نے توبہ کہاں کی؟ اور آخر ہم توبہ کب کریں گے اگر رمضان شریف بغیر توبہ کے گزر گیا تو جہنم تو سامنے ہے ہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا خطرہ

دوسری طرف یہ خطرہ بھی ہے کہ کہیں سرکار دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا نہ لگ جائے کہ جس شخص نے رمضان شریف کا مہینہ پایا اور رمضان شریف میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچاکر اور توبہ کرکے اور فرائض و واجبات ادا کرکے اپنی بخشش نہ کرا سکا اور اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کر سکا تو ایسا شخص

تباہ ہو جائے برباد ہو جائے اور ہلاک ہو جائے۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کے روزہ کے بدلہ میں فاقہ کے سوا کچھ نہیں اور بعض (تراویح میں) رات کو جاگنے والے ایسے ہیں کہ ان کے لئے جاگنے کی مشقت کے سوا (اجر و ثواب) کچھ نہیں، اس لئے کہ انہوں نے گناہوں کو نہیں چھوڑا، کبائر سے توبہ نہیں کی، رمضان شریف آیا مگر وہ بدستور کبائر میں مبتلا رہے، رمضان شریف گزرتا رہا لیکن وہ گناہوں کے چھوڑنے کی طرف متوجہ نہ ہوئے، بعض نے تسبیح تو پڑھ لی استغفراللہ، استغفراللہ کی اور جھوٹ موٹ کچھ توبہ بھی کرلی لیکن روح نے توبہ حاصل نہیں کی۔

خالص توبہ اور چند گناہ

یاد رکھئے! اللہ پاک کے ہاں حقیقت معتبر ہوتی ہے، اللہ پاک اس کو دیکھتے ہیں کہ کس کے دل میں ہمارے گناہوں کو چھوڑنے کی نیت ہے، کس کے دل میں جذبہ ہے، کون سچے دل سے اپنے کئے پر نادم ہے، کم تولنا، کم ناپنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، بدنظری کرنا، نامحرم عورتوں کو شہوت کے ساتھ قصداً دیکھنا، عید کارڈ بھیجنا، یہ سب گناہ ہیں۔ یاد رکھئے کہ عید کارڈ بھیجنا بھی ناجائز ہے اور خصوصاً وہ عید کارڈ جس کے اندر کسی جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو جیسے کسی عورت یا مرد یا کسی اداکار یا کھلاڑی کی اس میں تصویر ہو، ایسے عید کارڈ خریدنا اور بھیجنا سب ناجائز ہیں، سادہ اور بغیر تصویر کا عید کارڈ بھیجنا بھی ناجائز ہے اور تصویر والے میں دوہرا گناہ ہے۔ آپ دیکھئے کہ جس نے تراویح نہیں پڑھی، روزے نہیں رکھے، وہ عید کارڈ بھیجنے کے لئے تیار ہے بلکہ بھیج بھی چکا ہوگا۔ خواتین کو دیکھئے! رمضان شریف آئے لیکن انہوں نے بے پردگی سے کوئی توبہ نہیں کی، نہ ان کے باپ نے منع کیا، نہ ان کے بھائی نے، نہ ان کے شوہر نے کہا اور نہ ان کے بیٹوں نے کہا کہ پردہ کرلیجئے، ہاں تراویح پڑھ لیں روزے رکھ لئے لیکن گناہوں کو نہ چھوڑا۔ برا نہ مانئے گا بعض لوگ ایسے بھی ہیں

کہ رمضان میں تو انہوں نے گناہوں کو چھوڑ دیا ہے اور تھوڑی سی ڈاڑھی بھی بڑھالی اور دوسرے گناہوں سے بھی کچھ تھوڑا سا اپنے کو فی الحال بچالیا لیکن دل میں یہی ہے کہ رمضان جیسے ہی گزرے گا عید کی رات ہی ڈاڑھی کٹانی ہے اور عید کی رات میں ہی وہ سارے گناہ کرنے ہیں جو رمضان المبارک سے پہلے جاری تھے۔ یہ تو بھائی اللہ پاک کو دھوکہ دینے والی بات ہے، توبہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتی ہے مخلوق کے سامنے نہیں ہوتی اور سچی توبہ کی علامت یہ ہے کہ انسان اس گناہ کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دے۔ تو رمضان شریف گزرنے والا ہے اگر اب تک بھی ہم نے غفلت سے کام لیا ہے تو عرض یہ ہے کہ اب بھی کچھ وقت باقی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائیں، گڑگڑالیں اور سچی توبہ کرلیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے بھی بچ جائیں اور اس ہولناک جہنّم سے بھی بچ جائیں اور اپنے ظاہر کو بھی شریعت کے مطابق بنالیں، اپنے اخلاق شریعت کے مطابق اپنالیں، اپنے اعمال کو سنوار لیں اور جن کبائر میں آج دنیا ڈوبی ہوئی ہے اور ہم بھی ان میں مبتلا ہیں ان سے بچیں اور اپنی جانوں پر رحم کھائیں۔ توبہ سے انسان جہنّم سے بچتا ہے اور فرائض و واجبات ادا کرنے سے جنّت کا مستحق بنتا ہے۔

گناہوں سے بچنا ضروری ہے

اگر ہم نے روزے رکھ لئے ہیں، تراویح پڑھ لی ہیں، زکوٰۃ دیدی ہے، عمرہ کرلیا ہے، حج کرلیا ہے تو ایک پہلو ہم نے پورا کرلیا ہے لیکن دوسرا پہلو جو اس سے بھی اہم ہے وہ باقی ہے جس سے نہ بچنے کی صورت میں جہنّم میں جانے کا شدید خطرہ ہے۔ تو خدا کے لئے اب بھی کچھ وقت باقی ہے اور میں یہ عرض کروں گا کہ آج تو عصر کے بعد مسجد میں دھرنا دے کر بیٹھ جائیں کہ یا اللہ! آج ہم آپ کے گھر سے اپنی بخشش کا پروانہ لے کر اٹھیں گے، آج ہم اپنے آپ کو جہنّم سے آزاد کرکے اٹھیں گے۔ بندے کی ذرا سی ندامت اور دل میں یہ تہیّہ ہو کہ میں آئندہ یہ گناہ نہیں

کروں گا، کچھ بھی ہو جائے میں یہ گناہ نہیں کروں گا اور یہ بھی کہدیں کہ یا اللہ! اگر غلطی سے ہو بھی گیا تو پھر توبہ کرلوں گا۔ اور یہ بھی عرض کردیں کہ یا اللہ! مجھے اتنی قوت دیدیجئے اور اتنا حوصلہ عطا فرما دیجئے کہ آج کی سچی توبہ پر مرتے دم تک قائم رہوں۔ یا اللہ! میرا ماحول اور میرے دوست اعزہ اور اقرباء مجھے دوبارہ اس گناہ کی طرف مائل نہ کردیں، میں کمزور ہوں میں آپ سے مدد چاہتا ہوں۔ مگر کوئی دل سے چاہے تو سہی، دل میں ندامت تو ہو شرمندگی تو ہو۔

گناہ کو گناہ نہ سمجھنا

اب تو ہماری یہ بدترین حالت ہے کہ گناہ در گناہ کر رہے ہیں لیکن گناہ کو گناہ نہیں سمجھ رہے، جتنے گناہ میں نے آپ کے سامنے بیان کئے ہیں آپ سو آدمیوں سے پوچھیں گے تو ننانوے لوگ غالباً ایسے ہی ملیں گے جو کہیں گے کہ یہ تو کوئی گناہ نہیں ہے، یہ سب چلتا ہے۔ یہ ایمان شکن جملہ ہے، قیامت میں معلوم ہوگا کہ چلتا ہے یا نہیں۔ اسی طرح یہ جملہ کہ اس میں کیا حرج ہے یہ بھی بہت خطرناک ہے، اس میں یہی تو حرج ہے کہ دنیا کی خاطر ہم اتنے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کریں اور رمضان بھی گزار دیں اور پھر بھی ہم تائب نہ ہوں حالانکہ اس کا انجام جہنم ہے۔ اس لئے آج عصر کے بعد دھرنا دے کر بیٹھ جائیں اور سچی توبہ کرکے اٹھیں، اور سچی توبہ کرتے ہی انشاء اللہ تعالیٰ جب ان سے مدد مانگیں گے تو وہ مدد بھی فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ اپنی مدد مانگنے والوں کی ضرور مدد فرماتے ہیں، جب مدد مانگیں گے تو ضرور ان کی نصرت آئے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ استقامت نصیب ہوگی اور گناہوں سے بچنا آسان ہوگا۔

گناہوں سے بچنا آسان ہے

حقیقت تو یہ ہے کہ بذات خود گناہ سے بچنا کوئی مشکل نہیں ہے، یہ سب ہم نے مشکل بنا رکھا ہے ۔

جو آسان سمجھو تو آسانیاں ہیں
جو دشوار سمجھو تو دشواریاں ہیں

آخر میں حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک رباعی یاد آئی ہے وہ سناتا ہوں ؎

جو کھیلوں میں تو نے لڑکپن گنوایا
تو بدمستیوں میں جوانی گنوائی
جو اب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا
تو بس یوں سمجھ زندگانی گنوائی

توجّہ الی اللہ

بھائی! یہ زندگانی ختم ہونے والی ہے، نہ جانے کس وقت موت واقع ہوجائے، اس لئے ہوش میں آجانا چاہئے۔ اور اللہ پاک کو ناراض رکھنا بہت خطرناک چیز ہے، ہم میں سے کوئی بھی اللہ پاک کی ناراضگی برداشت نہیں کرسکتا اور ان کی ناراضگی گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آتی ہے اور ان کی رضامندی فرائض و واجبات وغیرہ کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے ہم سب یہ تہیّہ کرلیں اور عصر سے لے کر مغرب تک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں، روتے رہیں، گڑگڑاتے رہیں، معافی مانگتے رہیں، شاید ہمارا یہ آخری رمضان ہو اور جس وقت یہ رمضان رخصت ہورہا ہو تو شاید ہمیں بھی مغفرت کا، بخشش کا اور جہنّم سے آزادی کا پروانہ مل جائے۔ اللہ پاک ضرور ہم پر اپنا کرم فرمائیں اور اپنے فضل سے ہم کو دوزخ سے آزاد فرمائیں اور جنّت الفردوس عطا فرمائیں۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شادی بیاہ

کے اسلامی احکام

نکاح کی اہمیت — شادی میں گانا بجانا۔
نکاح کا مسنون طریقہ — شادی میں بے پردگی۔
منگنی کی حقیقت — شادی اور مخلوط اجتماع
مہر کی مقدار — جہیز کی حیثیت
شادی کارڈ — نیوتہ اور سلامی کی رسم
چھواروں کی تقسیم — شادی اور تصویر کشی
شادی میں نمازوں کی قضا

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

میمن اسلامک پبلشرز

-/۱۰۰ روپے
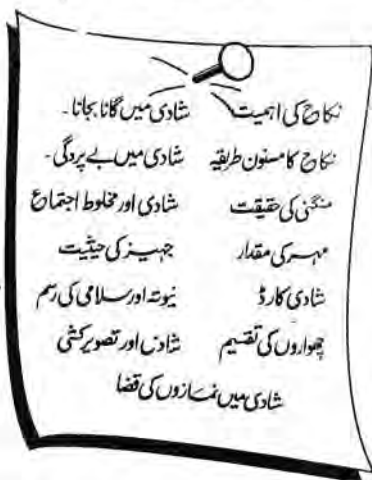
خاندانی اختلافات کے اسباب اور اُن کا حل

اختلافات کا پہلا سبب	دل میں اپنی بڑائی ہونا۔
اختلافات کا دوسرا سبب	مزاجوں میں اختلاف ہونا۔
اختلافات کا تیسرا سبب	دوسرے کی بُرائی پر نظر ہونا۔
اختلافات کا چوتھا سبب	بدلہ لینے کی فکر کرنا۔
اختلافات کا پانچواں سبب	ملکیتوں میں امتیاز نہ ہونا۔
اختلافات کا چھٹا سبب	میراث کی تقسیم نہ ہونا۔
اختلافات کا ساتواں سبب	دوسرے کا مذاق اُڑانا۔
اختلافات کا آٹھواں سبب	وعدہ کرکے پورا نہ کرنا۔
اختلافات کا نواں سبب	دوسروں سے جھوٹ بولنا۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

میمن اسلامک پبلشرز

۸۰/- روپے

اللہ جل جلالہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جواہر الحدیث

(انمول موتی)

پندرہ چہل حدیثوں کا مجموعہ

ایمان وایمانیات

برزخ محشر جنت دوزخ

طہارت وضو غسل تیمم

نماز

زکوٰۃ وصدقات

رمضان وصیام

فضائل ومسائل حج وعمرہ

تلاوت ذکر درود شریف

جہاد فی سبیل اللہ

نکاح وطلاق وحقوق ازواج

تجارت وکسب حلال

اخلاق حسنہ

آداب زندگی

رحمت ومغفرت الٰہیہ

چالیس مسنون دعائیں

مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلندشہری ثم المدنی مدظلہم

میمن اسلامک پبلشرز

-/۱۴۰ روپے